عرب کا چاند

مُصنّفہ

مورخ اسلام مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی

جس میں

بہادران اسلام کے حیرت انگیز جنگی کارنامے تین لاکھ
عیسائیوں سے بیس ہزار شیران اسلام کا مقابلہ، مسلم خواتین
کی بے نظیر شجاعت کے واقعات دل چسپ پیرائے
میں لکھے گئے ہیں:۔

قیمت کامل چھ روپے

صادق صدیقی اکیڈمی بمبئی ۸ ـ مطبوعہ: خواجہ پریس دہلی ۶

التماس

آج دنیا کے چپہ چپہ پر مسلمان موجود ہیں۔ دنیائے جہان میں اسلامی یادگاریں پائی جاتی ہیں۔ ساری دنیا مسلمانوں کا لوہا مانے ہوئے ہے بعض قومیں اب بھی اسلام اور مسلمانوں کے نام سے تھراتی ہیں یہ کیوں؟

اس لئے کہ اسلامی بہادر شہید ہو کر بھی تاریخوں میں اپنی یادگاریں چھوڑ گئے ہیں مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا کو تسخیر کرنے کیلئے اٹھے بے جگری سے بڑھے اور دنیا کے کثیر حصے پر چھا گئے انکی بے نظیر بہادری حیرت انگیز جرأت انکی چٹانوں جیسے استقلال شیر دل جیسی ہمت کی داستانیں تاریخوں میں جلی قلم سے لکھی ہوئی ہیں مرد تو مرد عورتیں بھی اس بہادری سے لڑی ہیں کہ دنیا انکے کارنامے پڑھ کر حیران ہے لیکن کس قدر افسوس ہے کہ مسلمانوں کو اپنی تاریخ سے دلچسپی نہیں رہی وہ بھول گئے ہیں کہ انکے اسلاف نے کیا کیا کارہائے نمایاں کئے، اور تو اور انہیں اسلامی بہادروں کے نام بھی یاد نہیں رہے! ہم نے

مسلمانوں کی تاریخی بے حسی کو دیکھ کر انہیں تاریخ سے روشناس کرانے کیلئے شاندار تاریخی ناولوں کا سلسلہ شروع کیا ہے چنانچہ اسی طلائی زنجیر کی چمکدار کڑیاں ناول آفتاب عالم، پہلی صلیبی جنگ، صلیبی جہاد، سنگدل ملکہ، سلطان سبکتگین، بہادر عرب، ایران کی حسینہ، محمد قاسم، مشرق کی حور شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہے ناول ہذا۔

عرب کا چاند

اسی زنجیر طلائی کی ایک چمکدار کڑی ہے اس تاریخی ناول میں اسلامی بہادروں کے حیرت انگیز کارنامے ایسی خوبی سے بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے ہیں مولوی عبدالحق صاحب نہایت بزرگ عالم ہیں آپ نے دوران وعظ میں فرمایا کہ مسلمانوں کو صادق حسین صدیقی کے ناول دیکھنے چاہئیں۔ ان ناولوں میں صحیح واقعات نہایت دلچسپ پیرایہ میں درج ہیں۔

(احمد صادق صدیقی)

عرب کا چاند

پہلا باب

تیر نظر

ہمارا ناول سالکشہ ھ کے اس زمانہ سے شروع ہوتا ہے جبکہ آفتاب اسلام اپنی جلوہ آرائیوں کے ساتھ فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہو کر اس قدر بلند ہو چکا تھا کہ اس کی ضیاپاش کرنیں فضائے عالم کو جگمگانے لگی تھیں۔ لوگ جوق در جوق دولت اسلام حاصل کرنے کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔ ملک شام کے عیسائیوں کی زبردست سلطنت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ شمالی شہروں میں رایت اسلام لہرانے لگا تھا۔ تثلیث پرستی مٹنے لگی تھی، توحید پرستی کا غلغلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایران کی صدہا سالہ ساسانی حکومت کا تختہ الٹ گیا۔ آتش پرستی سرد پڑ گئی تھی۔ اور آتش خانے ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ تمام ایران میں صرف ایک خدا کی عبادت کی جانے لگی تھی۔ عراق عرب جو بت پرستی کا آماجگاہ تھے کروٹ لیکر بت پرستی کی لعنت کو دور کر چکے تھے وہاں بھی خدا پرستی ہونے لگی تھی۔

تمام عرب کفر و شرک سے پاک و منزہ ہو کر خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے سربسجود ہو گیا تھا۔ عربی مسلمان جہاد فی سبیل اللہ کے لئے سر بکف ہو کر نکل پڑے تھے۔ انہوں نے ان مغرور و سرکش لوگوں کے سروں کو خدا کے سامنے جھکا دیا تھا۔ جو خدا کے وجود کے قائل نہ تھے۔

وہ جس ملک میں گئے وہاں کے لوگوں نے ان کا استقبال کیا۔ جو بدبخت ان سے

آمادۂ پیکار ہوکے وہ ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیئے گئے انھوں نے بڑی جی داری - نہایت جرأت و شجاعت اور کمال دلیری سے شام اور مصر فلسطین، جزیرہ ایران و عراق وغیرہ کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا تھا۔ ارمن اور روم باقی رہ گئے تھے۔

ان دونوں ملکوں میں عیسائیوں کی زبردست سلطنتیں اور مضبوط و مستحکم نیز ناقابل تسخیر قلعے تھے۔ ارمنی و رومی اور بربری عیسائی عظیم الشان لشکر لے کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے امنڈ آئے تھے۔

بجاۃ کا بادشاہ مکسوح۔ نوبہ کا بادشاہ۔ کفور۔ انفبا کا بادشاہ جرجس کا چچیرا بھائی، قیطارس اور برابکبری کے بادشاہ ضدرماس کا افسر اعلیٰ دادرلیس نہایت تزک و احتشام اور قدم و حشم سے بھاری بھاری جمعیتیں لے کر آئے تھے خصوصاً بجاۃ کا بادشاہ مکسوح علاوہ سواروں اور پیادوں کے ایک ہزار تین سو ہاتھی لایا تھا۔

ان تمام ہاتھیوں پر چرمی عماریاں تھیں جن میں کمانیاں لگی ہوئی تھیں۔ یہ عماریاں اس قدر وسیع تھیں کہ ایک۔ ایک ہاتھی پر دس دس زنگی (حبشی) سوار تھے جو اسقدر طویل القامت تھے کہ انکے ڈیل ڈول اور عظیم الجثہ کو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔

عام طور پر ان حبشیوں کا قد دس دس فٹ بلند تھا۔ وہ زمین پر کھڑے ہوئے ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ وہ ہاتھیوں پر سوار ہوں۔ انکے اجسام کی رنگتیں سیاہ تھیں آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم گٹھیلا اور قوی نہایت مضبوط تھے۔ رات تو رات انہیں دن میں دیکھنے سے خوف معلوم ہوتا تھا۔

ان زنگی حبشیوں کی تعداد بیس ہزار تھی یہ غیر مہذب غیر تربیت یافتہ انسانوں سے غیر مانوس بالکل وحشی تھے، ہر وقت برہنہ رہتے تھے۔ صرف اپنے شانوں پر شیروں اور ہاتھیوں کی کھالیں ڈالے رکھتے تھے۔

یوں تو ان سب کے پاس ڈھالیں تھیں، بھالے قرابینیں۔ فلاخنیں تیر و کمان تلواریں۔ گرز و خنجر وغیرہ سب ہی تھے لیکن وہ زیادہ تر گرز ہی کا استعمال کرتے تھے۔ اور جس سوار پر گرز مارتے ایسے مع گھوڑے کے فنا کر دیتے تھے۔ عیسائیوں نے ان زنگیوں کو زبردستی

سے جکڑا ہوا تھا۔"

جب کبھی ان سے کام لینا مقصود نہ ہوتا تو انہیں زنجیروں میں باندھ کر میدان جنگ میں لایا جاتا اور اشارے سے بتا دیا جاتا کہ فریق مخالف پر حملہ کریں۔ وہ کل کے آدمیوں کی طرح فوراً دشمن پر گرز اندازی شروع کر دیتے اور چشم زدن میں بھیس فناد پیپا کر کے کامران و بامراد ہو کر میدان جنگ سے واپس لوٹتے۔ ان زنگیوں کی زبان سمجھ میں نہ آتی تھی۔ غالباً وہ بھی عیسائیوں کی زبان نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ہر کام اشاروں سے ہوتا۔ اور ہر بات اشارہ سے سمجھی جاتی تھی۔

اگرچہ عیسائیوں کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ تھی۔ دو لاکھ سوار پچاس ہزار پیادے اور بیس ہزار کوتل گھوڑے ہمراہ تھے۔ مگر ان سب سے زیادہ زنگیوں پر غراز تھا۔ عام طور پر عیسائیوں کا خیال ہی نہیں بلکہ یقین تھا کہ یہ حبشی ہی مسلمانوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے اور اگر کچھ سخت جان باقی بھی رہیں گے تو انکو ہاتھی مسل دیں گے۔

عیسائیوں کا عظیم الشان لشکر مقام دمشق ارسے اسی طرف آٹھ مربع میل کے گرد و نواح میں خیمہ زن تھا۔ اور دور ہی سے مسلمانوں کو فنا کر ڈالنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس ٹڈی دَل کا سپہ سالار اعظم کفور کا بادشاہ بولس تھا۔ جو بہادر ہونے کے علاوہ چالاک اور فریبی تھا۔

مسلمانوں کا یہ لشکر بیس ہزار تھا۔ یہ مختصر لشکر مختلف سرداروں کی سرکردگی میں تھا مشہور سردار یا رؤسائے عرب میں سے حضرت خالدؓ، زبیر بن العوام۔ فضل بن العباس زیادؓ بن ابی سفیان، عبدالرحمٰن بن ابو بکر صدیق، عبداللہ بن عمر فاروق جعفر بن عقیل مقداد بن اسود الکندی۔ عمار بن یاسر۔ ابوذر غفاری، عمرو بن العاص، ریاض اور سعید تھے۔"

اسلامی لشکر کے سالار اعظم خالدؓ اور قائد اعظم عمرو بن العاص تھے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ عربی لشکر میں افسر مال اور افسر جنگ علیحدہ علیحدہ مقرر ہوئے تھے۔ اس سے پہلے جس قدر لشکر کشیاں ہو چکی تھیں ان سب میں افسر مال اور

افسرِ جنگ ایک ہی شخص ہوتا تھا۔

اس اسلامی لشکر کی باگ ڈور خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھوں میں تھی۔ خلیفہ اس جگہ سے سیکڑوں میل کے فاصلے پر ناف عرب کے مشہور شہر مدینہ منورہ میں بیٹھے تھے اور اس لشکر کی قیادت فرما رہے تھے۔ انکے پاس اس سرزمین کا نقشہ تھا۔ وہ نقشہ دیکھکر لشکر کو آگے بڑھنے کی مناسب جگہ پر قیام کرنے اور میدان جنگ میں مورچہ بنانے کی ہدایات کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ اسلامی لشکر بہت ہی تھوڑا تھا اور اس لشکر کو عیسائیوں کے ٹڈی دل عساکر کا علم تھا۔ مگر انھیں دشمن کی کثرت سے کوئی فکر اور اندیشہ نہ تھا۔!

انھیں دربارِ خلافت سے پیش قدمی کے احکامات صادر ہو رہے تھے۔ اور دمشق ار کی جانب کوچ در کوچ بڑھتے جا رہے تھے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کرنے کا طریقہ یہ تھا کہ سب سے آگے بطور طلایہ کے میسرہ بن مسروق العبسی پانچسو مجاہدین کی جمعیت سے چلتے تھے۔

ان کے پیچھے جابر بن عبداللہ انصاری اور ذوالکلاع الحمیری ایک ہزار پرجوش مسلمانوں کے ساتھ کوچ کرتے تھے۔ ان کے پیچھے تمام لشکر چلتا۔ لشکر سے تین چار میل کے فاصلے پر مسلم عورتیں اور بچے سفر کرتے تھے۔ ان کے پیچھے ریاضؓ اور سعدؓ پانچسو مجاہدین کے ہمراہ آہستہ آہستہ بڑھتے۔

اس سب سے پیچھے والے لشکر کا یہ فرض تھا کہ مجاہدین یا عورتوں اور بچوں میں سے جو پیچھے رہ جائے یا کسی وجہ سے سفر کرنے کے ناقابل ہو تو اس کو اپنے ساتھ لے لیں اور ہر ممکن سہولت کے ساتھ آئندہ پڑاؤ پر پہنچا دیں۔ نیز اس کا بھی خیال رکھیں کہ دشمن عقب سے آکر عورتوں اور مجاہدین کو نقصان نہ پہنچا سکے۔

اس طرح کوچ کرنے سے اسلامی لشکر دور تک پھیل جاتا تھا اور فوج کا سب سے آخری دستہ جو لشکر اور عورتوں کی حفاظت پر مامور تھا اکثر ظہر کی نماز پڑھ کر روانہ ہوا کرتا تھا۔ اور دوسرے پڑاؤ پر دن چھپنے کے بعد پہنچتا تھا اس محافظ دستہ کے سردار

ریاض اور سعد تھے۔

یہ دونوں نوجوان کافی وجیہہ تھے۔ خصوصاً ریاض نہایت خوبصورت تھا۔ ایک نوجوان مرد میں خوبصورتی کی جو خصوصیات ہونا چاہئیں اس میں وہ تمام موجود تھیں اس کی عمر بیس اکیس سال کے قریب تھی۔ مونچھوں کی روئیدگی شروع ہو گئی تھی مگر ابھی خط کی روئیدگی کا آغاز نہ ہوا تھا۔

ریاض اور سعد میں بے انتہا محبت تھی۔ ایسی محبت جس کی مثال اس زمانہ میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے لئے حقیقی معنوں میں جان دینے کے لئے تیار تھے۔ اسلامی لشکر کے ہر سپاہی کو ان دونوں کی دوستی کا حال معلوم تھا۔

ایک روز اسلامی لشکر کوچ کر رہا تھا۔ محافظ دستہ عورتوں سے ایک میل کے فاصلے پر پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ اس دستہ کے آگے ریاض اور سعد گھوڑوں پر سوار چلے جا رہے تھے۔ راستہ سیدھا اور صاف ہونے کی وجہ سے عورتوں کے قافلے کے اونٹ شغدف اور محمل نظر آ رہے تھے۔

آفتاب کسی قدر مغرب کی طرف جھک گیا تھا۔ مجاہدین نے عصر کی نماز پڑھ لی تھی۔ نرم گرم دن تھے۔ وقت خوشگوار ہو گیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے فرحت خیز چل رہے تھے۔ اردگرد سبزہ زار میدان دور تک پھیلا ہوا تھا۔ گویا نہایت ہی دلفریب منظر تھا۔

سعد نے کہا "ریاض ذرا گھوڑوں کو تیز کر لو۔ دیکھیں عورتیں یا بچوں کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ چلو ریاض نے کہا" اور دونوں نے گھوڑے تیز کر دیئے سامنے عورتوں کا قافلہ جا رہا تھا۔ بہت جلد یہ قافلے میں پہنچ گئے۔

یہاں پہنچکر دونوں الگ الگ ہو گئے اور اونٹوں وشغدفوں اور محملوں کے پاس جا جا کر بچوں اور عورتوں سے دریافت کرنے لگے کہ آیا انھیں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ کسی نے بھی کسی ضرورت کا اظہار نہ کیا۔

ریاض دریافت کرتا کرتا ایک ایسے محمل کے پاس پہنچا جس پر ریشمیں پردے

پڑے ہوئے تھے۔ اونٹ بھی اچھا تھا۔ اور محمل بھی خوشنما تھا۔ ریاض کو وہ محمل بہت اچھا معلوم ہوا۔ ممکن ہے کہ اس نے پہلے بھی اس محمل کو دیکھا ہو۔ اور کچھ خیال نہ کیا ہو۔ مگر آج اس کا دل خود بخود محمل کی طرف کھینچنے لگا!"

اس نے سن رکھا تھا کہ سرزمین عرب میں رئیس نجد کی پر جمال لڑکی لیلیٰ کا جیسا محمل تھا۔ ایسا کسی کا نہ تھا۔ عرب کے بہت سے رئیسوں اور امیروں نے اس جیسا محمل بنایا، مگر نہ بن سکا!"

لیلیٰ کا محمل تمام دنیا میں اسی طرح سے مشہور ہو گیا، جس طرح لیلیٰ اور مجنوں کا فسانۂ محبت۔ ریاض کو آج یہ محمل لیلیٰ کے محمل سے بھی اچھا اور بڑھا چڑھا ہوا معلوم ہوا۔ اس نے اپنے دل سے کہا :

کاش اس خوبصورت محمل میں کوئی رشک لیلیٰ سوار ہو۔ اس کے دل نے ابھی یہ کہا ہی تھا کہ ایک ہوا کا جھونکا آیا اور محمل کا پردہ الٹ گیا۔ ریاض کی نظر قصداً نہیں۔ اتفاقیہ محمل کے اندر جا پڑی، اسے حسن کا جگمگاتا ہوا چاند نظر آیا۔ ایک کافر ادر زاہد فریب لڑکی سامنے بیٹھی تھی۔

اس ماہ وش لڑکی کا گول چہرہ چاند سے زیادہ روشن تھا۔ پیشانی اونچی، اور کشادہ و پُر نور تھی۔ جس پر گھنگھریالے سیاہ بال بے ترتیبی سے بکھرے پڑے تھے۔ جو کہ نہایت ہی پیارے معلوم ہو رہے تھے۔

آنکھیں آم کی پھانک کی طرح سے بڑی بڑی اور سرگیں، مست و چمکیلی اور رسیلی تھیں ابرو قوس قزح کی طرح تھے۔ کٹیلی آنکھوں پر دراز مژگان کی چلمن پڑی ہوئی تھی۔ رخسار سے بھرے بھرے اور ایسے پرنور تھے کہ ان پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔ عارض بالکل گلاب کے پھول تھے۔ جن پر شہابی غازہ پھرا ہوا تھا۔

ناک نہایت موزوں اور ستواں تھی۔ دہن چھوٹا۔ اوپر کا نازک لب بالکل کمان کی طرح تھا۔ نیچے کا لب اوپر والے لب کی مناسبت سے تھا۔ ٹھوڑی کمال خوبصورت اور ایسی نازک تھی کہ بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھی۔ گردن صراحی دار سینہ ابھرا ہوا

جوش جوانی کو نمایاں کر کے دیکھنے والے کے دل پر تیروں کی بوچھار کرتا تھا۔ بازو بھرے بھرے تھے۔ وہ نوجوان تھی بمتمول تھی۔ خوبصورت تھی۔ بلا مبالغہ دنیا کی حور معلوم ہوتی تھی۔ ریشمین کپڑے پہنے ہوئے کمال شان استغنائی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

جب گستاخ ہوا نے محمل کا پردہ الٹ دیا۔ اور اس حور طلعت لڑکی نے باہر کی طرف دیکھا تو سامنے ہی ریاض کھڑا تھا۔ جو حیرت بھری نظروں سے اس ملائک فریب لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

اس پری جمال لڑکی کی نظر بے اختیار ریاض پر پڑی وہ نامحرم کو سامنے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس کی ہوش ربا آنکھوں سے دلکش شرم وحیا کا اظہار ہوا وہ سمٹ گئی اور اس نے اپنا بدن چرا لیا۔

اس کی یہ ادائیں زاہد کیش تھیں۔ ریاض جگر تھام کر رہ گیا۔ ہوا کا جھونکا نکلا چلا گیا۔ محمل کا پردہ خود ہی درست ہو گیا۔ ایک تیر تھا جو ریاض کے جگر میں پیوست ہو گیا۔

ریاض نے زیر لب خفیف آہ کی۔ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ہاتھ پاؤں کی طاقت جواب دینے لگی۔ قریب تھا کہ وہ بیہوش ہو جائے فوراً ہی سعد برابر آگیا اور اس نے کہا۔

ریاض! کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہیں لہذا آؤ واپس چلیں! ریاض اس آواز کو سنکر چونک پڑا۔ وہ سنبھل گیا اور اس نے پژمردہ دل سے کہا۔ ہاں آؤ واپس چلیں۔"

سعد نے ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ ہونٹوں پر خشکی دوڑ رہی تھی۔ آنکھوں سے وحشت کا اظہار ہو رہا تھا۔ سعد کو اس کی یہ کیفیت دیکھ کر سخت تعجب ہوا۔

اس نے کہا "ریاض! کیا تم کو پیاس معلوم ہو رہی ہے!؟" ۔ ریاض بجز ہاں

کے اور کیا کہہ سکتا تھا۔ راز پوشیدہ رکھنے کے لئے سعدؓ کے حسب منشا جواب دینا ضروری تھا۔

اس نے کہا ہاں! مجھے کسی قدر پیاس معلوم ہونے لگی ہے!

"یہ عجیب کیفیت ہے۔ کہ جب محبت کسی نیک اور شریف طینت انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہے تو وہ محبت کو راز سمجھ کر اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے سعدؓ کے پاس پانی کی چھاگل تھی۔ اس نے جلدی سے چھاگل لے کر ریاض کو دی اور کہا۔ لو تھوڑا پانی پی لو۔"

ریاض نے پانی پیا۔ سعد نے کہا۔ آؤ اب اپنے دستہ میں واپس چلیں۔

ریاض نے مردہ دلی سے کہا "چلو"

"اب یہ دونوں واپس لوٹے اور اپنے دستے کے قریب پہنچکر دستہ کے ساتھ چلنے لگے۔"

دوسرا باب

"نظارۂ جمال"

مجاہدین اسلام کا لشکر کوچ در کوچ قیام کرتا مرج کبیر میں جا پہنچا یہ مقام مدائن کے قریب تھا۔ یہاں ایک زبردست میدان واقع تھا۔ ایسا زبردست کہ جس کے ایک کنارے پر کھڑے ہو کر دیکھنے سے دوسرا کنارہ نظر نہ آتا تھا۔

تقریباً چودہ مربع میل تھا۔ اس میدان کے ایک طرف پہاڑی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ یوں تو یہ تمام میدان سرسبز و شاداب تھا۔ جگہ جگہ درختوں کے جھنڈ تھے لیکن جو حصہ پہاڑی کے قریب تھا وہ بہت زیادہ سبزہ زار تھا۔

دامن کوہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ چھوٹے بڑے درخت کثرت سے کھڑے ہوئے تھے۔ پہاڑی بھی سبزہ زار تھی۔ ہر ذرہ ہر گھاٹی ہر

چٹان اور ہر پتھر سبزہ سے لدا ہوا تھا۔

خودرو اور خوشبودار پھولوں کے پودے اس کثرت سے کھڑے تھے کہ تمام پہاڑی پھولوں کا تختہ معلوم ہوتی تھی۔ عطر بیز پھولوں کی خوشبو سے تمام پہاڑی اور ساری وادی مہکی رہتی تھی۔

اسلامی لشکر دامن کوہ میں خیمہ زن ہوا تھا۔ عورتوں کے لئے عین پہاڑی کے نیچے خیمے نصب کئے گئے تھے۔ عورتوں کے جائے قیام سے تقریباً تین فرلانگ کے فاصلے پر ایک گھاٹی میں پانی کا صاف شفاف چشمہ جاری تھا۔ اکثر عورتیں اس چشمہ سے پانی لینے جایا کرتی تھیں۔

خالد بن ولیدؓ نے ان عیسائیوں کو عہدۂ جاسوسی پر مامور کیا تھا جو کہ مسلمانوں کے ملازم تھے۔ ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی تھیں۔ چونکہ یہ لوگ عیسائی تھے اس لئے عیسائی لشکر میں جاکر آسانی سے خبریں لے آتے تھے۔ اب تک جو خبریں آئی تھیں وہ یہ تھیں کہ بلاد نوبہ و بربرا اور بجاۃ کے عیسائی بادشاہ متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو فنا کرنے کے لئے قسمیں کھا کھا کر آئے ہیں۔

زنگیوں کے متعلق عجیب و غریب اور ہیبتناک خبریں آرہی تھیں۔ مثلاً ان کے قدموں میں مبالغہ تھا کہ کوئی دس فیٹ بتلاتا تھا کوئی پندرہ فیٹ۔ ایک شخص نے باوثوق ذریعہ سے بیان کیا حبشیوں کا قد تیس فٹ، یا دس گز ہے۔ وہ کھڑے ہوکے ہاتھی پر اس طرح سے سوار ہو جاتے ہیں جس طرح معمولی آدمی زقند لگا کر گھوڑے پر جا بیٹھتا ہے۔

اس شخص نے یہ بھی بیان کیا کہ وہ اس قدر شہزور ہیں کہ گھوڑے کو آسانی سے اٹھا سکتے ہیں۔ جب ہاتھی کی سونڈ پکڑ کر دباتے ہیں تو وہ چنگھاڑنے لگتا ہے۔ نیز موقع پاکر آدمی کو اٹھا کر کچا کھا جاتے ہیں۔

کئی کئی من کا گرز رکھتے ہیں۔ جب غصہ میں آکر گرز مارتے ہیں تو پتھر تک کا سرمہ کر دیتے ہیں۔ ان لاف زنیوں نے اور مبالغہ آمیز افسانوں نے مسلمانوں کو کسی قدر

خوفزدہ اور متوحش بنا دیا تھا"

مسلمان مرج کبیر میں پڑے ہوئے اس بات کے منتظر تھے کہ عیسائی لشکر پیش قدمی کر کے اسی میدان میں آ جائے۔ دو وجہ سے مسلمان اس میدان کو لڑائی کے لئے مناسب سمجھتے تھے۔ ایک تو یہ کہ یہ میدان نہایت طویل و عریض تھا۔ پانی قریب تھا۔ لہٰذا یہ میدان ہر طرح میدان جنگ بننے کے قابل تھا۔ دوسرے یہ سرحدی موقع تھا۔ اگر اس جگہ جنگ ہو کر مسلمانوں کو ہزیمت بھی ہو تو وہ بلا کسی دقت اور کثیر نقصان کے واپس لوٹ سکتے تھے۔ اور اگر فتح ہو تو عیسائیوں کی جمعیت ٹوٹ کر منتشر ہونے سے وہ دور تک پیش قدمی کر سکتے تھے۔ لیکن عیسائی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتے تھے۔ وہ مسلمانوں کی پیش قدمی کا انتظار کر رہے تھے۔ یوں تو مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بہت سے قصبے اور قریئے تھے۔ مگر ایک نہایت مشہور قلعہ دمشوار ہی تھا۔ جو دونوں لشکروں کے درمیان قریب قریب نصف فاصلے پر واقع تھا۔

والئی قلعہ نے قلعہ کا دروازہ بند کروا دیا تھا۔ اور محصور ہو کر قلعہ کے اندر بیٹھ رہا تھا۔ ریاض کسی کے تیر نظر کا گھائل اور کسی حور شمائل پر مائل ہو چکا تھا۔ اگرچہ وہ فرائض منصبی انجام دیتے ہوئے تساہلی سے کام نہ لے رہا تھا۔ مگر ہر وقت پژمردہ خاطر ملول و محزون اور دل برداشتہ رہتا تھا۔

اسے دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں پہچان لیتا تھا کہ وہ سخت مغموم اور پریشان ہے۔ سعد اس کا دوست تھا۔ وہ ریاض کو غمزدہ اور آزردہ خاطر دیکھ کر سخت پریشان ہو رہا تھا"

اس نے بہت کچھ ریاض سے دریافت کیا قسمیں دلا کر پوچھا مگر اس نے کچھ نہ بتایا جب اس سے زیادہ اصرار سے پوچھا جاتا تو وہ رو دیتا!

سعد اس کا رونا نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس لئے چپ ہو جاتا اور ریاض اٹھ کر چل دیتا۔ ریاض کی دوستی کا اقتضا یہ تھا کہ وہ سعد سے اپنے دردِ دل کا حال بیان کرنے کی کوشش کرتا۔ لیکن وہ مجبور تھا"

ایسا کرنے سے وہ ہمیشہ کے لئے اپنی معشوقہ کے دیدار سے محروم رہ جاتا. کیونکہ جس سرزمین کا وہ رہنے والا تھا. جس ملک میں اس نے پرورش پائی تھی - وہاں کا یہ قانون تھا کہ جو شخص کسی پریزاد پر شیدا ہو جاتا اور اسکے عشق کا حال کھل جاتا. انکی شادی ہونا تو بجائے خود رہا وہاں کا ایک جگہ مل کر بیٹھنا اور دور سے دیکھ لینا غیر ممکن تھا۔

وہ ان باتوں کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس لئے کسی پر درد دل کا اظہار نہ کرتا تھا سعد ریاض کے اشکبار ہونے۔ آہ کرنے اور زرد پڑ جانے سے یہ سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی ماہرو کے زلف گرہ گیر کا اسیر و شیدا ہو گیا ہے. لیکن وہ حور طلعت کون ہے۔

اس کے معلوم کرنے کیلئے وہ بیتاب اور بیقرار تھا۔ اسی لئے وہ بار بار ریاض سے دریافت کرتا تھا۔ اس نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ اس پری پیکر کا جس نے اس کے دوست ریاض کا دل لیکر اسے دردالم میں مبتلا کر دیا ہے. پتہ معلوم ہوتے ہی اسکی شادی کے سر توڑ کوشش کریگا - اسے کامیابی کی امید اس لئے تھی کہ اول تو ریاض خود اچھے گھرانے کا چشم و چراغ تھا. شریف اور غیور خاندان کا فرد تھا۔

مالدار تھا۔ ان تمام اوصاف کے باوجود وہ فوج کا سردار بھی تھا. نیز سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خوبرو. نوجوان اور شریف طینت انسان تھا. کسی شخص کو بھی کسی حالت میں اسے اپنا داماد بنانے میں کوئی عذر اور حیلہ جوئی کا موقعہ نہ مل سکتا۔ اور بالفرض اگر کوئی رکاوٹ حائل بھی ہوتی تو وہ کوشش کرتا "۔

چونکہ اس کے خاندان کا تمام عرب میں عزو وقار تسلیم تھا اس لئے اسے یقین کامل تھا کہ اس کی سفارش کسی طرح سے بھی مسترد نہ کیجائے گی۔ ان وجوہات کے ہوتے ہوئے اس خیال میں ریاض کی کامیابی میں شبہ کی گنجائش نہ تھی "۔

لیکن وہ ریاض سے مجبور تھا۔ اسے وہ اپنا راز نہ بتاتا تھا۔ اور بغیر اظہار حقیقت کے کوئی کوشش نہ کی جاسکتی تھی۔ سعد اور ریاض آجکل کے دوستوں کی طرح نہ تھے جو ذرا ذرا سی بات پر بگڑ کر ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔

ان کا خلوص اور محبت پائیدار تھی۔ سعد کو کبھی بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا تھا

کہ ریاض اس پر بھروسہ نہیں کرتا ہے اگر اسے اس پر اعتماد ہوتا تو وہ اپنا ہمراز بناتا۔ نہیں وہ سچے دوست تھے۔ ان کی دوستی خالص اور بے لاگ تھی اس لئے سعد کو کوئی ملال نہ تھا۔ وہ برابر دریافت حال کی کوشش کر رہا تھا۔

ریاض کا یہ معمول تھا کہ روزانہ پہاڑی پر جاتا اور کسی درخت کے سائے میں پھولوں کے تختہ پر بیٹھ کر کسی کی یاد میں مستغرق ہو جاتا۔ اسے دوبارہ اس حور وش کا دیدار نصیب نہ ہوا تھا۔ جس نے اس کا صبر و قرار لوٹ لیا تھا۔ دراصل وہ شریف طینت انسان تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ پردہ نشینیاں عرب میں تاک جھانک کرتا پھرے وہ سمجھتا تھا کہ اس طریقہ سے اس کی معشوقہ بدنام ہو جائے گی۔ اور یہ اسے کسی طرح سے گوارا نہ تھا۔

"ایک روز صبح کی نماز پڑھ کر وہ پہاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ جب وہ پہاڑی کے قریب پہنچا تو اس نے چند کمسن لڑکیوں کو سبز سبز گھاس پر کھڑے دیکھا۔ اس نے انکی طرف دیکھا۔"

وہ سر جھکائے ہوئے جا رہا تھا۔ ابھی وہ چند قدم ہی چلا تھا کہ کسی نے کہا۔" یہ ہے۔ وہ ریاض جس کی بہادری کی۔ تعریف کی جاتی ہے"

وہ اپنا نام سنکر ٹھٹکا اور بے اختیارانہ طریقہ سے اسکی آنکھیں ان دوشیزہ لڑکیوں کی طرف اٹھ گئیں۔"

وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ جبکہ اس نے لڑکیوں میں اس پری جمال کو دیکھا جس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش تھی۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر اس حور نگاہ کو بھی دیکھنے لگا۔"

یہ لڑکی اسقدر خوبصورت تھی کہ اس کے روشن چہرے سے حسن کی شعاعیں نکلتی رہتی تھیں۔ نا ممکن تھا کہ کوئی نظر بھر اس کے رخ روشن کو دیکھ سکے۔"

ریاض نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھنے کی کوشش کی لیکن تجلیات حسن نے اس کی آنکھوں میں چکا چوند پیدا کر دی۔"

اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسے اپنی اس کیفیت پر سخت تعجب ہوا۔ اس ماہ تمثال نے اپنی بڑی بڑی اور ہوش ربا نگاہیں اٹھا کر ایک نظر ریاض پر ڈالی۔"

پوری نہیں۔ سرسری طور پر دیکھا۔ شرم سے نگاہیں جھکا دیں۔ ناز و حسن نے دیکھنے کی اجازت نہ دی۔"

اس نے نہایت لاپرواہی سے نیز کمال شان استغنائی سے منہ پھیر لیا۔ ریاض پر اس کی ترچھی ادائی نے اور بھی ستم ڈھایا۔ وہ سمجھا کہ حور زادی پری پیکر جس پر وہ فدا ہے اس سے نفرت کرتی ہے۔ یا نفرت نہیں کرتی تو اسے اچھا بھی نہیں سمجھتی۔

اس سے اسے کمال صدمہ ہوا۔ اور اس کا دل وفور یاس سے بیٹھ گیا۔ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی اس کی قریب ترین عزیزہ تھی۔"

اس کا نام مرزوعہ تھا۔ وہ عملوق کی بیٹی تھی۔ نہایت حسین اور شوخ طبع تھی لکھی پڑھی تھی۔ بدیں وجہ اسے شعر و شاعری کا شوق تھا۔"

اس نے ریاض کی کیفیت دیکھی۔ اس کے دل میں اس کی حالت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔

اس نے کہا: "ریاض تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

ریاض بہت زیادہ غمگین معلوم ہونے لگا تھا۔ اس نے کہا:"

مرزوعہ۔ کئی روز سے میری طبیعت خراب ہے!

مرزوعہ۔ تمہارے چہرے سے حسرت برس رہی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟"

ریاض کیا جواب دیتا۔ وہ حسرت و یاس کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ ایک اور لڑکی نے کہا۔ یا تو اس جگہ کی آب و ہوا ان کی طبیعت کے خلاف ہے یا کوئی اور افتاد آپڑی ہوگی۔"

مرزوعہ نے اس لڑکی سے خطاب کرتے ہوئے کہا: "سلمیٰ! تم نے ٹھیک کہا۔ آب و ہوا کی خرابی نہیں بلکہ کوئی اور ہی بات ہے۔"

سلمیٰ بھی نہایت خوبصورت تھی۔ یہ نعمان کی بیٹی تھی۔ اس نے مزروعہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا:"

"مجھے ان پر بڑا ہی ترس آرہا ہے"

ریاض ان دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ ان کی ہمدردی نے اس کے دل کو اس قدر گداز کر دیا تھا کہ اگر بدنامی کا خیال نہ ہوتا تو وہ بالضرور رو دیتا اور ان ہردو کمسن لڑکیوں سے جو اس سے اظہار ہمدردی کر رہی تھیں اپنے دل کا راز بیان کر دیتا۔

وہ کبھی کبھی دزدیدہ نظروں سے اس غارت گر ایمان کو دیکھ لیتا۔ جس کی نگاہ ناز نے اس کے دل میں خلش پیدا کر دی تھی۔

وہ ناز آفرین لڑکی ایک خوبصورت پرندہ کو دیکھ رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اسے ان لڑکیوں اور ریاض کی گفتگو سے کوئی دلچسپی نہیں ہے"

مزروعہ نے اسکی طرف دیکھ کر کہا:" لیلےٰ ادھر کیا دیکھ رہی ہو؟"

لیلےٰ نے مزروعہ کو دیکھا اور اس نے متانت سے جواب دیا۔ کچھ نہیں دیکھو آفتاب زیادہ بلند ہو گیا ہے۔ لہذا آؤ اب واپس چلیں!"

یہ کہتے ہی وہ اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور سب لڑکیاں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیں۔

ریاض کا دل اس سیم تن کی اس کج ادائی اور بے رخی سے بالکل ٹوٹ گیا۔ اس نے ایک گہرا ٹھنڈا سانس لیا۔ اور اس جفا پیشہ کو دیکھنے لگا۔ جو سرد مہری سے اس کے دل پر اور چرکا لگا گئی تھی۔

وہ دیکھتا رہا کہ وہ کافرادا جس کی ہر ہر ادا پر وہ ہزار جان سے والہ شیدا تھا۔ ایک ادائے جانانہ کے ساتھ سبزہ کو پامال کرتی اور اپنی ان نگاہوں کو مسلتی ہوئی چلی جا رہی تھی جو وہ اس کے ہر قدم کے پیچھے بچھا رہا تھا:"

جب وہ کسی قدر فاصلے پر چلی گئی تو اس نے پھر ایک ٹھنڈا سانس لیا اور آہستہ آہستہ سے کہا۔

اے رشکِ قمر، پری پیکر! تو کس قدر بے رحم ہے۔ جزوعہ نے اس کا نام لبنیٰ لیا تھا۔
اسے آج سے پہلے اس زاہد فریب کا نام تک بھی معلوم نہ ہو سکا تھا۔ آج اتفاقیہ معلوم ہو گیا
تھا۔ جس طرح سے اس کی پیاری صورت اس کے دل پر نقش ہو گئی تھی اسی طرح اس کا
نام بھی دل پر منقش ہو گیا تھا۔"

اس نے کہا: "لبنیٰ! آہ کیا پیارا نام ہے اس رشکِ لیلےٰ کا نام لبنیٰ ہی ہونا چاہئے تھا
آج وہ پہاڑی کی طرف نہ گیا۔ بلکہ وہاں سے لوٹ کر اپنے خیمے پر جا پہنچا۔ اور خیمہ
کے اندر جا کر کپڑا اوڑھ کر فرش پر پڑ رہا۔

" وہ لبنیٰ پر ہزار جان سے شیفتہ ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں لبنیٰ بسی ہوئی تھی
زبان پر لبنیٰ کا نام تھا۔ اور دل میں لبنیٰ کی تصویر تھی۔ اسے اس طرح سے منہ لپیٹے ہوئے
پڑے تھوڑی دیر گزری تھی کہ سعد خیمہ میں داخل ہوا۔"

" وہ ریاض کو اس طرح سے پڑے ہوئے دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اور کچھ دیر کھڑا
رہ کر وہ اسے دیکھتا رہا۔ ریاض خیالِ یار میں محو تھا۔ اسے اس کے آنے کی خبر بھی
نہ ہوئی۔"

سعد بڑھ کر اس کے قریب گیا۔ اور اس نے محبت بھرے لہجہ میں آہستہ سے
پکارا "پیارے ریاض۔"

"ریاض چونک پڑا۔ وہ خیالات کے بحرِ ذخار سے نکل اور اس نے چادر کا پلہ
منہ سے ہٹا کر دیکھا۔"

سعد کو کھڑے ہوئے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھا۔ اور اس نے کہا: "بھائی سعد آؤ
بیٹھ جاؤ۔"

سعد اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے غور سے ریاض کو دیکھا۔ ریاض کا چہرہ
اترا ہوا تھا۔ سعد تڑپ گیا اور اس نے کہا۔

"ریاض خدا کے لئے بتا دو کہ تمہیں کیا غم ہے؟"

اس ہمدردی کو دیکھ کر ریاض کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اور قریب تھا

کہ وہ راز دل زبان سے بیان کر دے کہ فوراً لبنیٰ کی معصوم صورت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور فوراً اس کا خیال بدل گیا۔

اس نے دل میں کہا: "میں اس معصوم دوشیزہ کو بدنام نہ کروں گا! اس کے فراق میں گھل گھل کر مر جاؤں گا۔ مگر اس کی محبت کا راز زبان پر نہ لاؤں گا۔"

یہ خیال کرتے ہی وہ سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ سعد نے پھر کہا: "ریاض خدا کے لیے بتا دے کہ آخر تجھے کیا غم ہے؟"

ریاض نے آہستہ سے کہا: "کچھ نہیں سعد! تم زیادہ اصرار نہ کرو۔"

سعد: "میں ہرگز اصرار نہ کرتا اگر تمہیں اسقدر مضطرب الحال اور پریشان خاطر نہ دیکھتا۔"

"ریاض۔ اب میں مضطرب نہ ہوں گا۔"

سعد نے جلدی سے کہا: "یہ غیر ممکن ہے۔"

ریاض نے تعجب خیز نظروں سے سعد کو دیکھ کر دریافت کیا: "غیر ممکن کیوں ہے؟"

سعد نے متانت بھرے لہجہ میں جواب دیا: "اس لیے کہ تمہاری حالت یہ بتا رہی ہے کہ تم کسی کو اپنا دل دے چکے ہو۔ اور جب تک درد دل کا علاج نہ ہوگا اضطراب دور نہیں ہو سکتا۔"

سعد کی اس گفتگو سے گویا ریاض پر بجلی سی گر گئی۔ جس راز کو وہ چھپانا چاہتا تھا اس کے دوست نے وہ معلوم کر لیا تھا۔ اسے افشائے راز سے اپنی بدنامی کا خیال نہیں تھا بلکہ اس کی رسوائی کا خوف تھا۔ جس کی محبت میں وہ جل رہا تھا۔

اسے اس افشائے راز سے کمال صدمہ ہوا۔ حالانکہ اس نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا تھا۔ تاہم اپنی نظروں میں وہ خود قصوروار نظر آنے لگا تھا۔

سعد اس کی یہ کیفیت نہایت غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے چہرے سے وہ خیالات معلوم کر لیے تھے جو اسوقت اسکے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

اس نے کہا: "ریاض! اقرار کرو کہ تمہیں کسی حور وش سے محبت ہو گئی ہے۔ ریاض

نے سر جھکا لیا" اور کہا۔

"نہیں سعد! یہ بات نہیں ہے"

سعد نے کہا: "تم لاکھ انکار کرو میں ماننے والا نہیں ہوں۔ تم مجھے نہیں بتاتے تو نہ بتاؤ میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ میں تمہارا راز دریافت کر کے رہوں گا!"

ریاض نے کہا: "میرا کوئی راز نہیں ہے"

سعد: "خیر دیکھا جائے گا"

تھوڑی دیر اور بیٹھ کر سعد اٹھا اور چلا گیا۔ ریاض کو اس بات کا فکر ہوا کہ سعد اس کا راز دریافت کرنے کی فکر میں لگ گیا ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اب اور بھی محتاط رہوں گا"

وہ شام تک خیمہ میں پڑا رہا۔ نماز بھی خیمہ میں پڑھی۔ شب بھر فراقِ یار میں کروٹیں بدلیں۔ صبح بیدار ہو کر نماز پڑھی۔

قرآن کریم کی تلاوت کی اور جب آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا۔ تو وہ حسب معمول پہاڑی کی جانب روانہ ہوا۔

جب وہ اس میدان میں پہنچا جہاں گزشتہ روز اس نے لبنیٰ کو دیکھا تھا تو وہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ آج یہ میدان خالی تھا۔ اور خالی میدان دیکھ کر اسے کمال رنج ہوا۔

وہ سرد آہ بھر کر آگے بڑھا۔ چند ہی قدم کے فاصلے پر ایک درہ تھا وہ درہ میں داخل ہوا۔ اس درّہ کے دونوں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ جو کہ سبزہ سے لدی ہوئی کھڑی تھیں"

کچھ دور چل کر داہنی طرف ایک شگاف تھا۔ وہ شگاف میں گھس گیا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے کرنے پر ایک پر بہار وادی شروع ہو گئی۔ اس وادی میں ہر طرف پھولوں کے تختے تھے"

رنگ برنگ کے خوشنما پھول کھل رہے تھے۔ وہ خوشبو سے تمام وادی مہک

رہی تھی۔ ریاض قدرت کی اس گلکاری کو دیکھتے ہوئے سر جھکائے بڑھا چلا جا رہا تھا۔

"دفعتاً اس نے اپنے قریب سے سسکی کی آواز سنی"

وہ چونک پڑا اس نے داہنی طرف دیکھا۔ اسے پھولوں کے تختہ کے پاس لبنیٰ کھڑی نظر آئی۔ جو کہ اپنی انگلی میں پھونکیں مار رہی تھی۔

ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر مبہوت کھڑا رہ گیا۔ اس وقت لبنیٰ تنہا تھی۔ وہ بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ سیاہ گیسوؤں کی لمبی لمبی لٹیں ہر دو عارض کے دونوں طرف سے نکلی ہوئی گداز سینہ کے دونوں طرف پڑی تھیں۔ زلفوں میں پھولوں کے گچھے لگے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ وہ اپنی بڑی بڑی اور خوبصورت آنکھیں بظاہر اپنی انگلی پر جمائے ہوئے تھی۔

مگر گاہے بگاہے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو بھی دیکھ لیتی تھی۔ اس بت طناز کو دیکھ کر ریاض کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ رعب حسن سے اسکے قدم گڑ گئے اور محبت و حسرت آمیز نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"نہ معلوم پھولوں کے گرد یہ کمبخت کانٹے کیوں آ لگتے ہیں"

ریاض نے سمجھ لیا کہ پھول توڑتے وقت اس کا نرم ہاتھ کوئی کانٹا لگ گیا ہے۔

وہ آہستہ سے بڑھ کر لبنیٰ کے قریب پہنچا۔

اس نے کہا "کیا میں دیکھ سکتا ہوں کہ ظالم کانٹا کہاں لگ گیا ہے؟"

لبنیٰ نے ہوش ربا و سحر خیز نظریں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض ان جادو نگار نگاہوں سے مسحور ہو گیا۔ اس کا دل پہلے سے بھی زیادہ زور زور سے دھڑکنے لگا لبنیٰ نے اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

ریاض نے نہایت محبت اور بڑے پیار سے آہستگی کے ساتھ اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ لیا۔

پری جمال لبنیٰ کا ہاتھ گورا اور گداز تھا ہتھیلی صاف. نرم اور ملائم تھی انگلیاں پتلی اور لمبی تھیں. ناخن ہلکے رنگ کے گلابی تھے۔ انگلیوں کی پوروں سے حسن کی لو نکلتی معلوم ہو رہی تھی۔

ریاض اس پیکر حسن کا ہاتھ دیکھ کر اس کے نظارے میں کچھ ایسا محو ہوا کہ اسے دنیا ومافیہا کی خبر نہ رہی۔ وہ اس بات کو بھول گیا کہ کیوں اس نے حور وش لبنیٰ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

نیز اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ نازک اندام دوشیزہ کی انگلی میں کانٹا لگا ہوا ہے۔ اور اس کانٹے سے اسے تکلیف ہو رہی ہے۔

اگر اس کی نگاہیں لبنیٰ کے گورے گورے اور ملائم ہاتھ نیز لمبی لمبی نازک خوبصورت انگلیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اسے کانٹا نظر نہ آیا۔

در اصل اس نے کانٹے کو دیکھا ہی نہ تھا۔ وہ تو انگلیوں اور ہتھیلی کے نظارہ میں ہی محو ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک تو لبنیٰ نے انتظار کیا کہ شاید ریاض کانٹے کو دیکھ رہا ہے اور اس کے نکالنے کی تدبیر سوچ رہا ہے۔ لیکن جب دیر ہو گئی تو اسے خیال ہوا کہ شاید ریاض کی نظر موٹی ہے اور اسے کانٹا نظر نہیں آیا۔

مگر جب زیادہ دیر ہوئی اور اس نے ریاض کی طرف دیکھا تو وہ اسے بے انتہا محبت بھری نظروں سے اپنے نیم عریاں ہاتھ کی ہتھیلی اور انگلیوں کی طرف محو نظارہ دیکھ کر شرما گئی۔

دوشیزگی کی حیا نے اس کے چہرے کے شہابی رنگ کو کسی قدر تیز کر دیا۔ اور وہ پہلے سے بھی زیادہ دلفریب اور حسین نظر آنے لگی۔

ریاض بیچارہ صرف ہاتھ ہی کے نظارہ میں محو تھا۔ اس نے اس وقت اس کے پیارے چہرے کو نہیں دیکھا ورنہ قیامت ہی ٹوٹ پڑتی۔

لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔ اب ریاض ہوشیار ہوا لبنیٰ نے

ترنم ریز لہجہ میں کہا۔

"کیا ابھی تک کانٹا نظر نہیں آیا؟"

ریاض نے ندامت خیز نظروں سے لبنیٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دراصل میں نے ابھی تک کانٹا دیکھا ہی نہیں۔"

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر کہا "اور کیا کر رہے تھے؟"

ریاض اس کا کیا جواب دیتا۔ اس نے انگشت شہادت کو دیکھا اس میں کانٹا لگا ہوا تھا۔ لیکن اوپر ہی تھا۔ ذرا سی کوشش سے نکل سکتا تھا۔ مگر یا تو نازک اندام دوشیزہ نے کانٹا نکالنے کی کوشش نہیں کی یا کانٹے سے ڈر گئی اور نکال نہ سکی یا قصداً نہیں نکالا۔

ریاض نے کمال ہوشیاری سے کانٹا چٹکی سے پکڑ کر کھینچ لیا۔

اگرچہ کانٹا نکلنے سے خون کی جھلک نمودار ہوئی۔ کیونکہ وہ جلد کے اوپر ہی کے حصے میں تھا۔ لیکن نازنین لبنیٰ نے اس پر بھی آہستگی سے سسکی بھری۔ ریاض اس سسکی کی آواز سنکر بے قرار ہو گیا۔

اس نے حور طلعت لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ اپنی انگلی کو دیکھ رہی تھی۔ ریاض نے کہا "کانٹا اوپر ہی تھا خون نہیں جھلکا ہے۔"

لبنیٰ نے ایک دو پھونکیں اپنی انگلی پر مار کر کہا "خون تو بیشک نہیں۔ مگر تکلیف تو ہوئی ہے۔"

ریاض "چونکہ تم بہت زیادہ نازک ہو اس لئے تکلیف کا احساس ہوا۔"

لبنیٰ نے کسی قدر متبسم ہو کر کہا "اس میں نزاکت کو کیا دخل؟ کانٹا لگنے سے تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔"

ریاض اس کے چاند سے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ تبسم نے اس کا چہرہ اور بھی دلفریب کر دیا۔ ریاض کی نگاہیں اس کے چہرے پر جم گئیں اور اس نے کہا۔ بیشک آپکو تکلیف

ہوئی ہے لیکن مجھے نہ ہوئی۔
لبنیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا "تمہارا دل سخت ہے! تم برداشت کر سکتے ہو" ریاض نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:
"میرا دل سخت نہیں ہے بلکہ بہت گداز ہے۔"
لبنیٰ نے بےقرار ہو کر دریافت کیا "گداز کیوں ہے؟"
ریاض نے جواب دیا "میں بتا دیتا۔ مگر آپکی خفگی کا اندیشہ ہے"
لبنیٰ نے تعجب سے ریاض کو دیکھ کر کہا "میری خفگی کا؟ ... اچھا تم اندیشہ نہ کرو۔"
ریاض نے کہا "میرے دل میں کسی کی محبت نے گھر کر لیا ہے۔ اسلئے گداز ہو گیا ہے"
یہ سنتے ہی لبنیٰ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ گھبرا گئی اور اس نے کہا "کس سے محبت ہو گئی ہے۔؟" ریاض نے محبت بھری نظروں سے اس رشک قمر کو دیکھکر کہا۔
"تم سے لبنیٰ! تمہاری الفت نے میرے دلمیں گھر کر لیا ہے" لبنیٰ کا چہرہ فق ہو گیا۔ آنکھیں خوف کے اظہار سے اور بھی کھلی معلوم ہونے لگیں۔ اور نازک لبوں پر خشکی دوڑ گئی۔
ریاض ایک قدم آگے بڑھا۔ اس نے حور ادا کا نرم گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا "تم برا مانو۔ خفا ہو تو سزا دے لو۔ مگر میں ... آج تمہارا پرستار ہوں! میرے دل میں نہیں رگ رگ میں الفت اثر کر گئی ہے۔ لبنیٰ نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر کہا۔
"ریاض! مجھے بدنام نہ کرو! ہائے اللہ کیا میں رسوا ہو جاؤں گی!" ریاض یہ سنکر تڑپ گیا۔ اس نے کہا "لبنیٰ خوف نہ کرو۔ میں تمکو رسوا نہ ہونے دوں گا مر جاؤں گا مگر کسی سے تمہاری محبت کا تذکرہ تک نہ کروں گا۔
لبنیٰ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا "یہ غیر ممکن ہے جس طرح سے تم نے آج میرے سامنے اظہار محبت کیا ہے کل دوسرے کے سامنے بھی ضرور کرو گے اور اسی طرح سے میں بدنام ہو جاؤں گی"
ریاض نے جلدی سے کہا "عصمت مآب دوشیزہ! اطمینان رکھو اب محبت کا نام بھی میری زبان سے نہیں نکلے گا"

تمہارے سامنے اس لئے اظہار کر دیا۔ کہ جب میں تمہاری فرقت میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں تو تم سمجھ لو کہ کوئی ناشاد تم پر سے قربان ہو گیا۔

لبنیٰ نے ترحم خیز نظروں سے ریاض کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں ریاض! تم محبت کو اپنے دل سے نکال دو!" ریاض نے جلدی سے کہا۔

"یہ غیر ممکن ہے۔ میں عذری ؂ ہوں اور اس قبیلہ کے آدمی جب عاشق ہوتے ہیں تو مر جاتے ہیں۔"

لبنیٰ کے پیارے اور روشن چہرے پر غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس نے کہا۔ "ریاض! یہ بری بات ہے۔ محبت سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔"

ریاض نہیں لبنیٰ! خوش آئندہ خواب ہے۔ جب تک مجھے محبت نہ ہوئی تھی میرے شب و روز مشکل سے کٹتے تھے۔ لیکن جب سے محبت ہو گئی ہے۔ خوب ایام گذر رہے ہیں۔"

لبنیٰ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ ایک آواز آئی۔ "ریاض میں نے آج تمہاری محبت کا راز معلوم کر لیا۔"

دونوں چونکنے ہو کر اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے آواز آئی تھی۔ ادھر سے

؂ تمام عرب بلکہ عرب ہی کیا ساری دنیا میں قبیلۂ بنی عذرہ عشق بازی کے لئے مشہور رہا ہے اسی قبیلہ میں قیس بن عامر ہوا تھا جسکو دنیا مجنوں کے نام سے یاد کرتی ہے۔ عشق کی بدولت "عذری" یہاں تک مشہور ہوئے تھے کہ العشق من بنی عذرہ فلاں شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے کہ مثل مشہور ہو گئی تھی۔ ایک اعرابی نے کسی سے پوچھا کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اسی قبیلہ سے ہوں۔ جس کے لوگ جب عاشق ہوتے ہیں تو ضرور مر جاتے ہیں۔ ایک لڑکی سن رہی تھی۔ اس نے بے ساختہ کہا: "عذری (رب الکعبہ)" یعنی خدا کی قسم تو عذری ہے گویا عذری قبیلہ میں عشق و محبت ودیعت کی گئی ہے۔ اس قبیلہ کا ہر شخص عاشق مزاج ہوتا ہے۔ (صادق صدیقی)

سعد آتا ہوا نظر آیا۔ ریاض اسے دیکھکر شرمندہ ہو گیا۔ اور لبنیٰ پر خوف طاری ہو گیا۔
بیساختہ اس کی زبان سے نکلا ”آہ سعد آگیا“ اور اس پر غشی طاری ہو گئی۔ قریب تھا
کہ وہ بیہوش ہو کر فرش پر گرے کہ ریاض نے اسے گرتے ہوئے دیکھ لیا ”
اس نے جلدی سے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔ حور طلعت لبنیٰ کا سر ریاض
کے شانے پر آ کر رک گیا۔ سعد بھی لپک کر قریب آگیا اور اس نے اپنے کرتے کے دامن سے
اس ناہوش کو ہوا کرنا شروع کی۔
ریاض حیران تھا کہ سعد کو دیکھتے ہی لبنیٰ کیوں بیہوش ہو گئی ہے۔ اس نے بہت
کچھ غور کیا۔ لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اب یہ دونوں پری جمال لبنیٰ کو ہوش میں
لانے کی فکر کرنے لگے۔

تیسرا باب

”احساس ندامت“

کچھ عرصہ کے بعد لبنیٰ نے اپنی ہوشربا آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سعد اب تک اسے
ہوا کر رہا تھا۔ اور اس کا دلدادہ ریاض اسے اپنی آغوش میں لیئے ہوئے تھا۔ اس
کا نازک سر ریاض کے شانے پر رکھا تھا۔
اس نے ہوش میں آتے ہی آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ اور اس کی آغوش سے
نکل کر الگ کھڑی ہو گئی۔ اس وقت وہ شرم و حیا کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ نازک سر
بار حیا سے جھکا ہوا تھا۔ اور آنکھیں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔
بھولے اور پر نور چہرے پر انتہائی شرم کی علامتیں ہویدا تھیں۔ پھول سے رخسار
پسیج کر عرق آگیں ہو گئے تھے۔ ریاض کی نظروں میں وہ اس وقت پیکر نور
اور حسن و خوبصورتی کی بہترین تصویر معلوم ہو رہی تھی۔ شہابی گال پسیج کر گلاب
کا پھول بن گئے تھے۔

ریاض میٹھی میٹھی نظروں سے اس دُرِ یکتا عرب کے چاند کو دیکھ رہا تھا۔ سعد نے اس حور طلعت پری چہرہ سے خطاب کرتے ہوئے دریافت کیا۔ لبنٰے اب کیسی طبیعت ہے؟"

لبنٰے نے سر جھکائے ہوئے نغمہ زا لہجہ میں کہا "اچھی ہے بھائی جان میں آپ کی نظروں میں خطاوار ہوں۔ لیکن گناہگار نہیں ہوں"۔

ریاض نے جلدی سے سعد کی طرف دیکھا۔ سعد کے لبوں پر خفیف سا تبسم تھا۔ ریاض کو حیرت ہوئی تھی کہ لبنٰے سعد کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئی۔ اب یہ معمہ حل ہو گیا۔ لبنٰے نے سعد کو بھائی جان کہا تھا۔ جس سے ریاض سمجھ گیا کہ لبنٰے سعد کی ہمشیرہ ہے۔"

یہ دونوں دوست عرب سے فلسطین آئے تھے۔ اور وہاں سے عمرو بن العاص کے لشکر میں شریک ہو کر یہاں آ گئے تھے۔ ریاض تنہا آیا تھا۔ لیکن سعد کے ہمراہ اس کی ہمشیرہ آئی تھی"۔

ریاض کو یہ معلوم تھا کہ سعد کے ساتھ اس کی بہن بھی ہے۔ لیکن نہ اسے اس کی بہن کا نام معلوم تھا۔ اور نہ اس نے اسے کبھی دیکھا تھا۔

ان دونوں کے ساتھ ان کے وطن سے اور بھی بہت سے اعرابی آئے تھے۔ ان میں سے بھی اکثروں کے ساتھ عورتیں آئی تھیں۔ عورتیں الگ رہتی تھیں مرد الگ"۔

اس وجہ سے ریاض کو لبنٰے کے دیکھنے کا موقع نہ ملا تھا۔ آج اتفاقیہ طور سے اسے معلوم ہوا کہ لبنٰے وہ لبنٰے جس پر وہ ہزار جان سے شیفتہ ہو چکا تھا۔ اس کے دوست کی ہمشیرہ ہے"۔

اس انکشاف پر اسے سخت افسوس ہوا اور اس افسوس کے ساتھ ندامت کا حصہ زیادہ تھا۔ اس نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا۔

سعد نے پری جمال لبنٰے سے خطاب کرتے ہوئے کہا "لبنٰے میں نے تمام باتیں سُن

لی ہیں۔ تو میری نظروں میں نہ خطاکار ہے نہ گناہگار ہے.....

ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں گناہگار ہوں ساری خطا میری ہے میں کسی شریف آدمی کے پاس بیٹھنے کے لائق نہیں۔

ریاض بہت افسردہ خاطر اور شرمندہ تھا۔ سعد مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا دوست! تمہارا کچھ قصور نہیں ہے تم لیلےٰ کو نہیں جانتے تھے۔ اگر تم اس سے واقف ہوتے تو اسے اپنی عزیزہ سمجھتے اور جو کیفیت تمہاری ہوئی ہے وہ ہرگز نہ ہوتی۔

لیکن تم نے کسی دوشیزہ سے محبت ہونے پر بھی اپنا وطیرہ شریفانہ رکھا ہے۔ اور جس طرح محبت کے راز کو چھپایا ہے۔ اس سے تمہاری اصلی شرافت کا اظہار ہوتا ہے۔"

ریاض کی آنکھیں جھکی ہوئی تھیں اور وہ فرطِ شرم وحیا سے زمین میں گڑا جا رہا تھا جس پری جمال سے اس کو محبت ہو گئی تھی وہ اس کے دوست کی ہمشیرہ تھی۔ کسی طرح سے بھی شرافت کا اقتضا یہ نہ تھا کہ وہ اپنے دوست کی ہمشیرہ پر محبت کی نظر ڈالتا۔

اگرچہ دل پر کسی کا قابو نہیں ہوتا۔ محبت رک نہ سکی تھی۔ لیکن اگر اسے پہلے معلوم ہوتا کہ وہ جس حور طلعت کو پیار کرنے لگا ہے۔ وہ اس کے دوست کی عزیزہ ہے تو وہ محبت کو بڑھنے نہ دیتا۔ مگر لاعلمی میں اسے اس ہم روزگار سے محبت ہو گئی تھی۔

ادھر ست شباب لیلےٰ شرم وحیا کی پتلی بنی کھڑی تھی۔ دونوں شرمندہ تھے بڑھی ہوئی حیا نے دونوں کے چہروں کو دل فریب بنا دیا تھا سعد نے ریاض سے کہا۔

"ریاض! آخر تم اس قدر شرمندہ کیوں ہو۔ تمہارا قصور کیا ہے؟"

ریاض نے کہا: "دوست! اس وقت سخت تکلیف ہو رہی ہے میں شرم و ندامت سے کٹا جا رہا ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

یہ کہتے ہی وہ سعد کے پاس جا کر دو زانو کھڑا ہو گیا۔ اس نے مکرر کہا "خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔"

سعد نے آہستہ سے اسے اٹھایا اور اسے اپنے سینہ سے لگا کر کہا۔ ریاض تم مجھے گناہگار نہ بناؤ۔ تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اور اگر تم خود کو گناہگار اور خطاکار سمجھتے ہو تو میں نے معاف کر دیا۔ آؤ اب لشکرگاہ میں واپس چلیں۔

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ وہ سعد کے ہمراہ سر جھکا کر روانہ ہوا۔ لبینا بھی کمال نزاکت کے ساتھ دلوں کو مسلتی ہوئی روانہ ہوئی۔

یہ تینوں اس وادی سے نکل کر درہ میں آئے اور آہستہ آہستہ لشکرگاہ میں داخل ہوئے۔

سعد نے لبینا کو رخصت کر دیا۔ اور وہ اپنے خیمہ کی جانب روانہ ہوئی۔ سعد ریاض کے ہمراہ اس کے خیمہ کی طرف چلا۔

ریاض کا خیمہ تدرے فاصلہ پر تھا۔ اسلامی لشکر بھی دور تک خیمہ زن ہوتا چلا گیا تھا۔ خیمے قطار در قطار دور تک نصب ہوتے چلے گئے تھے ہر قطار چھ فرلانگ طویل تھی۔ خیموں کی قطاروں کے سامنے گھوڑے کھڑے تھے۔ گھوڑوں کے بعد آمد و رفت کے لئے راستہ تھا۔ اور راستے کے بعد پھر خیموں کی قطار تھی۔

اس طریقہ پر مجاہدین کے خیمہ زن ہونے سے دور تک خیمے نصب ہوتے چلے گئے تھے۔ نیز اس طرح سے خیمہ زن ہونے سے اسلامی لشکر کی تعداد دوگنی معلوم ہونے لگی تھی۔

سعد اور ریاض آہستہ آہستہ جا رہے تھے۔ اس وقت آفتاب بہت کچھ بلند ہو گیا تھا دھوپ خیموں کے اوپر پھیل گئی تھی۔ اور سفید سفید خیمے دھوپ میں چمک رہے تھے۔

مجاہدین اسلام خیموں کے سامنے گھاس کے فرش پر بیٹھے ہوئے نہایت اطمینان سے کسی نہ کسی کام میں مصروف تھے۔ کوئی اپنے کپڑوں میں پیوند لگا رہا تھا۔ کوئی ہتھیار صیقل کر رہا تھا۔

کوئی گھوڑے کو مل رہا تھا۔ اور کوئی قرآن کریم حفظ کر رہا تھا۔ اور بہت سے مسلمان خاموشی سے بیٹھے سُن رہے تھے۔

غرض کہ ہر مسلمان کسی نہ کسی کام میں مشغول تھا۔ اور بیکار کوئی نہ بیٹھا تھا سعد

اور ریاض دونوں خاموش چلے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے خیمہ آ گیا۔ دونوں خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

سعد نے کہا۔ ریاض سنو! میں اس لئے تمہارے ساتھ آیا ہوں۔۔۔۔ ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "تاکہ تنہائی میں مجھے میری نازیبا حرکت پر سرزنش کرو!"

سعد نے متانت کے لہجہ میں کہا۔ نہیں فضول۔ شرمندہ اور پریشان ہو رہے ہو۔ تم نے کوئی نازیبا حرکت اور خلاف شرافت کام نہیں کیا ہے۔ میں تمکو سرزنش کرنا نہیں چاہتا۔

ریاض۔ پھر آئے کس لئے ہو؟"

سعد میں خوش ہوں کہ تم کو جس لڑکی سے محبت ہو گئی ہے وہ میری حقیقی ہمشیرہ ہے۔ وہ ماشاء اللہ جوان ہے۔ دنیا میں اس کا میں ہی بھائی اور میں ہی باپ ہوں اس کے عقد کا فکر تھا۔ اب وہ فکر دور ہو گیا۔

سعد خاموش ہو کر ریاض کی طرف دیکھنے لگا۔ سعد کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ اور سعد و لبنیٰ یتیم و لیسیر ہو گئے تھے۔ ان دونوں بھائی بہن میں بہت زیادہ محبت تھی۔ سعد کسی طرح سے بھی لبنیٰ کا دل میلا نہ ہونے دیتا تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ میدان جنگ میں لایا تھا۔

ریاض ابھی تک شرم سے سر جھکائے ہوئے تھا۔ جب سعد خاموش ہوا تو ریاض نے ندامت آلود نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ سعد نے کہا۔ ریاض بخدا! میرا فکر دور ہو گیا ہے۔ تم شریف، نیک، بہادر اور ہونہار نوجوان ہو۔ میرے دوست ہو۔ ہم قبیلہ ہو۔

اگرچہ عرب کا یہ آئین ہے کہ جن دو دلوں میں محبت ہو جاتی ہے۔ ان کو کسی طرح سے بھی آپس میں نہیں ملنے دیتے۔ ہر اعرابی اس پر اپنی ذلت محسوس کرتا ہے۔ مگر میں اسے عزت سمجھتا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ بخدا وہ نہ ہو۔ لبنیٰ تمہاری ہے۔

ریاض یہ سنکر ہمہ تن شکریہ بن گیا۔ اپنے دوست کی یہ مہربانی دیکھ کر وہ حیرت زدہ ہو گیا۔ فرط حیرت سے زبانی شکریہ بھی ادا نہ کر سکا اور نہ کوئی دیگر الفاظ

ہی اس کی زبان سے نکل سکے۔"

سعد نے پھر کہا۔ دوست! تم پریشان خاطر ہو رہے ہو۔ لہٰذا تمکو یکسوئی حاصل کرنے کے لیئے تنہائی کی ضرورت ہے۔ میں اب جا رہا ہوں انشاءاللہ کل پھر آؤں گا۔ یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا اور خیمہ سے باہر نکل کر چلا گیا۔ ریاض پر کچھ ایسی سرشارانہ حیرت و بےخودی اثرانداز ہو رہی تھی۔ کہ نہ وہ سعد کو روک سکا اور نہ کچھ کہہ سکا۔

جب سعد چلا گیا تو اس نے آہستہ سے کہا۔ شریف دوست! تم کس قدر فیاض اور نیک نیت ہو وہ خیمہ میں بیٹھ گیا۔ اور خیالات میں ایسا محو و منہمک ہوا کہ دنیا اور ما فیہا سے بےخبر ہو گیا۔ اسے بحر تخیلات میں غواصی کرتے عرصہ گذر گیا یہانتک کہ آفتاب نصف النہار پر آ پہونچا۔

"خدا جانے وہ کب تک اسی طرح سے بیٹھا رہتا کہ اس کا خادم حاضر ہوا اور اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ ریاض کو بھوک نہ تھی لہٰذا اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔"

خادم چلا گیا۔ اور ریاض اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ کر سو رہا جب ظہر کی اذان ہوئی تو وہ نماز کیلئے اٹھا۔ اور اس میدان میں پہنچا جہاں تمام مجاہدین نماز کے لیئے جمع ہو رہے تھے سب کے ساتھ اس نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر جلدی سے وہ لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا واپس خیمہ میں آ کر پھر پڑ رہا۔

وہ سارا دن خیمہ میں پڑا رہا۔ ندامت نے اسے باہر نکل کر لوگوں سے آنکھیں چار کرنے کی جرأت نہ ہونے دی۔ رات کو اس نے خادم کے اصرار و تکرار سے کچھ کھانا کھایا۔ اور عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر جا لیٹا۔ پڑتے ہی اسے خیال آیا کہ اس سے ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے جو عربوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً کسی شریف آدمی سے سرزد نہ ہوئی ہو گی۔ کسی دوست کی ہمشیرہ سے محبت کرنا ناقابل معافی جرم ہے۔ جو کہ انسانیت کے خلاف اور شرافت کے منافی حرکت تھی۔

اس خیال نے اسے اپنی ہی نظروں میں کمال حقیر کر دیا۔ وہ سوسائٹی احباب اعزہ کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ اس نے کہا "صعد جیسا قدر شریف نیکدل، صاف باطن اور مخلص دوست ہے۔ میں اسی قدر رذیل و بدکار، بدباطن اور بدسرشت ہوں میں اس قابل نہیں ہوں کہ شریف عربوں نیک مسلمانوں اور خدا پرست لوگوں میں رہوں۔ مجھے آج ہی نہیں بلکہ ابھی نیک دوستوں اور شریف انسانوں سے کنارہ کش ہو کر اپنا منہ سیاہ کرنا چاہیئے . . . . رات کی تاریکی میں! ہاں ایسی تاریکی میں جیسی کہ میری قسمت تاریک ہے۔ اپنا منہ چھپانا چاہیئے۔

یہ خیال کرتے ہی ریاض اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ خیمہ سے باہر آیا۔ اس وقت رات بھیگ چکی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ بڑھتے ہوئے اندھیرے کی وجہ سے نیلگوں آسمان سیاہ ہو رہا تھا۔

صاف و شفاف آسمان پر تارے چمکے پڑتے تھے۔ اسلامی کیمپ میں جگہ بہ جگہ آگ روشن ہو رہی تھی۔ کہیں کہیں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور ان شعلوں کی روشنی میں قرب و جوار کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔

کچھ مسلمان آگ کے پاس بیٹھے گذشتہ لڑائیوں کے تذکار میں مصروف تھے مگر کہیں کہیں آگ بجھ چکی تھی۔ اور صرف انگارے جگنوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔

ریاض خیمے کے دروازہ سے باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا غلام اسود آگ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے چاہا کہ اسود کی نگاہ بچا کر نکل جائے مگر اسود نے اسے دیکھ لیا۔

وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر ریاض کے پاس آیا۔ اس نے کہا "میرے آقا میرے مولا! آپ نے اس وقت تک آرام نہیں کیا ہے؟"

ریاض نے آہستہ سے جواب دیا "نہیں اسود . . . . تم اپنی جگہ پر جاؤ۔"

اسود نے پھر کہا "میرے نیکدل آقا! کیا آپ ایسی تاریک رات میں کہیں باہر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

ریاض نے اس قدر عجلت سے گویا وہ اس سے اپنا پیچھا چھڑانا چاہتا ہے۔ کہا ہاں۔ میں باہر جا رہا ہوں "
ریاض نے فوراً چلنا شروع کر دیا۔ اسود آہستہ آہستہ اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ اس نے کہا: "میرے مولا! آپ کب واپس آئیں گے۔
ریاض نے چلتے چلتے جواب دیا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ تم جاؤ۔ آرام کرو میرا انتظار نہ کرنا یہ کہتے ہوئے ریاض نے تیز قدمی سے چلنا شروع کیا۔ اسود کو کچھ اور دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ واپس لوٹ آیا۔ اور آگ کے پاس جا بیٹھا۔ اور اپنے آقا ریاض کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔

چوتھا باب

"حسن کا ڈاکو"

اسود تمام رات ریاض کا انتظار کرتا رہا۔ وہ شب بھر آگ کے الاؤ کے گرد بیٹھا رہا۔ وہ ایک لمحہ کے لئے پڑا نہ اس کی آنکھ جھپکی۔ اسے انتشار تھا یہ بات اسکی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ریاض کیوں اور کہاں چلا گیا اور کیوں اب تک واپس نہیں آیا۔
جب وہ نماز پڑھ کر واپس لوٹ کر آیا تھا۔ تو اسے سعد خیمہ کے دروازے پر کھڑا ہوا ملا۔ اس نے بڑھ کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے سلام کا جواب دیکر دریافت کیا۔ "بھائی ریاض کہاں ہیں؟"
اسود کی آنکھوں سے جنہیں خمار نیند بھرا ہوا تھا۔ بیساختہ آنسوؤں کے چند موٹے موٹے قطرے لڑھک کر رخساروں پر بہنے لگے۔ سعد اسکے آنسو دیکھ کر بیقرار اور مضطرب ہوا اس نے جلدی سے پھر دریافت کیا۔
اسود! بھائی ریاض کہاں گئے؟
اسود نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا: "خدا ہی جانتا ہے"۔

سعد یہ سُنکر کمال مضطرب ہوا۔ اس نے سوالات کا تانتا باندھ دیا۔ کب گئے۔ کہاں گئے؟ اور کب تک واپس آنے کے لئے کہہ گئے ہیں۔

"اُس نے غم آلود لہجہ میں جواب دیا"

رات ہی سے گئے ہیں یہ نہیں معلوم کہ کہاں گئے ہیں اور کیوں گئے ہیں۔ میں تمام شب انکے انتظار میں بیدار رہا ہوں۔

اسود کی ان باتوں سے سعد کی بے قراری اور اضطراب الجھن کی صورت اختیار کر گئے۔ اس نے پھر استفسار کیا۔

"کیا وہ پہلے بھی کبھی اسی طرح رات کو غائب رہے ہیں؟"

اسود کبھی نہیں! پہلا ہی موقعہ ہے میں نے تو خیال کر لیا تھا کہ شاید وہ آپکے پاس گئے ہیں۔ اور آپ نے انھیں اپنے یہاں روک لیا ہے۔

سعد کاش! وہ میرے پاس چلے آتے!

سعد فکر مند ہو گیا۔ اسود نے کہا۔

"میرے آقا کل صبح سے چپ چپ اور سخت پریشان تھے۔ وہ تمام دن متفکر اور مغموم خیمہ میں پڑے رہے۔ اور دوپہر کے وقت کھانا بھی نہیں کھایا۔ رات کو بڑی مشکل سے بہت کچھ کہنے سننے سے کچھ کھایا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے انھیں تنہا کیوں جانے دیا۔

اسود بہت زیادہ غمزدہ ہو گیا تھا۔ اگرچہ وہ ایک غلام تھا۔ زرخرید غلام! جس زمانے کا حال ہم لکھ رہے ہیں۔ اس زمانے میں انسانوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ عورت، مرد اور بچے مویشیوں کی طرح سے خریدے جاتے اور بیچے جاتے تھے بڑے بڑے شہروں میں غلاموں کی اور کنیزوں کی منڈیاں تھیں۔ انسانوں کی مرضی کے خلاف انھیں خریدا اور بیچا جاتا تھا۔

ساری دنیا میں یہ وبا پھیلی ہوئی تھی مہذب سے مہذب ممالک میں بھی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ یورپ و ایشیاء میں بیکس اور بے بس غلاموں کی منڈیاں تھیں۔

اکثر بے رحم و ناخدا ترس آقا غلاموں پر اس قدر سختیاں اور سنسنی خیز مظالم کرتے جن کو سن کر جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل [illegible] ما اور مسلمان خصوصاً ان سے روادارانہ سلوک سے پیش آتے تھے۔ وہ جیسا خود کھاتے اور پہنتے ویسا ہی غلاموں کو کھلاتے اور پہناتے تھے۔ نیز ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لیتے تھے۔

یہ کیوں؟ صرف حجاز اسلام کی ہدایت اور اسلام کی برکت کے قدم و حشم سے تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دیگر اقوام کے خلاف مسلمانوں کے غلام اپنے [illegible] ان سے زیادہ مانوس اور اپنے وفادار اور نیز بہی خواہ ہوتے تھے۔ اسود بھی ریاض کا زرخرید غلام تھا لیکن ریاض نے کبھی اسے غلام نہ سمجھا تھا۔ وہ اس کے ساتھ برادرانہ سلوک کرتا رہا یہی وجہ تھی آج اسود اپنے آقا کے لیے کمال مضطرب اور غمزدہ تھا۔

”اس نے سعد سے دریافت کیا۔ کچھ آپ کو میرے آقا کی پریشانی کا سبب معلوم ہے؟“

سعد کو سب کچھ معلوم تھا لیکن وہ افشائے راز اور بدنامی کے خوف سے بتا نہ سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے کہا۔

”سچ پوچھئے تو ریاض کی پریشانی کا کوئی سبب باقی رہا ہی نہ تھا۔ کیونکہ جس پری پیکر پہلے اسے الفت ہو گئی تھی۔ وہ سعد کی ہمشیرہ تھی۔ اور سعد نے قومی روایات اور عربوں کی رسمی معاشرت کے خلاف صاف اور صریح الفاظ میں ریاض کو یقین دلایا تھا کہ جسے وہ پیار کرنے لگا ہے وہ اسی کے لئے ہے۔

اس لیے اب ریاض کیلئے کوئی فکر کوئی پریشانی اور کوئی غم باقی نہ رہنا چاہیئے تھا لیکن ریاض شریف، غیور اور باحمیت انسان تھا۔ اسے شرم دامنگیر ہوئی کہ کیوں اس نے سعد کی ہمشیرہ سے محبت کی۔ حالانکہ اس میں اس کا چنداں قصور نہ تھا۔

اول تو محبت اختیاری نہیں۔ دوسرے وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا۔

اسود نے کہا: میں اپنے آقا کو کہاں تلاش کروں؟“

سعد نے جواب دیا: تم کہیں نہ جاؤ۔ یہ میرا کام ہے۔ میں اسے تلاش کروں گا تم رات بھر سوئے نہیں لہٰذا اب سو رہو۔“

اسود نے ایسی نظروں سے جن میں حسرت و غم اور افسوس بھرے ہو ئے تھے۔
سعد کو دیکھ کر کہا۔
میں سو رہوں حالانکہ میرا آقا کہیں پریشان پھر رہا ہو گا۔
سعد نے اس کی وفاداری دیکھ کر متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ اسود! اگر تم نہ سوؤ گے تو ضرور بیمار ہو جاؤ گے۔ اس لئے تم اطمینان سے سو رہو۔ اور میں ریاض کو تلاش کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔"
یہ کہتے ہوئے سعد واپس لوٹا۔ اسود غم آلود نظروں سے سعد کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا جب وہ دور چلا گیا تو اس نے ایک آہ سرد بھری اور خیمے کے اندر داخل ہو گیا۔
سعد آہستہ آہستہ چل کر زنانہ کیمپ کے قریب پہنچا۔ عورتوں کیلئے خیمے نہایت وسیع مگر گول دائرہ میں اس طرح سے نصب کئے گئے تھے کہ خیموں کے دوسری طرف ایک بڑا امدو میدان چھوڑا گیا تھا۔
جس میں صبح و شام تمام عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے اور قدرت کی دلفریبیوں اور لطیف مناظر سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔
نماز بھی اسی میدان میں پڑھی جاتی تھی۔ خیموں کے باہر کی جانب بھی چاروں طرف تقریباً ایک فرلانگ میدان چھوڑا گیا تھا۔
چونکہ خیموں کے دروازے باہر کی طرف تھے اس لئے مزید پردہ کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ اور ہر مسلمان اپنے اہل و عیال والے خیمے میں بغیر کسی رکاوٹ کے جا سکتا تھا۔

سعد آہستہ سے لبنیٰ کے خیمے میں داخل ہوا ...... خیمے میں داخل ہوتے ہی اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ دروازہ کے سامنے ہی فرش پر بیٹھی تھی۔ اسکا سر جھکا ہوا تھا اسکی نرگسی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ اسکی موٹی موٹی آنکھوں سے برابر اشک رواں تھے۔ وہ اپنی ہمشیرہ کو روتے ہوئے دیکھ کر بے قرار ہو گیا۔
از دیاد غم سے اس کا کلیجہ پھٹنے لگا۔ وہ جلدی سے بڑھ کر لبنیٰ کے پاس پہنچا

لبنیٰ نے اسے دیکھا۔ اس نے آنسو پینا چاہے لیکن نہ پی سکی۔ اس پر ایسی بدحواسی اور خوف طاری ہوا کہ وہ اٹھنا اور سلام تک کرنا بھول گئی۔

اس نے ایسی نگاہوں سے سعد کو دیکھا جن میں آنسوؤں کے ساتھ ساتھ شرم وخوف اور ندامت بھری ہوئی تھی۔

سعد اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے دلدہی کے انداز سے تشفی آمیز لہجہ میں کہا: "لبنیٰ تو رو کیوں رہی ہے؟"

لبنیٰ نے اپنے نرم ونازک ہاتھ جوڑ کر آنسو بہاتے ہوئے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ "بھائی جان! معاف کر دو سچے دل سے معاف کر دو۔ تم ملامت نہ کرو میرا دل میرا ضمیر مجھے کافی مطعون کر چکے ہیں! میں خدا کو شاہد کر کے کہتی ہوں کہ میں گنہگار نہیں ہوں!"

سعد اس حور تمثال کو روتے، شرم وندامت کے دریا میں غوطے کھاتے اور ہاتھ جوڑتے دیکھ کر تڑپ گیا۔ اس نے اس کے نازک اور گداز ہاتھوں کو الگ الگ کرتے ہوئے کہا۔

لبنیٰ! تم فضول افسوس کر رہی ہو۔ غم اٹھا رہی اور آنسو بہا رہی ہو۔ میں نے تجھے کل ہی معاف کر دیا تھا۔ تو نہ میری نظروں میں خطاکار ہے اور نہ خدا کے نزدیک گنہگار۔ پھر اس دل سے رونے دھونے اور کڑھنے سے کیا حاصل۔

لبنیٰ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا: "میں آپ کی مشکور ہوں۔ بیحد مشکور ہوں تم واقعی نیک اور مہربان بھائی ہو"

سعد: "بس اب آنسوؤں کو روکو۔ بیکار رونے اور افسوس کر کر کے اپنی جان ہلکان کرنے سے کیا فائدہ۔

لبنیٰ نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے۔ لیکن جس قدر وہ آنسو پونچھتی تھی اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ اسکی حیا پرور آنکھوں سے آنسو نکلے چلے آتے تھے۔

سعد نے کہا۔ میرے مرحوم باپ کی عزیز ترین نشانی! خدا کیلئے نہ روؤ تمہارے رونے سے میرے اور تمہارے والدین کی روح کو صدمہ پہنچ رہا ہوگا۔

لبنیٰ نے شرم و حیاء کی نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا "میرا دل غمزدہ ہے وہ روتا ہے۔ آنکھیں آنسوؤں کا سیلاب بہا کر دل کی ترجمانی کرتی ہیں۔"

سعد: "غم نہ کرو۔ غم کی کوئی وجہ نہیں ہے۔"

لبنیٰ: "میں پھر عرض کرتی ہوں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے خدا اور رسول کا گناہ نہیں کیا ہے۔ خاندانی حرمت، قومی وقار اور دامن عصمت کو دھبہ نہیں لگایا۔"

سعد: "مجھے یقین ہے۔ حق الیقین ہے کہ تم نہ کڑھو نہ پچھتاؤ اور نہ غم کرو۔ اٹھو آنسو پونچھ ڈالو۔ آنکھیں دھو ڈالو۔ دیکھو لڑکیاں پانی لانے کے لئے روانہ ہونے لگیں ہیں۔ تم بھی ان کے ہمراہ چلی جاؤ۔ پانی لانے کے لئے نہیں۔ بلکہ تفریح کرنے دل بہلانے اور اپنے دل سے غم کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے۔"

زنانہ کیمپ پہاڑی کے دامن میں تھا۔ یہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ ایک گھاٹی میں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ جاری تھا۔ اور مسلمانوں کی عورتیں اس چشمے سے پانی لایا کرتی تھیں۔

لبنیٰ نے آنسو پونچھ ڈالے۔ چھاگل اٹھا کر منہ دھویا۔ اپنی لمبی اور سیہ و چمکدار زلفوں کی لٹوں کو درست کیا۔ اور دوپٹہ ٹھیک کر کے اوڑھا۔

سعد نے کہا: "جاؤ۔ چشمے کے کنارے کا پر فضا نظارہ تمہاری طبیعت کو بشاش کر دے گا۔ اب میں شام کے وقت تمہارے پاس آؤں گا۔"

سعد خیمے سے نکل کر چلا گیا۔ لبنیٰ نے خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر پہاڑی کی جانب دیکھا۔ اسے سیکڑوں عورتیں بچے اور لڑکیاں پانی کے مشکیزے، چھاگلیں وغیرہ لئے چشمے کی جانب جاتی ہوئی نظر آئیں۔ چونکہ وہ آزردہ خاطر تھی، پریشان تھی غمگین تھی اسے اپنی طبیعت بحال کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت تھی اسلئے وہ خیمہ سے باہر نکلی۔

باہر نکلتے ہی اس نے دو کمسن حور طلعت لڑکیوں کو چھوٹی چھوٹی چھاگلیں لئے چشمے کی طرف جاتے دیکھا۔ ان دونوں نے بھی اس پری جمال دوشیزہ کو دیکھ لیا۔

ان میں ایک نے کہا: "آہا ہا! لبنیٰ تم آج سیر کیلئے نہیں گئیں۔"

"لبنٰے ہزار عشوہ ناز سے بڑھی۔ وہ ان دونوں کے قریب پہنچی اور اس نے کہا۔
ابھی نہیں گئی۔ آج تم دونوں نے بھی دیر کر دی۔
ان پر جمال لڑکیوں میں سے ایک سلمٰی تھی۔ اور دوسری مزروعہ۔ مزروعہ نے کہا۔
رات یہ معلوم ہوا تھا۔ کہ پہاڑی کے قریب عیسائیوں کا ایک فوجی دستہ نقل و
حرکت کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ ہم دونوں اس بات کی تحقیق کرتی رہیں اس لئے دیر ہو گئی۔
اب ان تینوں ماہوش لڑکیوں نے پہاڑی کی طرف چلنا شروع کیا۔ لبنٰے نے کہا
کیا عیسائیوں کو اس قدر جرأت ہو سکتی ہے کہ اسلامی لشکر کے قریب نقل و حرکت کریں؟
سلمٰے۔ یہ تعجب خیز بات ضرور ہے۔ لیکن یہ خیال ہوا تھا کہ وہ شاید شب خون مارنے
کے ارادے سے آئے ہوں گے۔"
مزروعہ نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ خلیفہ اوّل کے صاحبزادہ عبدالرحمٰن نے انہیں
دیکھا تھا۔ وہ ان کی طرف لپکے عیسائی انہیں دیکھ کر بھاگے اور پہاڑی میں غائب ہو گئے۔"
لبنٰے "جب تو وہ ضرور شبخون مارنے کے ارادے سے آئے ہوں گے لیکن مسلمانوں
کو ہوشیار دیکھ کر انہیں جرأت نہ ہوئی۔"
سلمٰے "سب کا یہی خیال ہے۔"
یہ تینوں مہ جبین لڑکیاں باتیں کرتی ہوئی پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئیں۔
یہاں عورتیں اور لڑکیوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کوئی پانی لئے آ رہی تھی اور کوئی پانی
لینے جا رہی تھی۔
ساری عورتیں اور تمام لڑکیاں خوش تھیں۔ ان کے ہنس مکھ چہرے بشاش
بشرے اور خندہ پیشانیاں ان کی مسرت کا اظہار کر رہی تھیں۔ اگرچہ وہ وطن سے
دور غیر ممالک میں عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے تھیں۔
مگر انہیں ذرہ برابر فکر و پریشانی نہ تھی۔ یہ تینوں مہ پارہ لڑکیاں چشمہ کے
کنارے پر پہنچیں چشمہ کا صاف و شفاف پانی سنگریزوں سے ٹکراتا ہوا بہہ رہا تھا۔
اس کے کناروں پر لمبی لمبی گھاس کھڑی ہوا کے خفیف جھونکوں سے لہرا رہی تھیں

گھاس سے ملے ہوئے پھولوں کے پودے کھڑے تھے۔ ان پودوں میں آسمانی پھولوں کی حاشیہ آرائی نہایت دلفریب اور بھلی معلوم ہوتی تھی۔

تمام عورتیں اور ساری لڑکیاں پانی بھر بھر کر روانہ ہو چکی تھیں۔ مگر یہ تینوں شیریں ادا لڑکیاں چشمہ کے کنارے بیٹھ گئیں۔

انھوں نے اپنے گورے گورے پاؤں پانی میں ڈال دیئے سارے چشمے کا پانی سمٹ کر ان کے خوبصورت پاؤں پر تصدق ہونے کے لیئے اسی کنارہ کی طرف امڈ آیا۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ اور اس کی منقشی کرنیں ان تینوں ماہوشوں کی پیاری پیاری صورتوں پر پڑ کر انہیں ایسا جگمگا نے لگی تھیں کہ انکی طرف دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور انکے پھول سے عارض چمک اٹھتے تھے۔

ان حور طلعت لڑکیوں کو بیٹھے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اتفاقیہ سلمٰی کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ اس نے سامنے والی چٹان پر چند عیسائی سواروں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

چشمے کے دونوں جانب سر سبز شاداب اونچی اونچی چٹانیں اٹھتی چلی گئی تھیں سلمٰی ان سواروں کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی۔ اس کے پیارے چہرے کا شہابی رنگ اڑ گیا اور خوبصورت آنکھوں سے خوف و ہراس ٹپکنے لگا۔ خورشید بلینؔا نے اسکی یہ کیفیت دیکھ کر دریافت کیا۔

"سلمٰی تم خوفزدہ کیوں ہو گئیں؟

سلمٰی نے سواروں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ دیکھو چٹان پر کچھ عیسائی سوار کھڑے ہیں۔ اور ہمیں گھور گھور کر دیکھ رہے ہیں۔

فوراً بلینؔا اور مزدومہ نے اس طرف دیکھا۔ انہیں سوار چٹان کے دوسری طرف اترتے ہوئے نظر آئے۔

مزدومہ نے کہا "غضب ہو گیا ان بدبخت عیسائی سواروں نے ہمیں دیکھ لیا ہے وہ یقیناً چٹان سے اتر کر ہماری طرف آویں گے۔ آؤ انکے آنے سے پیشتر بھاگ چلیں۔

فوراً تینوں لڑکیاں کھڑی ہو گئیں۔ وہ مقرو و بجز تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف چلیں۔ ابھی تھوڑی دور گئی تھیں کہ عیسائی سوار درّہ سے نمودار ہوئے یہ ناز آفریں لڑکیاں انہیں دیکھ کر سہم گئیں۔ اب انہوں نے نہایت تیزی سے دوڑنا شروع کیا۔

عیسائی سواروں نے انھیں بھاگتے ہوئے دیکھ لیا۔ انھوں نے بھی ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیئے۔ اسلامی لشکر یہاں سے فاصلہ پر پہاڑی کی آڑ میں تھا۔

ان بیچاری لڑکیوں کے لیئے کوئی امداد نہ پہنچ سکتی تھی۔ نازک اندام لڑکیاں بے تحاشہ دوڑ رہی تھیں۔ اور عیسائی سوار انکے عقب میں گھوڑے دوڑائے چلے آرہے تھے۔

مزروعہ چونکہ چالاک تھی۔ وہ دور نکل گئی۔ سلمیٰ ایک [illegible] آڑ میں دبک گئی۔ حورِ وش لبنیٰ جو نزاکت کی وجہ سے تیز دوڑ نہ سکتی تھی۔ عیسائی سواروں کے نرغہ میں آگئی۔

اس نے گھبرائی ہوئی ہرنی کی طرح کہ جس کے پیچھے صیاد اسے گرفتار کرنے کیلیئے دوڑا آرہا ہو۔ ان سواروں کو دیکھا۔

اس وقت اس کا گورا گورا اور پیارا چہرہ دوڑنے کی وجہ سے تمتما کر جو الہ بنا ہوا تھا۔ وہ حسن و جمال کی دیوی معلوم ہو رہی تھی۔ سوار اس کا یہ حسن جہاں سوز کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

یہ سوار تعداد میں پچاس ساٹھ تھے۔ انہوں نے حور جمال لبنیٰ کو روک لیا۔ ان میں سے ایک سوار نے کہا۔

جلدی سے اس لڑکی کو گھوڑے پر اٹھا کر رکھ لو۔ دو لڑکیاں بھاگ گئی ہیں۔ اندیشہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو نہ بلا لائیں۔

فوراً دو سوار اترے انہوں نے خوفزدہ ناز آفریں لڑکی کو پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرا دیا۔ اور جلدی سے خود بھی گھوڑوں پر سوار ہو کر جس طرف سے آئے تھے اسی طرف روانہ ہو گئے۔

پانچواں باب

"یورش"

سعد نے بیضا کے خیمہ سے نکل کر اپنے خیمہ کی جانب رخ کیا۔ کہ راستہ میں سالم ملا۔ سالم خلیفہ اوّل کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کا غلام تھا عبدالرحمٰن نے اسے آزاد کر دیا تھا۔

اس نے سعد کو دیکھ کر کہا: "میں آپ کو آپ کے خیمہ پر دیکھ آیا ہوں۔ چلئے آپ کو افسر جنگ نے طلب فرمایا ہے۔

ہم باب ہائے ماسبق میں بتا چکے ہیں۔ کہ اسلامی لشکر کے دو افسر اعلیٰ تھے ایک افسر مالی عمرو بن العاصؓ ۔ دوسرے افسر جنگ حضرت خالدؓ بن الولید تھے۔

سعد کھڑا ہو گیا۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا اور لوگوں کو بھی طلب کیا گیا ہے؟

سالم۔ جی ہاں! قریب قریب تمام سربر آوردہ لوگ بلائے گئے ہیں۔

سعد۔ یہ طلبی کس لئے ہوئی ہے۔

سالم۔ کچھ جاسوس واپس آئے ہیں ان سے جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ ان پر مشورہ کیا جائے گا"

سعد۔ "اچھا چلو"

یہ دونوں افسر جنگ خالدؓ کے خیمہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جبکہ اسلامی لشکر اس میدان میں آکر خیمہ زن ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے چند جاسوس عیسائیوں کے لشکر میں دریافت حال کے لئے روانہ کئے تھے۔

تمام لشکر والوں کو ان جاسوسوں کی روانگی کا حال معلوم تھا چونکہ مسلمان چھچھورے نہ تھے۔ اس لئے وہ ان جاسوسوں کا تذکرہ کسی وقت بھی نہ کرتے تھے انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ عیسائیوں کے جاسوس ان کے لشکر میں بھی موجود ہیں۔ اس

وہ زیادہ محتاط رہتے تھے۔

سعد اسالم کے ہمراہ چل کر ایک وسیع خیمہ میں پہنچا یہ خیمہ نہایت شاندار اور بلند تھا۔ اس کی چوٹی پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔ یہ وہ علم تھا کہ جب سے اس ملک میں داخل ہوا تھا کبھی سرنگوں نہ ہوا تھا۔

دنیا کی تمام مہذب اقوام میں علم ہوتا ہے۔ ہر قوم اپنے علم کی کمال عزت کرتی ہے۔ ہر قوم کا فرد جان دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ لیکن علم کے سرنگوں کئے جانے پر تیار نہیں ہو سکتا۔

ایک جذبہ ہے جو قدرت نے انسانی سرشت میں ودیعت کیا ہے۔ اسی جذبہ سے قومی اور ملی زندگی کے آثار برقرار رہتے ہیں۔

اسلامی پرچم افسر جنگ کے خیمہ پر نہایت شان و شکوہ سے لہرا رہا تھا مسلمان جب اس علم کو دیکھتے تھے تو جوش و انبساط سے انکے دل لبریز ہو جاتے تھے۔

اگرچہ حضرت خالدؓ افسر جنگ تھے۔ اسلامی لشکر میں سیاہ و سفید کے مختار و مالک تھے۔ بڑے مرتبہ والے صحابی تھے۔ کیونکہ تمام مسلمانوں کی طرح وہ بھی نہایت سادہ طریقہ سے رہتے تھے۔

خیمہ کے باہر یا اندر کسی قسم کی آرائش و زیبائش نہ تھی۔ کوئی بیش قیمت فرش نہ تھا۔ معمولی کمبلوں کا فرش ہو رہا تھا۔ اس فرش پر بہت سے مسلمان بیٹھے تھے۔

ان تمام مسلمانوں کے کپڑے نہایت سادہ اور ایک ہی قسم کے تھے۔ ایک کرتہ ٹخنوں تک لمبا۔ ایک شلوار نما پائجامہ۔ ایک مختصر سا عمامہ۔ عمامہ کے اوپر کپڑے کا تھوڑا سا حصہ عمامہ کے گرد لپیٹ کر دونوں طرف کانوں کے پاس سے نکالکر پہلوؤں پر پڑا ہوا جس سے عمامہ کی صورت خود کی سی ہو گئی تھی۔

رئیس، امیر، افسر و ماتحت وغیرہ سب اسی لباس میں ملبوس تھے۔ کسی کے پاس کوئی امتیازی نشان نہ تھا۔ دروازے کے عین سامنے حضرت خالدؓ بیٹھے تھے۔ خالدؓ کے دائیں طرف عمرو بن العاصؓ۔ بائیں طرف عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقؓ ان کے پاس

حضرت عمرؓ فاروق کے صاحبزادے عبد اللہؓ۔ اور ایک بیضاوی دائرہ میں زبیرؓ بن العوام ضرار بن العوام۔ ضرار بن الازور جعفرؓ بن عقیل۔ مقدادؓ بن اسود الکندی۔ عمارؓ بن یاسر عیاض بن عیاض اشعری اور ابوذر غفاری بیٹھے ہوئے تھے۔

یہ وہ ہستیاں تھیں جنھوں نے روم و ایران جیسی زبردست اور پرشکوہ دیرینہ سلطنتوں کو الٹ دیا تھا۔ عیسائی اور مجوسی ان کا نام سنکر کانپ اٹھتے تھے یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں اسلام اور مسلمانوں کے لئے وقف کردی تھیں۔

ان کا جینا۔ ان کا مرنا۔ کھانا پینا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ جاگنا اور سونا۔ سب اللہ کے لئے تھا۔ وہ موت کے آرزو مند تھے۔ شہادت کے امیدوار تھے دنیا ان سے لرزتی تھی۔

بڑے بڑے جنگجو بڑے بڑے شہ زور ان کا لوہا مانتے تھے۔ یہ لوگ نہ صرف بہادر تھے۔ بلکہ اعلیٰ درجہ کے مدبر و دوراندیش و روشن خیال تھے۔ یہ بات فخر کی مسلمانوں ہی میں تھی کہ وہ جہاں لڑائی کے وقت اجڈ سپاہی تھے۔ وہاں مجلس شوریٰ یا صلح کانفرنس کے وقت مدبر و دانا بن جاتے تھے۔

سعد بھی سلام کر کے ایک طرف جا بیٹھا۔ حضرت خالد نے کہا " آج جاسوس واپس آئے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ عیسائیوں نے بڑی بھاری جمعیت فراہم کرلی ہے۔

لوبہ برابر اور بجاۃ سے کثیر التعداد عیسائی آ گئے ہیں۔ دو لاکھ پچاس ہزار پیادے تیس ہزار طویل القامت زنگی۔ ایک ہزار تین سو ہاتھی۔ انکے ساتھ ہیں۔ عیسائی ایک بار پھر اپنی پوری جمعیت اور حشم و قدم اور ساز و سامان سے اسی طرح آئے ہیں جیسے کہ وہ اس سے پہلے یرموک[1]۔ بعلبک[2]۔ حلب[3] اور انطاکیہ[4] میں آئے تھے۔

---

[1] اس کا مفصل حال ہمارے مشہور ناول " فتح یرموک " میں دیکھو۔

[2] اس کا مفصل حال ہمارے بہترین ناول " سعیدہ فلپانہ " میں پڑھو۔

[3] اس عبرت انگیز جنگ کا حال ہمارے شہرۂ آفاق ناول " محبوبہ حلب " میں پڑھو۔

[4] اس خونریز جنگ کا مفصل حال جس نے عیسائی حکومت کا تختہ پلٹ دیا تھا ہمارے بے نظیر ناول " فتح انطاکیہ " میں مرقوم ہے۔

ہم کو ان کی جمعیت سے نہ کبھی خوف ہوا ہے۔ اور نہ آئندہ ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے جس قدر تکلیف ہماری قسمت میں مقرر کی ہے۔ وہ ضرور پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا۔ ترجمہ:۔ اے نبی کہدو کہ ہم کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر کیا ہے۔

ہم اکثر دیکھ چکے ہیں کہ بیشتر معرکوں میں ہماری تعداد تھوڑی تھی۔ مگر خدا نے ہمیشہ ہمیں کامیاب کیا۔

یہ کامیابی خدا کے اس کلام پاک کی تفسیر تھی۔ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللّٰہ واللّٰہ مع الصابرین

ترجمہ:۔ اکثر تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غالب آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ٹھہرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یاد کرو ایک وقت تھا جب کہ ساری دنیا میں کفر و ضلالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ ایک بھی توحید پرست نہ تھا۔ بتوں۔ کنکروں۔ پتھروں اور سونے چاندی کی مورتوں کو پوجا جاتا تھا۔

تثلیث پرستی کا زور تھا۔ آگ کی پرستش کی جاتی تھی۔ یکایک غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ حضرت محمدؐ کو مبعوث فرمایا۔ آپ تنہا تھے۔ آپ نے کروڑوں غیر اللہ کے پوجنے والوں کو بغیر کسی خوف و رجا کی توحید پرستی کی دعوت دی۔ سعید روحوں نے آپکی دعوت پر لبیک کہا۔

مسلمانوں کی تعداد دن دونی رات چوگنی بڑھنا شروع ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ وقد کنتم قلیلا فکثرکم اللّٰہ۔ ترجمہ: (تم پہلے تھوڑے تھے پھر حق تعالیٰ نے تم کو بہت کر دیا) اور صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ نہیں بلکہ خدا نے اپنے فضل و کرم کی بارش بھی کر دی۔

مسلمان مفلس تھے غنی ہو گئے اور ممالک پر ممالک زیر نگیں آ گئے روم و شام

یمن و عراق اور حجاز سب تمہارے قبضہ میں آ گئے۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔ وانتم الاعلون واللہ معکم۔ ترجمہ۔ تم ہی غالب ہو گے کیونکہ حق تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

بیشک خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس کی نصرت ہمارے ساتھ ہے۔ یہ انعام کی بارش یہیں نہیں ختم ہو جاتی۔ بلکہ ابھی ایک زبردست بشارت باقی ہے جس کا حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان الفاظ میں تذکرہ فرمایا ہے لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم۔ ترجمہ۔ ہم بالضرور ان کو خلیفہ روئے زمین کا کریں گے جیسا کہ ہم نے ان سے پہلے والوں کو کیا تھا۔

جس طریقہ پر مسلمانوں کو فتوحات مل رہی ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انشاءاللہ ضرور ایک نہ ایک دن مسلمان روئے زمین کے خلیفہ ہوں گے۔

مسلمانوں کی فتوحات کا راز ابھی دوسری اقوام نے نہیں سمجھا ہے مسلمان موت کی آرزو کرتا ہے وہ ہر وقت تیار رہتا ہے یہی آرزو یہی مستعدی اسے شجاع ترین بنا دیتی ہے۔

اسکے علاوہ مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ جہاد میں مرکر وہ سیدھا جنت میں جائیگا۔ اسکے صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس خیال سے بھی لڑائی کیوقت اسکی شجاعت اور بڑھ جاتی ہے۔

اگرچہ مسلمان تعداد میں بیس ہزار سے زیادہ نہیں اور عیسائی تین لاکھ کے قریب ہیں لیکن خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمیں انکا کچھ بھی خوف و خطر نہیں ہے۔

میں نے اسوقت اسلیئے آپ سبکو بلایا ہے کہ ہمیں اس میدان میں پڑے ہوئے عرصہ گذر گیا ہے ہم عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے لیکن وہ نہیں بڑھے۔

وہ ہم سے دور پڑے ہوئے اپنی جمعیت کو روز بروز بڑھا رہے ہیں۔ آپ مشورہ کر کے طے کیجئے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟

مسلمان نہایت غور سے توجہ و سکون قلب سے حضرت خالدؓ کی تقریر سن رہے تھے ان کے قلوب پر اس تقریر نے اچھا اثر کیا۔ اور انکے چہرے شگفتہ ہو گئے۔

خالدؓ کے خاموش ہو جانے پر ضرارؓ نے کہا۔

"اب ہمیں اس جگہ پڑے رہ کر فضول وقت ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ عیسائی غالباً قیامت تک بھی پیش قدمی نہ کریں گے۔ حالانکہ وہ ہم سے پندرہ گنا زیادہ ہیں"۔

مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ہی پیش قدمی کریں"۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ بیشک جب وہ نہیں بڑھتے تو ہم کو ہی بڑھنا چاہیئے۔

زبیر۔ یہ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اول تو ہم کو دشوار گذار مضبوط و مستحکم قلعہ ہمارے ان کے درمیان حائل ہے۔ دوسرے یہ تہران کے قریب ہیں وہ جس قدر قتل ہوں گے اس سے زیادہ اور آ جائیں گے اور ہم اپنے ملک سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اور ہم کو امداد نہ مل سکے گی"۔

جعفر۔ یہ سچ ہے۔ لیکن پھر ہم کیا کریں کیا ساری عمر اس جگہ پڑے ہوئے انکے آگے بڑھنے کا انتظار کرتے رہیں۔

زیاد۔ میرے خیال میں تو انتظار کی حد ہو چکی ہے۔ اب مزید انتظار نہ کرنا چاہیئے۔

عبداللہ۔ بات یہ ہے کہ ہم اس میدان کو جنگ کے لئے بہتر اور مناسب سمجھتے ہیں اور عیسائی جس میدان میں پڑے ہیں۔ اسے بہتر جانتے ہیں ایسی صورت میں اگر ہم نہ بڑھے تو وہ بھی نہیں بڑھیں گے۔ پھر جنگ کیسے ہوگی۔

سعد نے کہا یہ در اصل جنگ کے لئے یہی جگہ مناسب ہے اور کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ عیسائی بڑھ کر اسی میدان میں آ جائیں۔

خالدؓ۔ کیا کوشش کریں؟"

سعد۔ جس طرح سے سانپ کو اس کے بل سے اور لومڑی کو اسکے کھٹ سے نکالا جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی اس میدان سے نکالا جائے اسکی تدبیر یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے دستے عیسائیوں کے جائے قیام کی جانب روانہ کئے جائیں اور وہ جنگ شروع کر کے پیچھے ہٹتے چلے آئیں اس طرح سے عیسائیوں کو طمع ہو جائے گی اور وہ ہمارے دستوں کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آ جائیں گے۔

خالدؓ۔ نہایت مناسب تدبیر ہے۔ ایک ایک ہزار کے چند دستے عیسائیوں کی طرف

روانہ کئے جائیں۔

عمرؓ: "میرے خیال میں یہ تدبیر نہایت مناسب ہے۔"

خالدؓ: بس تو آج ایک ایک ہزار کے تین دستے تین تین گھنٹے کے وقفہ سے روانہ ہوں پہلا دستہ فضل بن عباس کی سرکردگی میں۔ دوسرا مقدار بن اسود الکندی کی اور تیسرا زیاد بن ابی سفیان کی زیر کمان۔

سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اور فوراً فضل بن عباس نے ایکہزار نوجوانوں کو منتخب کیا اور قلعہ دہشوار کی جانب روانہ ہو گئے۔

مقدار اور زیاد روانگی کی تیاریاں کرنے لگے۔ چونکہ اب کوئی کام باقی نہ رہا تھا۔ اس لئے مجلس شوریٰ بھی برخاست کر دی گئی۔

تمام احباب و مجاہد اٹھ اٹھ کر اپنے خیموں کی طرف روانہ ہونے لگے جب سعد خیمہ سے باہر نکلا تو اس نے شور و غل کی آواز سنی۔

اس نے شور و غل کرنے والوں کی طرف دیکھا۔ چند آدمی لڑکیوں کو ہمراہ لئے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔

یہ ٹھٹھک کر کھڑا ہو گیا۔ جب وہ لوگ اس کے قریب آگئے تو اس نے ایک شخص سے پوچھا "کیوں بھائی کیا معاملہ ہے؟ تم کیوں ان لڑکیوں کو لائے ہو؟ اور یہ لڑکیاں کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا۔ ان لڑکیوں میں ایک سلمیٰ ابنت نعمان اور دوسری مزروعہ بنت علوق ہے یہ دونوں ایک تیسری لڑکی لبنیٰ کے ساتھ چشمہ کے کنارہ پر گئی تھی۔

ان پر اچانک درندہ صفت عیسائی آپڑے۔ یہ دونوں بچ آئیں لیکن وہ لبنیٰ کو پکڑ کر لے گئے۔

لبنیٰ کا نام سنکر سعد پر کوہ غم ٹوٹ پڑا۔ فرط قلق الم سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ سر گھومنے اور دست و پا کانپنے لگے۔

وہ مجسمۂ غم و حسرت بن کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ لوگ ان دونوں لڑکیوں کو لیکر

حضرت خالدؓ کے خیمہ کیطرف بڑھے چلے گئے۔
تھوڑی دیر میں سعد نے اپنی برگشتہ طبیعت اور دل مجروح پر قابو پا لیا۔ وہ بھی لوٹا اور آہستہ آہستہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چل کر خیمہ کے اندر پہنچا۔ اسوقت اسکی وفور غم والم سے بہت بری حالت تھی۔
چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ آنکھیں بڑھے ہوئے رنج والم کا منظر پیش کر رہی تھیں ہونٹ کانپ رہے تھے اور تمام جسم لرز رہا تھا۔
لوگ لڑکیوں کو لے کر خالدؓ کے خیمے کے پاس پہنچ گئے تھے۔ اور لڑکیاں احوال بیان کر رہی تھیں۔ خالدؓ عمرؓ اور بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ اور سن رہے تھے۔
حضرت سعدؓ بھی کلیجہ پکڑے ایک طرف بیٹھ گئے۔ اور وہ بھی سننے لگے۔
مزروعہ واقعہ بیان کر رہی تھی۔ اس نے چشمہ کے اوپر جانے۔ عیسائیوں کے آنے اور لبنیٰ کو پکڑ کر لے جانے کا تمام حال نہایت شرح وبسط سے کہہ سنایا۔
اس واقعہ کو سنکر تمام مسلمانوں کا خون فرط جوش و غضب سے انکی رگوں میں کھولنے لگا۔
انکے چہرے سرخ ہو گئے اور پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ آنکھیں لال انگارہ بن گئیں
حضرت خالدؓ نے مزروعہ سے دریافت کیا "کہ یہ لبنیٰ کون تھی؟"
مزروعہ نے جواب دیا "سعد کی ہمشیرہ۔ عاصم کی بیٹی"
خالدؓ نے متعجب ہو کر کہا "سعد کی ہمشیرہ! سعد کہاں ہے؟"
سعد نے درد انگیز لہجہ میں کہا "آہ میں شکستہ دل و قلب محزون اسطرف بیٹھا ہوں"
خالدؓ نے سعد کو دیکھا وہ اس پیکر رنج والم کو دیکھ کر حیران رہ گئے ذرا سی دیر میں ہی انکی حالت دگرگوں ہو گئی۔ ہر اس شخص کے دل میں جس نے اسے دیکھا ہمدردی کے جذبات موجزن ہو گئے۔
خالدؓ عمرؓ۔ اور عمرؓ بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ لہذا خالدؓ نے از راہ ہمدردی کہا۔
سعد غم نہ کرو۔ ہر ممکن تدبیر لبنیٰ کو عیسائیوں کے پنجہ ستم سے چھڑانے کے لئے

دی جائے گی۔ میرے دل میں اس واقعہ نے ایک خاص اثر کیا ہے۔ لہٰذا میں خود عیسائیوں کے تعاقب میں جاؤں گا۔

حضرت ضرارؓ نے جوش بھرے لہجہ میں کہا۔

”خدا کی قسم آپ نہیں جا سکتے میں جاؤں گا۔ اور میں ان بدبخت صفت انسانیت سے نابلد، صنف نازک کے لٹیرے عیسائیوں کو سبق آموز سزا دوں گا۔ جو میری بہنوں بیٹیوں کو لے گئے ہیں۔

خالدؓ نے کہا۔ بس جاؤ۔ جلدی جاؤ۔ وہ لٹیرے دور نہ گئے ہوں گے۔ دو سو دلیران کارزار کو ہمراہ لیکر سعد کو بھی ساتھ لے لو۔ جلدی کرو۔ عیسائیوں کے اس قبیح فعل نے میرے قلب و جگر میں ایک ہیجان سا پیدا کر دیا ہے۔

فوراً ضرارؓ اٹھ کھڑے ہوئے سعد کے پاس آئے اور انھوں نے کہا ”بھائی سعد! غم نہ کرو۔ اٹھو اور میرے ساتھ ان لٹیروں کے تعاقب میں چلو۔“

سعد ایک آہ کرتے ہوئے اٹھے۔ اس جگہ بیٹھنے والوں نے انہیں رحم اور ہمدردی کی نظروں سے دیکھا۔

دونوں ضرارؓ کے ہمراہ خیمے سے باہر نکلے۔ ضرارؓ جلدی سے اپنے خیمہ پر پہنچے اور خود اپنے کپڑے اتار دیے اور صرف ایک تہبند باندھ لیا۔ ہاتھ میں ایک لمبا نیزہ لیا۔ اور گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو گئے

وہ اسی طرح سے لڑا کرتے تھے۔ انھوں نے کہا۔ کہاں ہیں اہل نجدہ اور شجاع! خدا کی راہ میں جہاد کرنے کے لئے چلو۔

ان کی آواز سنتے ہی نجدہ کے لوگ جوق در جوق آنے شروع ہو گئے۔ انکی تعداد بڑھتی ہی گئی۔ وہ سب کے سب مسلح ہو کر آ گئے۔

ضرارؓ نے کہا۔

”تم میں سے دو سو آدمی الگ ہو جاؤ۔ کیونکہ امیر نے حکم دیا ہے کہ اس مہم پر صرف دو سو آدمی مجھ کو ملیں گے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"حضرت! ہم سب جہاد پر جانے کیلئے بیقرار ہیں۔ چونکہ ہر شخص جانا چاہتا ہے۔ اس لئے ہم خود اپنے میں سے دو سو آدمیوں کو منتخب نہیں کر سکتے۔ آپ ہی مناسب انتخاب کر لیں۔"

عمرو نے جلدی جلدی دو سو آدمیوں کو منتخب کیا۔ وہ انہیں ساتھ لے کر سعد کے خیمہ پر آ گئے۔

سعد مسلح ہو کر ان کے ہمراہ ہو لئے۔ یہ سب لوگ لشکر سے نکلکر پہاڑی پر چڑھ گئے۔ اور نہایت تیزی سے اس طرف روانہ ہو گئے جس طرف عیسائی عورتوں کو لینے کیلئے گئے تھے۔

چھٹا باب

"شیر دل بہادر"

رافع خیمہ سے نکل کر آہستہ آہستہ چلا۔ اس نے ایک تلوار اور ایک ڈھال لے لی تھی۔ کچھ مسلمان خیموں میں گھسے ہوئے سو رہے تھے۔ اور کچھ گزشتہ جنگ کے واقعات بیان کر رہے تھے۔

رافع ان لوگوں کے پاس سے گذرتا چلا گیا۔ وہ پہاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ نہ کسی مسلمان نے اسے روکا اور نہ اس نے کسی سے بات کی۔ چلتے چلتے وہ لشکر سے باہر نکلا۔ اور پہاڑی پر چڑھنے لگا۔

رات اندھیری تھی۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس وقت پہاڑی بہت خوفناک ہو گئی تھی۔ اونچی اونچی چٹانیں جن پر سیاہ غبارہ پھیلا ہوا تھا۔ وہ سر بفلک تلے معلوم ہو رہے تھے۔

چٹانوں پر کھڑے ہوئے درخت طویل القامت دیو معلوم ہو رہے تھے۔ بہادر

سے بہادر شیر دل انسان بھی اس خوفناک منظر کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا۔۔۔ مگر ریاض کو مطلق اندیشہ نہ تھا۔ وہ ستاروں کی مدہم روشنی میں برابر پہاڑی پر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔

چونکہ ستاروں کی روشنی اس قدر نہ تھی جس سے راستہ صاف طور پر نظر آجاتا۔ اس لئے وہ اکثر پگڈنڈی سے بھٹک جاتا تھا اور ناہموار پتھروں سے ٹھوکریں کھانے لگتا تھا۔

ایک مرتبہ وہ پگڈنڈی چھوڑ کر غار کے منہ پر پہنچ گیا۔ اگر وہ ایک قدم بھی اور چلتا تو ضرور غار کے اندر اوندھے منہ گر جاتا اور چونکہ غار نہایت گہرا تھا۔ اسلئے گرتے ہی اس کی ہڈی پڑی چور ہو جاتی۔

وہ سنبھلا اور اتفاقیہ سنبھلا واپس لوٹا۔ اس وقت وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ شرم و ندامت کا اس پر غلبہ تھا۔ لہٰذا اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ شریف انسان نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دوستی کا اہل ثابت نہیں ہوا۔

اگرچہ وہ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا لیکن وہ مسلمان تھا اور مسلمانوں پر حرام موت مرنا اور خودکشی کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ اس لئے وہ خودکشی کرنا نہ چاہتا تھا۔

البتہ یہ اس کی عین تمنا تھی کہ اتفاقیہ اس کا پاؤں پھسل جائے اور وہ غار میں گر کر مر جائے یا کوئی درندہ اسے پھاڑ ڈالے مگر یہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ موت کی جس قدر آرزو کرتے ہیں اسی قدر موت ان سے دور بھاگتی ہے۔

چنانچہ ریاض کو بھی یہی حادثہ پیش آیا جب چلتے چلتے وہ تھک گیا تو ایک صاف سی چٹان پر بیٹھ گیا۔ بیٹھتے ہی پھر وہی خیالات دماغ میں جمع ہونے شروع ہوئے۔

اگرچہ پریزاد بننے کی یاد بھی کبھی اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگتی تھی مگر اب اسے اس حور وش کو یاد کرنے سے شرم بھی محسوس ہونے لگی تھی۔

جب ہجوم افکار سے وہ تھک گیا اور پریشان کن خیالات نے اس کے ذہن کو گرانبار کر دیا تو وہ لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک کروٹیں بدلنے کے

جب وہ اٹھا تو خوش الحان طیور نغمہ سنجی کر رہے تھے۔ صبح کا سہانہ وقت تھا سبزہ زار، درخت، پودے اور پھول سب شگفتہ تھے۔ سبز سبز گھاس پر شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح لو، شار ... تھے —

زیاد بن اٹھ کر تھوڑی دیر تک تو قدرت کے اس بہترین منظر میں منہمک رہا۔ پھر اٹھا اور حوائج ضروریہ سے فراغت پا کر وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ قرآن مجید کی تلاوت کی ان سب کاموں سے فراغت کر کے اس نے غور کیا کہ اب وہ کہاں جائے اور کیا کرے۔ یہ تو اسے اطمینان تھا کہ کوئی اس کی تلاش میں نہ آئے گا۔ کیونکہ اس کا کوئی عزیز و قریب لشکر میں نہ تھا —

اگرچہ کچھ سعد کو تنہائی کا خطرہ تو اس کی طرف سے اس لئے اطمینان تھا کہ وہ اسی ... سمجھ کر دبا نا ہے۔

البتہ یہ معلوم نہیں تھا کہ اس وقت وہ کہاں کھڑا ہے اور رات کی تاریکی میں دیا ہوا لشکر سے کتنی دور اور کس طرف نکل آیا ہے۔ اب آفتاب طلوع ہو کر اس قدر بلند ہو چکا تھا کہ دھوپ درختوں کی چوٹیوں سے اتر کر سبزہ سے لدی ہوئی چراگاہوں پر پھیلنے لگی۔

وہ بغیر کچھ سوچے اور سمجھے اٹھ کھڑا ہوا اور مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ آفتاب کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ وہ ایسے مقام پر آ گیا ہے جو آج سے پہلے اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ پورے تین گھنٹے چل کر وہ ایک ایسی وادی میں پہنچا جس کے چاروں طرف سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ یہ وادی نہایت وسیع سرسبز و شاداب تھی۔

اس نے اس وادی میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا تو ... وادی میں کچھ عیسائی سبزہ پر بیٹھے اور پڑے ہوئے نظر آئے۔ ان کے گھوڑے ادھر ادھر چر رہے تھے۔ ان کی تعداد تین سو کے لگ بھگ تھی۔ وہ ان کو دور سے دیکھ کر

کھڑا ہوا انکی طرف غور سے دیکھنے لگا۔ اسے ایک اونچی چٹان پر ایک دوشیزہ بیٹھی نظر آئی۔

وہ ایک عرب زاد لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر بکمال متعجب ہوا عیسائی مورخ نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو خوشی سے لوٹ جاتا لیکن اس لڑکی کو عیسائیوں کے پاس دیکھ کر بغیر اس کا حال دریافت کئے وہاں سے چلے جانا اسے نامناسب معلوم ہوا۔

وہ عربی دوشیزہ لڑکی فاصلے پر تھی۔ اس کی طرف پشت کئے بیٹھی تھی۔ لہذا وہ اسے پہچان نہ سکا۔ ریاض نے آہستہ آہستہ بڑھنا شروع کیا۔ ابھی وہ چند ہی قدم چلا تھا کہ تمام عیسائی اٹھ کھڑے ہوئے۔

انھوں نے جلد جلد گھوڑوں پر زین کسنا شروع کیا۔ ریاض کو انکی اس حرکت پر تعجب ہوا۔ اور اس نے تیز قدمی سے چلنا شروع کیا۔ یہ ریاض ہی کا دل گردہ تھا۔ کہ وہ تنہا بغیر زرہ بکتر اور دیگر تمام ہتھیاروں کے صرف ایک تلوار اور ایک ڈھال لئے ہوئے تین سو مسلح عیسائیوں کے نرغہ میں جا رہا تھا۔

اسے کسی قسم کا خوف وخطر نہ معلوم ہوتا تھا۔ غالباً یہ بےخوفی یہ جرأت اور یہ ہمت اس وجہ سے تھی کہ وہ اپنی زندگی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جو شخص جان پر کھیل جانے کی تیاری کر لیتا ہے وہ کسی بات سے نہیں ڈرتا۔

وہ بڑھتے بڑھتے عیسائیوں کے قریب پہنچ گیا۔ اب۔ سے چند عیسائیوں نے دیکھا۔ انھوں نے تعجب کی نگاہیں اس پر ڈالیں۔ اور خوفزدہ آواز سے اپنے ساتھیوں کو اس کی موجودگی سے مطلع کیا۔

تمام عیسائیوں نے اسے دیکھا اور سہم کے سبب متحیر ہوئے وہ جلد جلد گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس عرصہ میں ریاض ان کے بہت قریب پہنچ گیا اس قدر قریب کہ اس نے اس لڑکی کو دیکھ کر پہچان لیا۔

وہ وہی ستم رسیدہ گلرخ تھی جس نے اس کا دل۔ اس کا آرام اور اس کا چین سب کچھ

لوٹ لیا تھا۔ اس حور نژاد کی وجہ سے لشکر کو مسلمانوں کو اور اپنے عزیز ترین دوست کو چھوڑ آیا۔

وہ اس پری پیکر کو عیسائیوں کے نرغہ میں دیکھ کر کمال متعجب ہوا۔ اسے حیرت پر حیرت تھی کہ کس طرح وہ حور نژاد اور درندہ عیسائیوں کے پنجہ میں آ گئی۔ لہٰذا اب وہ تیز تندی سے اس حسن و جمال کی دیوی کی طرف بڑھا۔

جوں جوں وہ اسکے قریب ہوتا جاتا تھا۔ رعب حسن سے اس کا دل دھڑکتا جاتا تھا۔ یہ حور نژاد لبنےٰ ہی تھی۔

جو عیسائی اسے اٹھا کر لائے تھے وہ اس مختصر دستہ فوج کے ساتھ اسے ہمراہ لیکر دہشوار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عیسائیوں کو پریشان متحیر اور خوفزدہ دیکھکر اس نے اسی طرف دیکھا جس طرف عیسائی سوار دیکھ رہے تھے۔

اس عرصہ میں ریاض قریب پہنچ چکا تھا۔ اس حور نژاد کی نظریں بھی ریاض پر جا پڑیں۔ اس کا پژمردہ چہرہ شگفتہ ہوگیا۔ پیاری کٹیلی اور خوبصورت آنکھوں سے تعجب آمیز خوشی کے آثار ظاہر ہوئے۔

وہ جلدی سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ خوش ہو کر ریاض کی طرف بڑھی اور بیساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ آہ ریاض۔۔۔!

اتنا کہتے ہی اس نے جلدی سے اپنی پیاری زبان اپنے خوبصورت اور موتی جیسے صاف و شفاف دانتوں میں دبالی۔ جیسے اس سے کوئی سخت غلطی سرزد ہو گئی ہے اور ساتھ ہی ٹھٹھک کر کھڑی ہو گئی۔

ریاض کے لئے یہ الفاظ اپنے اندر جامعیت پنہاں رکھتے تھے وہ جوش مسرت سے بیخود ہو کر بڑھا۔ اور حور وش لبنےٰ کے پاس پہنچ گیا۔

اس نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ پری زاد لبنےٰ تم یہاں کہاں؟

پری پیکر لبنےٰ پر حیا غالب آگئی اس نے شرما کر اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ریاض

کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ عیسائی شور کرتے ہوئے غول بیابانی کی طرح اسکی طرف بڑھے۔
ایک عیسائی سب سے آگے آرہا تھا۔ وہ نہایت تنومند تھا۔ بیش قیمت ریشمین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس دستہ کا سردار معلوم ہوتا تھا۔
اس نے ڈپٹ کر کہا: "اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو اس پری پیکر کے قریب سے فوراً الگ ہٹ جاؤ۔"
ریاض اس ملک میں نیا آیا تھا۔ وہ عیسائیوں کی زبان نہیں سمجھتا تھا۔ لہٰذا اس نے اس کی گفتگو کا ایک لفظ بھی نہ سمجھا۔ البتہ اس کے اطوار و اشاروں سے سمجھ گیا کہ اسے اس کا لبنیٰ کے پاس آنا سخت ناگوار گزر رہا ہے۔ اور وہ اس کے پاس سے علیحدہ ہونے کو کہتا ہے۔
زندگی سے تنگ آیا ہوا ریاض اس کی دھمکی کی کیا پرواہ کر سکتا تھا پھر ایسی حالت میں جب کہ وہ حور وش جس پر وہ فدا تھا اس کے پاس کھڑی تھی۔
ایسی حالت میں تو بزدل سے بزدل انسان کو بھی طرارہ اور جوش آجاتا ہے اور اگر کوئی بہادر ہو تو اس کی شجاعت اور مردانگی ہزار گنا بڑھ جاتی ہے۔
ریاض کو اس کا درشت لہجہ نہایت ناگوار گزرا۔ اس نے برافروختہ ہو کر کہا۔
"خبردار! ایک قدم آگے نہ بڑھنا!! ورنہ سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔"
یہ سردار عربی سمجھتا تھا۔ اسے ریاض کے طرز گفتگو، شان استغنا اور دلیرانہ عزم و ثبات سے سخت حیرت ہوئی۔ تعجب یہ ہوا کہ ایک تنہا شخص جو پورے طور پر مسلح بھی نہیں ہے۔ تین سو آدمیوں کے مقابلے پر ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔
چند ہی لمحہ میں اس نے اپنی حیرت دور کر کے پھر کہا۔ "اس حور ادا لڑکی کے پاس سے فوراً دور ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔"
ریاض نے قیاس کے طور پر اس کا مفہوم سمجھ کر ترش روئی کے لہجہ میں کہا۔ "ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہیں تمہاری گستاخی کی سزا دی جائے گی۔"
یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ یہ کیفیت دیکھ کر پریزاد لبنیٰ نے

نغمہ زا انداز سے کہا۔

"ریاض! کیا کہتے ہو اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ وہ تین سو ہیں اور تم اکیلے ہو۔"

ریاض نے دلیرانہ انداز سے کہا۔

"وہ مجھ سے تمہیں طلب کرتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے حوالے کردوں؟"

لبینا نے غم و حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔

"اپنی جان بچانے کے لئے مجھے ان کے حوالے کردو۔ (لبینا نے پست آواز سے کہا) تم تنہا ہو وہ تین سو ہیں۔ لہٰذا تمہارا ان پر فتحیاب ہونا دشوار و غیر ممکن ہے۔ پھر کیوں اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہو؟"

ریاض نے وفورِ جوش سے بیخود ہو کر کہا۔

"ایک جان کیا میری ہزار جانیں ہوں تو تم پر تصدق کردوں تین سو سوار نہیں تین ہزار ہی کیوں نہ ہوں تب بھی مجھے اندیشہ نہیں۔"

عیسائی سردار نے ریاض کو شمشیر بکف دیکھ لیا تھا۔ اسے سخت غصہ آیا۔ اور اس نے اپنے ہمراہیوں کو اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

عیسائیوں نے تلواریں کھینچ لیں اور ریاض کی طرف بڑھے، انھوں نے اس کے قریب پہنچ کر اس پر حملہ کیا۔ اس نے ان کے حملوں کو ڈھال پر روکا اور جھپٹ کر عیسائی سواروں کے پرے میں جا گھسا۔

اس نے نہایت پھرتی سے حملے کرنے شروع کر دیئے، ہر حملہ میں ایک نہ ایک عیسائی کو ضرور قتل کر ڈالتا تھا۔

چشم زدن میں اپنے پہلے ہی حملے میں اس نے دس عیسائیوں کو مار گرایا عیسائی اس کی یہ چابکدستی، جوش اور دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔

خوروش لبینا قریب والی چٹان پر جا کھڑی ہوئی تھی۔ وہ حیرت اور خوف کی نظروں سے ریاض کو لڑتے ہوئے دیکھنے لگی۔

اس کے نازک۔ مسیح دم اور عنابی لب پھڑک رہے تھے وہ اپنے جانباز عاشق کے لئے دعا مانگ رہی تھی۔

ریاض نہایت بیخوفی۔ بڑی جرأت اور انتہائی جوش کے ساتھ لڑ رہا تھا۔ وہ پیدل تھا۔ عیسائی گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ تنہا تھا۔ اور عیسائی سیکڑوں تھے کسی طرح بھی برابر کا مقابلہ نہ تھا۔

ریاض ایک تو تھا ہی بہادر اور دوسرے اس حور وش کی موجودگی نے جسے وہ ہزار جان سے چاہتا تھا۔ اس کی دلیری کو بہت کچھ بڑھا دیا تھا۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح جھپٹ جھپٹ کر اچھل اچھل کر حملے کر رہا تھا۔

وہ ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس کی شمشیر خون اگل رہی تھی۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جمنے لگے تھے۔ وہ پورے جوش اور ہمت سے لڑ رہا تھا۔

عیسائی دانت کٹکٹا کٹکٹا کر جوش اور غیرت میں آ آ کر بڑھتے تھے۔ اس پر حملے کرتے تھے۔ مگر کسی کا حملہ کارگر نہ ہوتا تھا۔

گویا وہ لوہے کا تھا یا مافوق الفطرت انسان تھا۔ جو عیسائی اس پر حملہ کرتا تھا۔ اس پر تلوار اٹھاتا تھا۔ اس کی تلوار ریاض کی تلوار سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو جاتی اور وہ خود کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

عیسائیوں کا سردار اپنے ہمراہیوں کو جوش و غیرت دلا دلا کر آگے بڑھا رہا تھا اور خود اسے ریاض کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا۔ کہ ریاض کی شمشیر بران قضا کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس کو بھی چھو جاتی وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔

اس لئے وہ خود کو بچاتا۔ اور سواروں کو جنگ کی ترغیب دے رہا تھا۔ ریاض اس سردار تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن عیسائی سواروں کا اژدھام درمیان میں حائل تھا۔

وہ خود لڑ لڑ کر کٹتے جاتے تھے۔ مگر ریاض کو اپنے سردار تک پہنچنے نہ دیتے تھے۔ چونکہ ریاض پیدل تھا۔ اس لئے وہ دل کھول کر نہیں لڑ سکتا تھا۔ وہ اس فکر میں تھا۔ کہ اگر ذرا بھی وقفہ مل جائے تو وہ کسی مقتول عیسائی کے گھوڑے پر سوار ہو جائے۔

کئی مرتبہ اس نے کوشش کی لیکن جب کبھی اس نے گھوڑے پر سوار ہونا چاہا تو عیسائیوں نے اس کو نرغہ میں لے لیا۔ اسے ان کا جواب دینا پڑا اور اس طرح وہ سوار ہونے سے معذور رہا۔

ایک دفعہ عیسائیوں نے اس پر جھرمٹ کیا۔ اور پندرہ بیس تلواریں ایک دم اس پر ٹوٹ پڑیں۔ جس سے اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ کسی نہ کسی کی تلوار ضرور اس کا خاتمہ کر دے گی۔

حوروش لبنیٰ نے یہ حالت دیکھی تو تڑپ گئی۔ غریب ماہوش لڑکی اس وقت اپنے چاہنے والے کی کچھ مدد نہ کر سکتی تھی۔

وہ نہتی تھی۔ اگر اس کے پاس تلوار ہوتی تو بالضرور وہ اسکی امداد کرتی تاہم اس نے اسکی سلامتی کی دعا مانگنے کے لئے اپنے نازک اور گورے گورے ہاتھ اٹھائے ابھی وہ دعا ہی مانگ رہی تھی۔ کہ ریاض جھپٹ کر اس نرغہ سے نکل آیا۔ اس کو زندہ سلامت دیکھ کر پری زاد لبنیٰ کی جان میں جان آگئی۔

وہ مسکرائی ریاض نے جلدی سے اس کا صاعقہ پاش تبسم دیکھا اسکی رگ رگ میں جوش و قوت کی لہر دوڑ گئی اور وہ پہلے سے بھی زیادہ جوش و قوت سے لڑائی میں مشغول ہو گیا۔

ریاض لڑا اور خوب لڑا۔ اس نے پچاس ساٹھ عیسائیوں کو مار ڈالا لیکن اتنے آدمیوں کے مارے جانے پر عیسائیوں کے ہجوم میں کوئی نمایاں کمی نہ ہوئی تازہ دم عیسائی برابر اس پر بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے۔ مگر ریاض انکی کثرت اور اتنی دیر لڑنے سے نہ خوفزدہ ہوا نہ شکستہ دل۔

وہ بدستور جدال و قتال میں مصروف تھا۔ اس لئے اپنے تھکے ہوئے اعضاء میں نئی روح پھونکنے کے لئے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا۔ اور کون تھا جو اس نعرہ کی تکرار کرتا۔ مگر چٹانوں نے اس کا ساتھ دیا۔

آواز بازگشت پیدا ہوئی۔ اور اس کی رگوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جھپٹا۔ اس نے پوری قوت سے عیسائیوں کا مقابلہ کیا۔

اگرچہ عیسائیوں نے بہت کچھ اس کے حملے کو روکا۔ لیکن جوش میں بھرا ہوا تھا۔ اس کی تلوار قضائے مبرم بنی ہوئی تھی۔

اس نے ایک دو نہیں پورے دس عیسائیوں کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی پیچھے ہٹے۔ وہ گھبرا گئے۔ خوفزدہ ہو گئے۔ ریاض کو موقع ملا۔

اس نے ایک مقتول عیسائی کا گھوڑا پکڑا اور نہایت سرعت سے اس پر سوار ہونا چاہا۔

عیسائی سردار نے دیکھ لیا۔ وہ جرأت کر کے بڑھا۔ ریاض سوار ہونے میں مصروف تھا۔ سردار نے پیچھے سے جا کر کمند پھینکی

کمند شانوں سے نیچے اتر کر اس کے بازوؤں میں بہت بری طرح سے جا کر پھنس گئی۔ اس نے ہر چند زور لگایا۔ لیکن وہ کمند کو نہ توڑ سکا اور نہ اس سے چھٹکارا ہی نصیب ہوا۔ بلکہ جس قدر توڑنے کے لئے زور لگاتا تھا۔ اسی قدر کمند اسے اور کستی تھی۔

یہ کمند مضبوط ریشم کی ڈوروں کی تھی۔ ریاض بالکل اس طرح سے پھنس کر رہ گیا جس طرح جال میں چڑیا پھنس کر رہ جاتی ہے۔

حور وش لیلٰے نے اسے دیکھا وہ کمال مضطرب اور بے چین ہوئی غم و الم سے اس کا چہرہ اتر گیا۔

وہ رنج و یاس کا مجسمہ بن گئی اس نے دست تاسف ملتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ کیونکہ مایوسوں۔ بیکسوں اور بے لبوں کا آخری سہارا آسمان والا ہی ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے نرگسی اور سرد آلود آنکھوں میں آنسو بھر لا کر پھر دعا کے لئے اپنے چھوٹے اور نازک ہاتھ بلند کئے۔

ریاض نے غم و حسرت بھری نظروں سے پریجمال لبنیٰ کو دیکھا سردار نے عیسائیوں کے ہاتھ میں ڈور دے کر اسے کھینچنے کے لئے حکم دیا۔

عیسائیوں نے ڈور کھینچی۔ ریاض لٹکنے لگا۔ ٹھیک اسی وقت اللہ اکبر کے فلک بوس نعروں کی آواز آئی۔

نعروں کی آواز سنکر جوروش لبنیٰ خوش ہوگئی۔ عیسائی گھبرا گئے۔ کمند ڈھیلی پڑ گئی۔ ریاض کھڑا ہو کر قدرت کی کرشمہ سازی اور اپنی قسمت کی نیرنگی دیکھنے لگا۔

ساتواں باب
"فاتح و مفتوح"

اللہ اکبر کے پر شگاف نعرہ نے تمام وادی میں گونج پیدا کردی چٹانوں، پتھروں، اور سنگریزوں نے اس تہلکہ مچا دینے والے نعرہ کی تکرار کی۔ عیسائی متوحش اور پریشان ہو ہو کر دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں خدا پرستوں یکا یک گھوڑوں کا گردہ گھوڑے دوڑاتا ہوا آتا نظر آیا۔ یہ ضرار اور انکے ہمراہی تھے۔ نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے چلے آرہے تھے۔ سب سے آگے ضرارؓ اور سعد تھے۔ ضرارؓ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے انہوں نے نیزہ تان رکھا تھا۔ گویا وہ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ رہے تھے۔

جلدی سے عیسائی ان کے سامنے صف بستہ ہوگئے۔ سب سے پہلے ضرارؓ اور سعدؓ نے حملہ کیا۔ دونوں کا حملہ قیامت کا حملہ تھا۔

ضرارؓ نیزہ سے، سعدؓ تلوار سے کوہ شکن حملے کر رہے تھے چشم زدن میں مسلمان

عیسائیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جس طرح باز چڑیوں پر آتا ہے۔

متخاصمین نے تلواریں کھینچ لیں۔ صاف شفاف تلواریں بجلی جیسی چمک کے ساتھ بلند ہوئیں۔ انسانی سمندر میں ڈوبیں اور خون میں نہا کر اٹھیں۔ مار دھاڑ اور چیخ و پکار شروع ہو گئی۔

موت بڑی سرعت کے ساتھ اپنی کھیتی کاٹنے لگی۔ سر و تن کے فیصلے ہونے لگے۔ مسلمان جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ نہایت بے خوفی اور دلیری سے حملے کر رہے تھے۔ عیسائی بھی موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ وہ بھی پوری قوت سے لڑ رہے تھے۔ نہایت خون آشام جنگ ہو رہی تھی۔ بے شمار سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

خون کے فوارے اچھل رہے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے انسانی جسم کچلے جا رہے تھے۔ جو ایک دفعہ زخمی ہو کر اپنے گھوڑے کے اوپر سے گر پڑتا تھا گھوڑے اسے روند ڈالتے تھے۔

آلات حرب کی جھنکار، زخمیوں اور مرنے والوں کی چیخ و پکار تیز قدی نعروں کی آواز سے تمام وادی گونج رہی تھی۔ چونکہ زمین پتھریلی تھی۔ اور خون اس میں جذب نہ ہو سکتا تھا۔

اس لئے تمام سبزہ گلنار ہو گیا اور یہ دن صحت نشین تجدید ہو رہے تھے سر کٹا کٹا کر آگے بڑھ رہے تھے موت کا گرم بازار ہی تھی۔ مگر انسان خون کے پیاسے موت کے متلاشی اس بھیانک منظر سے ذرا نہ دہشت زدہ ہوتے تھے۔ بلکہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ جنگ میں مصروف تھے۔

چند عیسائی ریاض کو نرغے میں لئے ہوئے جگہ جگہ لڑ رہے تھے۔ یہاں جنگ نہایت تیزی سے ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھستے چلے لڑ رہے تھے۔ ریاض اپنے ساتھیوں کو لڑتے زخمی ہوتے شہید ہو کر گرتے دیکھ رہا تھا۔ اس کا جوش طبیعت اور فطری شجاعت اسے جنگ کرنے پر ابھار رہی تھی۔ مگر وہ زنجیر کی ڈور میں جکڑا ہوا تھا۔

طبیعت کی امنگ دل کے حوصلے نہیں نکال سکتا تھا۔ مجبور تھا اور اپنی حالت پر کف افسوس مل رہا تھا۔

اتفاق سے سعد نے اسے دیکھ لیا۔ وہ اسکی بیچارگی اور بے بسی کو دیکھ کر تڑپ گیا وہ بہادر تھا۔ دوستی نے سمند ناز پر تازیانے کا کام کیا۔ بڑی بے جگری اور جوش کیساتھ بڑھا۔ عیسائی اس کے سدراہ ہوئے اس نے اپنے راستہ میں حائل ہونے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔ جو سامنے آیا اسی کا سر اڑا دیا۔

عیسائی اس کی یہ جرأت اور یہ دلیری دیکھ کر سہم گئے۔ اس کے سامنے سے ہٹ گئے اسے راستہ ملا۔

وہ دیوانہ وار ریاض کیطرف بڑھا۔ حور جمال لیلےٰ ابھی تک چٹان پر کھڑی ہوئی تھی۔ اور بیم و رجا کی حالت میں ریاض اور مسلمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ نیز خدا سے مسلمانوں کی فتح کیلئے دعا مانگ رہی تھی۔

اس نے سعدؓ کو ریاض کیطرف بڑھتے دیکھا۔ اسکے تن نازک میں مسرت و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ خوبصورت چہرہ چاند کی طرح چمکنے لگا۔

ہوشربا آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی جیسا صعنت لبوں پر تبسم کی بجلیاں کوندنے لگیں۔

اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ جب سعدؓ کو ریاض کیطرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو عیسائیوں نے اسکے گرد حلقہ کر لیا۔ وہ آہنی دیوار دن کیطرح سامنے آ گئے۔

سعد نے پورے جوش و استقلال کیساتھ حملے کرنے شروع کر دیئے۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا لیکن تازہ دم عیسائیوں کا تانتا لگ رہا تھا۔ جو شخص مر جاتا تھا اس کی جگہ نیا عیسائی پہنچ جاتا تھا۔

موت عیسائیوں کو کھینچ کر سعد کے سامنے لا رہی تھی۔ سعد کی تلوار موت کا پیامبر تھی۔ جو سامنے آ جاتا تھا۔ اور جس پر تلوار پڑتی تھی۔ وہ موت کی آغوش میں پہنچ کر ہمیشہ کے لئے میٹھی نیند کے مزے لینے لگتا تھا۔

یوں تو سارے مسلمان نہایت جوش وخروش سے لڑ رہے تھے مگر سب سے زیادہ ضرارؓ دلیری، جرأت اور جوش وغضب سے بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔

انکے پاس ایک نیزہ تھا۔ وہ جس کے نیزہ مارتے تھے۔ زرہ بکتر توڑ کر سینہ چھید کر نیزہ کی انی پشت کے پار نکل جاتی تھی۔ عیسائی سب سے زیادہ ضرارؓ سے ہی ڈرنے لگے تھے۔

ضرارؓ نے دور سے سعد کو عیسائیوں کے نرغہ میں دیکھا۔ وہ جھپٹے جوان کے سامنے آیا انھوں نے اسی کے سینے کو چھید ڈالا۔ عیسائی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹے۔

ضرارؓ بڑھے۔ انہوں نے سعد کے گرد حلقہ کرنے والوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائی انکی دلیری اور انکے جوش کو دیکھ کر پہلے ہی سے خوفزدہ ہو رہے تھے۔ ان کے حملہ کرتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

اب سعد اور ضرار دونوں ریاض کی طرف بڑھے ریاض کے عیسائی محافظوں نے جب ان دونوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو بلا کسی قسم کی مزاحمت کے ریاض کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔

سعد جلدی سے آگے بڑھے۔ اور انہوں نے ریاض کی کمند کاٹ ڈالی۔ ریاض آزاد ہوا۔ وہ ایک نادم شریف انسان کی طرح سر جھکا کر اسکے سامنے کھڑا ہو گیا۔

سعد بڑھ کر اس سے بغلگیر ہو گئے اور فرمایا کہ ریاض! خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ جو تم مل گئے۔ میں تمہاری گمشدگی کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھا تم نے نہایت زبردست غلطی کی جو بغیر کسی سے کچھ کہے سنے چلے آئے؟

ریاض سر جھکائے خاموش کھڑا سن رہا تھا۔ سعد نے پھر کہا! تلوار لو اور کسی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ اور لٹیرے عیسائیوں سے لڑو۔

نہ تلواروں کی کمی تھی نہ گھوڑوں کی۔ مرنے والوں کے ہتھیار پڑے تھے اور گھوڑے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔

ریاض نے جلدی سے ایک گھوڑا پکڑا۔ ڈھال تلوار اسکے پاس تھے ہی وہ گھوڑے

پر سوار ہو گیا۔ ضرار اس کے قریب آئے اور انھوں نے کہا۔

ریاض تم کیسے یہاں آئے اور عیسائیوں نے کس طرح تمکو گرفتار کر لیا۔

ریاض جواب میں پس و پیش کرنے لگا۔ سعد نے جلدی سے کہا۔ یہ ہمارے روانہ ہونے سے پہلے ہی چل پڑے تھے۔ ہم سے پہلے آگئے؟

ریاض! بیچارے کو کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ ضرار اور اتنے مسلمان کس طرح آگئے ہیں۔ اس کا راز فاش ہو گیا۔ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔ چونکہ وہ شرمیلا نوجوان تھا اسلئے بار ندامت سے اس کا سر جھک گیا تھا۔ مگر سعد کے جواب سے معلوم ہوا کہ کسی اور وجہ سے اتفاقیہ مسلمان یہاں آگئے لیکن وہ وجہ کیا تھی۔ اس کو معلوم کرنے کے لئے اسکی طبیعت میں خلفشار پیدا ہوا۔

ضرار نے اس سے دریافت کیا! تم نے لبنیٰ کو دیکھا ہے؟

اب ریاض کی سمجھ میں آیا۔ وہ سب کچھ سمجھ گیا کہ عیسائی اسکی پری جمال لبنیٰ کو اٹھا لائے تھے اور مسلمان اس کی تلاش میں یہاں تک آئے۔

اس نے پریزاد لبنیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"لبنیٰ اس چٹان پر موجود ہے"

سعد اور ریاض دونوں نے دیکھا۔ انہیں حسن و جمال کی دیوی چٹان پر کھڑی نظر آئی۔ سعد ریاض کو ہمراہ لیکر اس طرف بڑھا اور ضرار لوٹ کر جنگ میں مصروف ہو گئے۔

جب سعد اور ریاض دونوں لبنیٰ کے قریب پہنچے تو اس نے ترنم خیز لہجے میں کہا تم میدان جنگ سے بغیر فتح کئے ہوئے اس طرف آ رہے ہو۔ خدا کیلئے غفلت نہ کرو۔ جاؤ کافروں سے لڑو۔

سعد نے دور ہی سے کھڑے ہوئے کہا۔ لبنیٰ! میں تیری خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ میں بخیریت ہوں۔ میری وجہ سے جہاد میں کوتاہی نہ کرو۔ لڑو اور دشمنان خدا سے لڑو۔ ایک لمحہ بھی بیکار نہ جانے دو۔

ریاض اور سعد دونوں لوٹے۔ دونوں عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ عابس بھی آگے بڑھے

بڑے زور شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائی نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔

مسلمان بھی سر جھکائے جدال و قتال میں مصروف تھے۔ خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں سر دھڑ اور بدن کے دوسرے اعضاء پڑے لوٹ رہے تھے۔

مسلمانوں نے گویا تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ایک عیسائی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے عیسائی جوش میں آ آ کر بڑھتے تھے۔ غصہ میں آ آ کر سانپ کی طرح پیچ و تاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے۔ مگر ہر حملے میں دو چار سرفروشوں کو کٹوا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔

ریاض اور سعد نے گھوڑوں کو ملا کر نہایت جوش و قوت سے حملہ کیا۔ انکی بے پناہ تلواروں نے عیسائی جانبازوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔

وہ جس طرف پل گئے۔ پرے کے پرے صاف کر دیئے انکو اس بے جگری سے لڑتے دیکھ کر تمام مسلمانوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا۔ تلواریں جلد جلد بلند ہونے لگیں۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ خون اسقدر بہنے لگا تھا۔ گویا زمین سے خون کا چشمہ ابل آیا ہے۔ کشتوں کے انبار لگ گئے۔

یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی سراسیمہ ہو گئے انھوں نے دیکھ کر کہ اگر ایک گھنٹہ بھی اور جنگ جاری رہی، تو ایک عیسائی بھی زندہ نہ بچے گا۔

انھوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ اور الاماں! الاماں!! چلانے لگے۔ فوراً مسلمانوں نے ہاتھ روک لیئے۔ وہ انہیں گرفتار کرنے لگے۔

ابھی دس بیس ہی عیسائی گرفتار کئے تھے کہ مغربی جانب سے عیسائیوں کا سیلاب اس وادی میں داخل ہوا۔ یہ سارے عیسائی لوہے میں غرق تھے۔ زرہ بکتر پہنے چار آئینہ لگا ئے ڈھالیں پشت پر ڈالے تلواریں ہاتھ میں لئے گھوڑوں کی کنوتیاں ملائے غیظ و غضب کی نظروں سے مسلمانوں کو گھورتے ہوئے آ رہے تھے۔

مسلمانوں نے انہیں آتے ہوئے دیکھا۔ ضرار نے بلند آواز سے کہا: "مسلمانو! ایک جگہ جمع ہو جاؤ"۔

تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے۔ وہ تازہ دم آنیوالے عیسائیوں کو دیکھنے لگے عیسائی

نہایت تیزی سے جوق در جوق آ رہے تھے ان کا تانتا ٹوٹنے میں ہی نہ آتا تھا۔
تمام وادی ان سے بھر گئی۔ وہ مسلمانوں کے چاروں طرف پھیل گئے ہنوز انکی آمد کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔ مسلمان پیچھے ہٹ کر اس چٹان کے نیچے پہنچ گئے۔ جب پر حور لقا بنت کھڑی تھی۔
ان عیسائیوں کو دیکھ کر اس کا خوبصورت چہرہ کچھ اداس ہو گیا تھا ہوش ربا آنکھوں سے قدرے خوف ظاہر ہونے لگا تھا۔
جب عیسائیوں کا آخری سپاہی بھی وادی میں داخل ہو چکا۔ تو مسلمانوں نے انہیں دیکھا۔ وہ تین ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ تین علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔
ہر علم کے نیچے ایک ہزار تھے۔ ہر ایک ہزار پر ایک سپہ سالار تھا اور ان تینوں کے اوپر ایک بڑا افسر تھا۔ اس کا نام قیطارس تھا۔ وہ جرجس کا چچا زاد بھائی تھا۔
جرجس القضباء کا بادشاہ تھا۔ قیطارس نوجوان تھا بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کوٹ پر سونے کے تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا سر پر سونے کا تاج تھا اسکے پہلو میں ایک پر جمال دوشیزہ باریک ریشم کے کپڑے پہنے ہوئے گھوڑے پر سوار تھی۔
اس کی عمر اٹھارہ برس کے قریب تھی۔ نہایت خوبصورت تھی۔ رعنائی اور دلربائی کی تمام خصوصیات اس میں موجود تھیں۔ اس کے کپڑوں میں جو ہیرات ٹکے ہوئے تھے جنکی ضو نے اسکے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ اس وقت وہ چاند کا ٹکڑہ معلوم ہو رہی تھی۔
اس کا نام میرونہ تھا۔ وہ قیطارس کی سب سے چھوٹی ہمشیرہ تھی۔ قیطارس کے آتے ہی تمام عیسائی صف بستہ ہو گئے۔ مسلمانوں نے بھی صف بندی کر لی۔
عیسائیوں میں سے ایک سوار نکل کر مسلمانوں کے قریب آیا۔ اور اس نے کہا۔ مسلمانو! ہمارے رحمدل سردار قیطارس نے حکم دیا ہے کہ اگر تم لوگ ہتھیار ڈال دو تو تمہیں حراست میں لے لیا جائے گا۔
اس کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ تم کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے گی۔ ضرار نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا " ہم ان میں سے نہیں جو ڈر کر ہتھیار ڈال دیں۔ ہم آخر دم تک

لڑیں گے۔

سوار واپس چلا گیا۔ اسکے جانے کے تھوڑی دیر بعد عیسائیوں کی صفوں کو حرکت ہوئی۔ وہ تلواریں سونت سونت کر بڑھنے لگے۔

ضرارؓ نے بلند آواز سے کہا۔ (لا فرار من الموت):۔ ترجمہ:۔ موت سے رستکاری نہیں ہے۔

مسلمانو! ہم شہادت کے خواہشمند ہیں۔ موت کے متلاشی ہیں خدا نے موت کو بھیج دیا ہے۔ ہماری خوش قسمتی ہمیں شہادت کے دروازے پر لے آئی ہے۔ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں۔ جہاد کرو۔ اور شہید ہو جاؤ۔ خدا بہشت میں داخل کریگا۔

ایک مختصر تقریر نے مسلمانوں کی رگوں میں جوش و غضب کا دریا موجزن کر دیا انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔ خدا کا نام لیکر بڑھے۔ دونوں فریق مل گئے۔ تلواریں سروں سے بلند ہوئیں۔

انسانوں کے لجز ذخاریں ڈوبیں اور خون کے دریا میں تیر کر ابھریں خون کے چھینٹے اچھالنے لگیں۔ سروں کے فیصلے کرنے لگیں۔ خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ مسلمان تھوڑے تھے۔

عیسائیوں نے چاروں طرف انھیں گھیر لیا۔ اور چاروں طرف سے ان پر تلواروں کی بارش ہونے لگی وہ بپھر گئے، بکھر گئے۔ نہایت جوش اور بڑے حوصلے سے لڑنے لگے۔

چاروں طرف تلواریں ہی تلواریں نظر آنے لگیں۔ گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ تلواروں کا کھیت اگ آیا ہے۔ مار دھاڑ نہایت تیزی سے ہو رہی تھی۔ جانباز بڑی سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

اعضائے انسانی کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے۔ لاشیں گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندی جا رہی تھیں۔ خون بارش کے پانی کیطرح بہنے لگا تھا۔ مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ انھیں موت اور زندگی کی پروا نہ تھی۔ وہ دنیا کے تمام کاموں

سے بے نیاز تھے۔ اور جوش میں آ آکر حملے کر رہے تھے۔ عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے جب تک ہر مسلمان دو چار عیسائیوں کو قتل نہ کر لیتا تھا پیچھے نہ ہٹتا تھا۔

عیسائی بھی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ پوری قوت سے مسلمانوں پر جھکے ہوئے تھے۔ لیکن جو جوش مسلمانوں میں تھا۔ وہ ان میں نہ تھا۔ وہ مسلمانوں پر تلوار چلاتے تھے لیکن انکی تلواریں کارگر نہ ہوتی تھیں یا تو مسلمان ڈھالوں پر روک لیتے تھے یا ٹکٹکی لگا کر ان سے تلوار چھین لیتے تھے۔ اور انھیں قتل کر ڈالتے تھے۔

عیسائیوں کو اس سے سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ طیش میں آ آکر حملے کر رہے تھے۔ مگر ان کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی۔ مسلمانوں پر انکا کچھ زور نہ چلتا تھا۔ تاہم انکی تعداد زیادہ تھی۔ انھیں کچھ فکر نہ تھا۔ وہ حملے کرتے تھے۔ بڑھتے تھے۔ کٹ کٹ کر گرتے تھے۔ انکی جگہ خالی ہوتے ہی تازہ دم اور آجاتے تھے۔

یہی سلسلہ جاری تھا۔ یوں تو تمام مسلمان بڑے عزم و شجاعت اور جوش سے لڑ رہے تھے لیکن سعد، ریاض اور ضرار بڑی بے جگری سے لڑ رہے تھے ضرار جس کے اوپر جھپٹ کر نیزہ مارتے تھے۔ زرہ بکتر توڑ کر انی سینہ چھید کر پشت کی طرف نکل جاتی تھی۔ تعجب یہ تھا کہ وہ ننگے بدن تھے ڈھال ہاتھ میں نہ تھی۔ اور عیسائی ان پر ہی زیادہ نرغہ کئے ہوئے تھے۔ مگر انکے جسم پر خراش تک بھی نہ آئی تھی۔ البتہ تمام بدن پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جم گئے تھے۔

ریاض اور سعد دونوں کمال سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ انکی بے پناہ تلواریں جس عیسائی کو چھو بھی جاتی تھیں، وہی کشتہ ہو کر گر پڑتا تھا۔ قیطارس دور کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو للکارا۔ اور عیسائی جوش میں آکر بڑھے انھوں نے پوری قوت سے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے بھی حتی المقدور مدافعت کی لیکن وہ زور لگانے پر بھی عیسائیوں کو نہ ہٹا سکے۔ انھوں نے پیچھے ہٹنا چاہا۔ لیکن پیچھے عیسائی تھے اس طرف سے بھی حملہ ہوا اور مسلمان پریشان ہو گئے۔

ضرار ابتک بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ نہایت قوت سے حملے

کر رہے تھے۔ عیسائیوں کے دل و جگر چھید رہے تھے۔ اتفاق سے ان کے گھوڑے نے کسی لاش سے ٹھوکر کھائی وہ جھکا ضرارؓ جنگ میں مشغول تھے سنبھل نہ سکے۔ گر پڑے ان کے گرتے ہی پندرہ بیس مسیحی ان پر آپڑے اور قبل اس کے کہ وہ اٹھنے کی کوشش کریں۔ انھیں قابو کر کے ریشم کی مضبوط ڈوروں سے جکڑ دیا۔

مسلمانوں کو ضرارؓ کے گرفتار ہو جانے سے بڑا طیش آیا انھوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر پر جوش حملہ کیا مسلمانوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ انھوں نے سیکڑوں عیسائیوں کو قتل کر ڈالا مگر انتہائی جدوجہد کرنے پر بھی وہ ضرارؓ تک نہ پہنچ سکے۔

مسلمان عرصہ سے لڑ رہے تھے۔ وہ کل دو سو تھے تین سو عیسائیوں کو پہلے شکستیں دے چکے تھے۔ تین ہزار سے اب لڑ رہے تھے۔ ان میں سے بھی سیکڑوں عیسائیوں کو اس وقت قتل کر چکے تھے۔ متواتر کئی گھنٹے برابر لڑنے کی وجہ سے ان کے بازو شل ہو گئے تھے۔ ان سے مشکل سے تلوار اٹھتی تھی۔ انکی اس کمزوری کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ لہذا وہ شیر ہو گئے تھے اور نہایت جوش و قوت سے حملے کرنے لگے تھے۔

انھوں نے مسلمانوں کو متفرق کر دیا۔ مگر پھر بھی وہ کسی مسلمان کو شہید نہ کر سکے البتہ کمند پھینک پھینک کر گرفتار کرنے لگے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں تمام مسلمان گرفتار ہو گئے۔ سعد بھی ریاحنؓ سے بچھڑ گیا۔ وہ بھی گرفتار ہو گیا۔ صرف ریاحنؓ باقی رہ گیا تھا۔ وہ ابھی تک جنگ کر رہا تھا۔ اسکی خارا شگاف تلوار برابر عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہی تھی۔ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ تمام مسلمان گرفتار ہو چکے ہیں۔ وہ سر جھکائے ہوئے جنگ میں مشغول تھا۔ اس کے چاروں طرف عیسائیوں کا حلقہ تھا۔

اگرچہ چاروں طرف سے عیسائی اس پر جھکے ہوئے تھے۔ مگر وہ کچھ اس پھرتی سے جنگ کر رہا تھا کہ عیسائیوں کو اس کے قریب جا کر اس پر حملہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک مسیحی نے بلند آواز سے کہا۔

اے عربی نوجوان اب لڑنا بے سود ہے تمہارے کل ساتھی بجز ایک کے جو بھاگ گیا ہے گرفتار کر لئے گئے ہیں۔

اس سوار نے یہ بیچ کہا تھا۔ تمام مسلمان گرفتار کر لئے گئے تھے صرف ایک سالم جو جو عبدالرحمٰن کا آزاد کردہ غلام تھا۔ اور ھزار رفقکے ساتھ آیا تھا۔ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا انکے نرغہ سے نکل گیا تھا۔

عیسائیوں نے اسے گرفتار کرنے کی بہت کوشش کی مگر وہ انکے ہاتھ نہ آیا گھوڑے کو ہوا کی طرح سے اڑا لے گیا۔ ریاض عیسائی کی یہ بات سنکر کسی قدر متفکر ہوا۔ فوراً اسکو حوروش لبنےٰ کا خیال آیا۔

اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں عیسائی اسے گرفتار نہ کرلیں۔ وہ بے چین ہوگیا تڑپ گیا اس نے پوری قوت سے عیسائیوں پر حملہ کیا۔ جو عیسائی اسکے سامنے تھے وہ قتل ہوگئے اور دوسروں پر اس کا رعب بیٹھ گیا۔

وہ ادھر ادھر کترا گئے۔ اس نے گھوڑے کو مہمیز لگائی اور عیسائیوں کے نرغہ سے نکل کر تیزی کے ساتھ لبنےٰ کی طرف چلا۔ لبنےٰ ابھی تک چٹان پر کھڑی تھی اس چٹان کے پشت پر پہاڑی تھی۔ ریاض اس کے پاس پہنچ گیا۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے اترا اور چٹان پر چڑھ گیا۔ لبنےٰ نے غمزدہ لہجہ میں کہا: "اب کیا ہوگا؟"

ریاض نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا: "میری زندگی میں اس چٹان پر کوئی نہیں چڑھ سکتا"

عیسائی بھی ریاض کے پیچھے چٹان کے قریب پہنچے ریاض مردانہ وار چٹان پر کھڑا ہوگیا۔ جو عیسائی چٹان کے قریب پہنچتا اور چٹان پر چڑھنا چاہتا۔ ریاض اس کا سر اڑا دیتا۔ ایک دفعہ کئی عیسائیوں نے یورش کی۔ دو تین عیسائی چٹان کے اوپر بھی پہنچ گئے مگر ریاض نے نہایت پھرتی سے سب کو تہہ تیغ کرکے نیچے گرادیا۔ اسوقت قیطارس اور مہ جبین میرونہ چٹان کے پاس آکر کھڑے ہوئے تھے۔ میرونہ تعجب اور محبت بھری نظروں سے ریاض کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے قیطارس سے کچھ کہا۔

قیطارس بڑھا۔ اور اس نے ریاض سے کہا۔ تمہاری دلیری نے میری بہن کے دل پر

بہت کچھ اثر کیا ہے۔ میں تم سے ہتھیار ڈال دینے کو نہیں کہتا۔ بلکہ جنگ بند کر دینے کی استدعا کرتا ہوں۔ تم تلوار میان میں ڈال لو۔ چٹان سے نیچے اتر آؤ۔ دوستوں کی طرح ملو یقین کرو کہ تمہارے ساتھ دغا نہ کی جائے گی۔

ریاض نے کہا: "کیسے یقین آئے کہ آپ دغا نہ کریں گے؟"

قیطارس: "میں خدا اور خداوند کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز دغا نہ کی جائے گی۔"

ریاض نے حورِ وش لبینٰی کی طرف دیکھا۔ لبینٰی نے کہا: "یہ بادشاہ یا بادشاہ کا بھائی معلوم ہوتا ہے۔ بڑا آدمی ہے۔ اس کی بات پر اعتبار کرو۔"

قیطارس نے پھر کہا۔ اطمینان رکھئے میں آپ کو گرفتار نہ کروں گا اور نہ اس حورِ وش لبینٰی کو گرفتار کیا جائے گا۔ البتہ تم دونوں کو ہمارے ساتھ چلنا ہوگا۔ ایک دشمن کی طرح نہیں بلکہ ایک دوست کی طرح۔

لبینٰی نے کہا: "کچھ ہرج نہیں ہے۔ ریاض نے تلوار میان میں ڈال لی۔ قیطارس نے فوراً دو گھوڑے لانے کا حکم دیا۔ دو گھوڑے لائے گئے۔ ایک پر ریاض سوار ہوا۔ اور دوسرے پر لبینٰی بیٹھی۔ عیسائیوں نے فتح و ظفر کا نعرہ لگایا۔ قیطارس نے کوچ کا حکم دیا۔ عیسائی چند مسلمان قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔

آٹھواں باب

"رہائی"

سالم عیسائیوں کے نرغہ سے نکل آیا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے اسلامی لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے سرپٹ گھوڑا چھوڑ رکھا تھا۔ پتھروں اور چٹانوں کو پھاندتا جا رہا تھا۔ پورے ایک گھنٹہ کی دوڑ دھوپ کے بعد وہ لشکر میں پہنچا۔ اس نے دور ہی سے چلا کر کہا۔ "النفیر یا انصار الدین۔ ترجمہ:۔ اے دین کے مددگار دوڑو!۔"

یہ وہ وقت تھا کہ جبکہ خالدؓ کے حکم کے مطابق تیسرا دستہ زیاد بن ابی سفیان

کی ماتحتی میں روانہ ہو رہا تھا۔ دو دستے ان سے پہلے جا چکے تھے۔ پہلا دستہ فضل بن عباس اور دوسرا مقداد بن اسود الکندی کی سرکردگی میں تین گھنٹے کے وقفہ سے روانہ ہو چکے تھے۔

مسلمانوں نے سالم کی آواز سُنی۔ بہت سے آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے انہوں نے دریافت کیا ضرارؓ اور انکے ہمراہیوں کا کیا حال ہوا؟

سالم گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے حضرت خالدؓ کے خیمے کیطرف چلتے ہوئے کہا "ضرارؓ گرفتار ہو گئے۔ مسلمان نرغہ میں ہیں انکی مدد کی اشد ضرورت ہے"۔

مسلمانوں کو رنج ہوا انکے چہرے اتر گئے سالم خالدؓ کے خیمے پر پہنچا۔ حضرت خالدؓ خیمہ کے اندر موجود تھے۔ اس وقت انکے پاس عمرو بن العاص اور مالک ستیب نجیبتہ الفزاری۔ رافع بن عمر الطائی اور چند دیگر سربرآوردہ عرب بیٹھے تھے۔ سالم نے خیمہ میں داخل ہو کر خالدؓ کو سلام کیا۔

حضرت خالدؓ نے اسے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ کر دریافت کیا۔ سالم! سالم! تم کہاں۔ ضرار اور ان کے ہمراہی کہاں؟

سالم نے کہا۔ ضرارؓ گرفتار ہو گئے۔ مسلمانوں کو عیسائیوں نے گھیر لیا ہے۔ جلد تر انکی امداد کیجئے۔

حضرت خالدؓ کا چہرہ اتر گیا۔ انہوں نے کہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ ہمیں کچھ توانائی اور قوت حاصل نہیں ہے مگر بتائید خدا کے جو برتر اور عظیم ہے۔ سالم! عیسائی کس قدر تھے"؟

سالم۔ تین ہزار یا اس سے زیادہ۔

حضرت خالدؓ نے غمزدہ لہجہ میں کہا "آہ ضرارؓ اور انکے ہمراہی گرفتار ہو گئے میں قیامت کے روز خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ تم پانچسو مسلمانوں کو مسلح ہونے کا حکم دو۔ میں خود مسلمانوں کو رہائی دلانے کے لئے جاؤں گا۔

مسیب نے کہا۔ آپ نہ جائیں۔ یہ کام میرے سپرد کیجئے۔

رافع۔ بیشک آپ کا جانا مناسب نہیں ہے مجھے اور مسیب دونوں کو اجازت دیجئے
عمرو بھی مناسب ہے۔ آپ ہرگز نہ جائیں۔ مسیب اور رافع اس مہم کے لئے کافی
ہیں۔ چونکہ دشمنوں کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے۔ اس لئے ان کو اجازت دیجئے کہ یہ
ایک ہزار چیدہ مسلمانوں کو اپنے ہمراہ لے جاویں۔

خالدؓ۔ اچھا تم دونوں ایکہزار مسلمانوں کو منتخب کرلو۔ اور ایک رہبر ساتھ لیلو۔
وہ لوگ دہشواور کی جانب جائیں گے۔ تم رہبر سے کہنا کہ وہ تم کو کسی اور راستہ سے لے جائے
جوان سے پہلے تمہیں دہشواور کے قریب پہنچادے۔ بفضل مقداد اور زیاد کلبی اسی طرف گئے ہیں
اگر مزید کمک کی ضرورت پیش آئے تو انکو بلالینا۔ جلدی جاؤ۔ اور ایک لمحہ توقف نہ کرو۔

فوراً مسیب اور رافع اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر آئے انھوں نے
جلد جلد ایک ہزار مسلمانوں کو منتخب کرلیا۔ اور انھیں مسلح ہونے کی ہدایت کی سب لوگ
اپنے اپنے خیموں پر مسلح ہونے کے لئے چلے گئے مسیب اور رافع بھی روانہ ہوئے۔ وہ بہت
جلد مسلح ہو کر حضرت خالدؓ کے خیمے پر آپہنچے مسیب اور رافع بھی آگئے۔

خالدؓ اور عمرو خیمہ سے باہر نکل آئے تھے وہ لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دینے ہی والے
تھے کہ ایک سوار نیزہ تانے ڈھال پشت پہ لٹکائے تلوار میز ناہ میں ڈالے سر سے پاؤں تک
چادر میں مستور آیا۔ اس نے خالدؓ کو سلام کر کے کہا۔ یا امیر! میں خولہ ضرارؓ کی ہمشیرہ ہوں میرے
بھائی کو عیسائیوں نے گرفتار کرلیا ہے۔ میں انکے لئے مضطرب و بیقرار ہوں۔ مجھے اسی لشکر
کے ساتھ جانے کی اجازت دیجئے۔

خالدؓ۔ تمام سردار اور سارے مسلمان خولہؓ کو اچھی طرح سے جانتے تھے۔ وہ خوبصورت
حسین اور بہادر تھی۔ فتح یرموک اور فتح انطاکیہ کے وقت وہ نہایت سرفروشی سے عیسائیوں
کے ساتھ لڑی تھی۔

خالدؓ نے کہا تم کو اجازت ہے۔ (مسیب اور رافع سے خطاب کرتے ہوئے) تم
اور سارے مسلمان اس لڑکی کی دلیری، شجاعت اور جوش سے اچھی طرح واقف ہو
اسے اپنے ہمراہ لے جاؤ۔

دونوں نے خولہ کی شمولیت سے اظہار مسرت کیا۔ اب خالدؓ نے انکی نصرت و کامرانی کے لئے دعا مانگی۔ اور ایک ہوشیار رہبر ان کے ہمراہ روانہ کردیا۔ رہبر آگے آگے روانہ ہوا۔

لشکر کے نکلتے ہی اس مختصر دستہ فوج نے تیزی سے چلنا شروع کیا۔ رہبر کو ہدایت کر دی گئی تھی۔ کہ وہ کسی قریب کے راستہ سے اس فوجی دستہ کو لے جا کر ایسی جگہ پہنچا دے جہاں عیسائیوں سے ان کا مقابلہ ہو جائے۔

رہبر ایک تنگ راستہ پر روانہ ہوا۔ اس راستہ کے دونوں سروں پر سر بفلک چٹانیں کھڑی تھیں۔ راستہ اسقدر تنگ تھا کہ صرف دو سوار برابر برابر ایک وقت میں چل سکتے تھے۔

یہ لوگ گھوڑے دوڑاتے نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ پورا ایک گھنٹہ چلنے کے بعد وہ ایک کشادہ راستے پر پہنچے۔ دو تین میل چل کر راستہ پھر تنگ آگیا۔

چونکہ یہ راستہ پہاڑی کے اندر تھا۔ اس لئے ناہموار تھا۔ راستہ میں بڑے بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے مگر یہ لوگ نہ سنگریزوں کا خیال کرتے تھے نہ پتھروں کا سب کو پھاندتے ہوئے نہایت تیزی سے دوڑے چلے جا رہے تھے۔ ایک گھنٹہ اور چل کر وہ ایک کشادہ گھاٹی میں پہنچے۔ رہبر نے اس گھاٹی کو اچھی طرح دیکھ کر کہا۔

عیسائیوں کے آنے کا یہی راستہ ہے۔ لیکن اس جگہ کے نشانات بتا رہے ہیں کہ ابھی تک کوئی لشکر اس طرف سے نہیں گزرا۔ اس طرح چھپ جاؤ۔ جب عیسائی اس طرف سے گزریں تو کمین گاہ سے نکل کر ایکدم ان پر حملہ کر دو۔ یقین ہے کہ فتح بھی تمہاری ہوگی۔

مسلمانوں کو اس کی بات پسند آئی۔ وہ سب اونچی چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند سوار آتے ہوئے نظر آئے یہ زیادہ سے زیادہ بیس پچیس آدمی تھے۔

وہ نہایت بے فکری سے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ یہ فیطاروس، میرونہ، ریاض

اور لبنیٰ وغیرہ نیز چند سربرآوردہ عیسائی تھے۔ ریاض و لبنیٰ درمیان میں تھے مسلمانوں نے انھیں دیکھا۔

جب وہ سامنے آ گئے۔ تو مسیب نے نکلنے کا ارادہ کیا۔ تو رہبر نے اسے روک کر کہا۔ ابھی توقف کیجئے۔ چند آدمی غالباً مسلمان اسیروں کی خوشخبری لئے جا رہے ہیں لشکر دور معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم نے ان پر حملہ کر دیا تو اندیشہ ہے کہ کوئی ان میں سے بھاگ کر تمہاری موجودگی کی اطلاع لشکر کو نہ دیدے وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار نہ کر لیں۔ مسیب خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ کاش وہ دیکھ لیتے کہ ان میں ریاض و لبنیٰ بھی ہیں۔ مگر خدا کو منظور نہ تھا۔

قیطارس اور اس کے ہمراہی بڑھے چلے گئے۔ جب وہ تقریباً دو میل نکل گئے تو بہت سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی۔ رہبر نے کہا۔

ہوشیار ہو جاؤ۔ اب لشکر آ رہا ہے۔ سب ہوشیار ہو گئے۔ آواز دمبدم قریب آتی جا رہی تھی۔ معلوم ہوتا جا رہا تھا کہ ہزاروں گھوڑے آ رہے ہیں۔ رفتہ رفتہ عیسائی سوار نظر آنے لگے۔ یہ وہی لشکر تھا جو ضرارؓ اور انکے ہمراہیوں کو گرفتار کئے لئے جا رہا تھا۔

تمام عیسائی نہایت خوش و خرم تھے۔ گھوڑوں پر اکڑے اور تنے ہوئے بیٹھے آ رہے تھے۔ انھوں نے اس گھاٹی کو طے کرنا شروع کیا جہاں یہ مسلمان چھپے بیٹھے تھے۔ مسلمانوں نے اس وقت ایک نہایت اندوہناک اور دردآمیز آواز سُنی کوئی کہہ رہا تھا:۔

الا ابلغا قومی وخولتہ النخما

اے مخاطب تو میری قوم اور بہن خولہ کو خبر کر دے

اسیر رھین موثق الید بالقید

کہ میں اسیر ہوں۔ گرفتار ہوں اور دست بستہ قیدی ہوں

وحولی علوج الروم کل کالو

میرے گرد بدیف رومی ہیں اور وہ سب کافر
ہیں اور
ترا صبحت معهم لا اعيد ولا ابدی
میں انکے ساتھ ہوں غور کر سکتا ہوں نہ مدد پا سکتا ہوں

یہ ضرار کی آواز تھی وہ دردناک آواز سے اشعار پڑھ کر اپنی بیکسی اور حالت زار بیان کر رہے تھے۔ خولہ انکی آواز سنکر تڑپ گئی۔ اس نے کہا۔ بھائی جان! غم نہ کرو۔ نیلی چھت والے نے آپ کے لئے مدد بھیج دی ہے۔

عیسائی اس آواز کو سنکر چونک پڑے۔ وہ حیرت بھری نظروں سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ابھی وہ حیران ہی ہو رہے تھے کہ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اور کمین گاہ سے نکل کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ سب سے پہلے خولہ نے حملہ کیا۔ اپنے بھائی کیطرح نیزہ بازی میں کمال مہارت رکھتی تھی۔ اس کا تمام جسم کالی لپیٹا ہوا تھا۔ صرف ہاتھ اور آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ آزمودہ کار سپاہی پختہ کار شہسوار کی طرح نیزہ بازی کرنے لگی۔

خولہ نوجوان تھی۔ نازک اندام تھی۔ لیکن اسلامی جوش شہادت کی خواہش اور بھائی کی محبت نے اس کی رگ و پے میں جوش و قوت کی لہر دوڑا دی تھی۔ وہ کمال جستی، بیخوفی اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی۔

اس کا نیزہ موت کا پیامبر بن گیا تھا۔ جس عیسائی پر نیزہ پڑتا۔ زرہ توڑ کر سینہ چھید ڈالتا۔ اس نے دم کے دم میں ایک دو نہیں دس سواروں کو مار ڈالا۔

یہ معمولی بات نہ تھی بڑی جرأت کا کام تھا۔ ایک عورت اور وہ بھی ناتجربہ کار کمسن نازنین اس ہوشیاری اور دلیری سے جنگ کر رہی تھی کہ عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ دشمن اسکے سامنے سے کترانے لگے تھے۔ تمام مسلمانوں نے پوری قوت پورے جوش سے کوہ شکن حملہ کیا۔ تلواریں میانوں سے کھینچ کھینچ کر بلند کیں۔ انسانوں پر توڑیں اور سر و تن میں ڈوبیں۔ اٹھیں اور خون کی بارش کرنے

نگیں عیسائی حیرت زدہ ہوئے ٹھٹھکے سہمے، رکے اور سنبھلے انھوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ جنگ شروع ہوگئی۔ متنی ضمنین ٹکرا گئے۔ آلات حرب کی جھنکار۔ زخمیوں کی چیخ و پکار اور لڑنے والوں کے شور و غل سے تمام گھاٹی گونج اٹھی۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہوگئی۔

اگرچہ گزشتہ جنگ میں آٹھ سو کے قریب عیسائی مارے گئے تھے لیکن اب بھی ڈہائی ہزار کے قریب باقی تھے برابر کا اب بھی مقابلہ نہ تھا لیکن کچھ نہ کچھ تناسب ضرور تھا۔ سارے مسلمان دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ان کی خارا شگاف تلواریں ڈھالوں کو پھاڑ رہی تھیں۔

نیزے زرہ بکتروں کو توڑ رہے تھے۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے سر گیندوں کی طرح سے اچھل رہے تھے۔ ہاتھ پیر اور بدن کے دوسرے اعضاء نہایت بیدردی سے کاٹے جا رہے تھے۔

خون پتھریلی زمین پر بہنے لگا تھا مسیب اور رافع نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے دونوں کے ہاتھوں میں اسلامی علم تھے۔ بائیں ہاتھوں میں علم لئے ہوئے تھے۔ اور داہنے ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے بڑے جوش اور جرأت سے لڑ رہے تھے۔

مسیب نے دور سے ایک عیسائی سردار کو دیکھا اسکے سامنے ایک جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ سرخ ریشم کے کپڑے پہنے تھا۔ عیسائیوں کو جوش دلا رہا تھا مسیب اس کی طرف بڑھے۔ وہ دور تھا۔ اور درمیان میں سینکڑوں سرفروش شمشیر بکف عیسائی تھے۔

مسیب ان عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ انکی بے پناہ تلوار نے عیسائیوں کو کاٹنا شروع کیا۔ عیسائیوں نے انکے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ سینکڑوں بن کر ڈٹ گئے۔ مگر وہ رکنے یا پیچھے ہٹنے کے لئے نہ بڑھ رہے تھے۔

مسلمانوں کا کام بڑھ کر پیچھے ہٹنا نہیں تھا۔ پھر مسیب جیسا آزمودہ کار اور دلیر سپاہی کیسے رک سکتا تھا۔ وہ برابر بڑھتے رہے۔ انکی تلوار ساینے بجز

والوں کو کاٹ ڈالتی رہی۔

جب بہت سے عیسائی نذر اجل ہو گئے تو وہ ڈر کر سہم کر دب گئے۔ مسیب کو راستہ دیدیا۔ وہ بڑھ کر سردار کے سامنے جا پہنچے۔ انھوں نے للکار کر کہا "سنبھل جاؤ موت قریب آگئی ہے۔" یہ سردار نہایت گرانڈیل تھا۔ زرہ بکتر پہنے تھا۔

اس پر سرخ ریشم کے کپڑے تھے سرخ رنگ کا برج معلوم ہوتا تھا۔ اس نے جلدی سے تلوار کھینچ لی۔ گھوڑے کو بڑھا کر مسیب کے سامنے آیا۔ عیسائیوں نے پیچھے ہٹ ہٹ کر اسقدر جگہ چھوڑ دی جس سے کہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں کو اچھی طرح سے دوڑا سکیں۔

سردار نے مسیب پر حملہ کیا۔ تلوار کا پورا ہاتھ مارا عیسائی خوش ہو رہے تھے کہ اب مسیب کا خاتمہ ہوا۔ واقعہ بھی یہی تھا۔ عیسائی کی آہن شکن تلوار نہایت زوردار پوری قوت سے مسیب کا خاتمہ کرنے کیلئے جھکی۔ مگر مسیب نے تحیّر خیز سرعت سے اسکی تلوار پر اپنی تلوار ماری۔

دونوں تلواریں ٹکرائیں چنگاریاں اٹھیں۔ لوگوں نے تعجب سے دیکھا سردار نے گھوڑا پیچھے ہٹایا پھر حملہ کیا۔ مسیب نے پھر روکا۔ اب انکے حملے کی باری آئی۔ انھوں نے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔

سردار نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار نے ڈھال پھاڑ دی۔ عیسائی نے جوش اور غصہ سے بھر کر اپنی پوری قوت سے تلوار ماری۔ مسیب نے اسے بھی خالی دیا اور خود بھی جوش میں آکر آگے بڑھے۔

اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر حملہ کیا۔ تلوار گردن پر پڑی۔ چاندی کی زنجیریں کاٹ کر آدھے گلے سے زیادہ اڑ گئی۔ عیسائی کا جسم لرزا اس نے تلوار اٹھائی مگر ہاتھ ہوا میں رہ گیا وہ ایک دم گھوڑے سے نیچے گرا۔ مسیب نے جوش ہو کر پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا تمام مسلمانوں نے اس کلمہ کی تکرار کی اور تمام گھاٹی گونج اٹھی۔ عیسائی جوش میں آکر مسیب اور مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمان بھی پل پڑے اور پھر خونریز جنگ شروع ہو گئی۔

سر اور ہاتھ کٹ کٹ کر اچھلنے لگے۔ خون کے چشمے ابل پڑے نام ونمود یا مذہب پر

مرنے والے کشتہ ہو ہو کر گرنے لگے۔

دار و گیر کی صدا نے اس گھاٹی کو ہیبتناک بنا دیا۔ جب جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ خولہ بدستور نیزہ بازی میں مصروف تھی۔ اس نے بہت سے عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ وہ نہایت صبر و استقلال اور جوش و قوت سے نیزہ مار مار کر عیسائی بہادروں کے دل و جگر چھید رہی تھی۔ عیسائیوں کے ایک گروہ نے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا۔ انہیں نرغہ میں لے لیا۔ بہت سی تلواریں ایکساتھ بلند ہو کر ان پر ٹوٹیں وہ نہ گھبرائیں نہ ڈریں، نہ فکر مند ہوئیں۔ بلکہ بڑے استقلال و ہمت اور دلیری سے تلواروں کو ڈھال پر روکنے اور نیزہ سے حملہ کرنے لگیں۔

رافع نے یہ کیفیت دیکھی انھوں نے عیسائیوں کو ریل کر گھوڑا بڑھایا اور تلوار کی باڑھ پر عیسائیوں کو رکھ لیا۔ عیسائیوں نے ان کو روکنا چاہا لیکن وہ نہ رکے مارتے کاٹتے خولہ کے پاس پہنچے اس جگہ جاتے ہی انھوں نے عدیم النظیر دلیری کے ساتھ حملہ کیا۔ بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا۔ جو بڑھے ہوئے تھے خولہ کے اوپر جھکے ہوئے تھے وہ ڈر کر سہم کر اور گھبرا کر پیچھے ہٹ گئے۔ اب خولہ اور رافع نے نہایت زور سے حملہ کیا۔

پانچ سات عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا عیسائی اور پیچھے ہٹے رافع نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی اور ساتھ ہی انہیں جوش و غضب کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ انھوں نے سمٹ کر یکجا ہو کر گھوڑوں کی باگیں ملا کر نہایت سخت حملہ کیا۔ عیسائیوں نے اس پر حملہ روکنا چاہا۔ مگر غازیان اسلام کے حملہ کو نہ روک سکے۔ انکے سینکڑوں سپاہی قتل ہو گئے۔ وہ موت کی یہ گرم بازاری دیکھکر کچھ ایسے خوفزدہ ہوئے کہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ وہ اس طرف کو بھاگے جس طرف قیطار روس و میرو نہ۔ ریاض و لبنیٰ اور چند دیگر عیسائی گئے تھے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا پسماندگان عیسائیوں کو مارتے کاٹتے اور گرفتار کرتے انکے پیچھے لگے چلے گئے۔ تھوڑی ہی دور جا کر سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور ایک کھلا ہوا میدان سامنے آگیا۔ یہاں آکر مسلمانوں نے عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا۔ کچھ مسلمانوں نے

مزاحم اور انکے ہمراہیوں کی بندشیں کاٹیں اور انہیں آزاد کیا۔

یہ سب لوگ بھی تلواریں لیکر بھاگتے ہوئے عیسائیوں پر جا پڑے۔ وہ جوش میں تھے۔ غصہ میں بھرے ہوئے تھے۔ نہایت دلیری سے بھگوڑے عیسائیوں کو قتل اور گرفتار کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ ہزار بارہ سو مردے چھوڑ کر عیسائی بھاگ گئے۔

مسلمان واپس لوٹے وہ ایک جگہ جمع ہونے لگے۔ ابھی وہ جمع نہ ہوئے تھے کہ جنوب کی جانب سے عیسائیوں کے گروہ ایسے خوفزدہ بھاگے ہوئے آئے جیسے انکے پیچھے کوئی زبردست دشمن انھیں رگیدے ہوئے آرہا ہو۔

ان عیسائیوں کو دیکھتے ہی مسلمان انکی طرف دوڑے۔ انھوں نے تلواریں کھینچ لیں۔ عیسائی انکے قریب آکر ٹھٹھکے۔ سہمے گھبرائے۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ پھر جنگ ہونے لگی۔ چونکہ یہ میدان کھلا تھا اسلئے مسلمان پھیل گئے۔ عیسائی بھی پھیل گئے۔ میدان عریض اور طویل ہو گیا۔ عیسائیوں کی آمد کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ نہایت تیزی سے بھاگ بھاگ کر آرہے تھے۔ یہاں آکر رکتے صف بستہ ہوتے اور لڑائی میں مصروف ہو جاتے۔

وہ مسلمانوں کی صفیں توڑ کر مغرب کی طرف بھاگنا چاہتے تھے لیکن وہ ایسے کیونکر ہو سکتا تھا کہ انھیں آسانی سے راستہ دیدیتے وہ روک رہے تھے جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

مسلمانوں کو تعجب تھا کہ عیسائی کہاں سے بھاگ کر آرہے ہیں۔ وہ انکو پریشان اور سہمے دیکھ کر یہ ضرور سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی سے ڈرے ہوئے شکست کھائے ہوئے آرہے ہیں لیکن یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں کس کے سامنے بھاگ کر آئے ہیں۔

یہ عقدہ انکے لئے لاینحل تھا۔ یہ عقدہ حل بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اور نہ انھوں نے حل کرنے کی کوشش کی۔ البتہ دلیرانہ خونریز جنگ شروع کر دی۔ ایک مرتبہ پھر اس میدان میں تلواریں چمکنے لگیں۔ اور خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

نواں باب

"پہلی فتح"

فضل عباس ایک ہزار مجاہدین اسلام کے ساتھ آہستہ آہستہ قلعہ دمشوار کی جانب بڑھ رہے تھے۔ انھوں نے کئی جاسوس عیسائی لشکر کے کوائف معلوم کرنے کیلئے روانہ کر دیئے تھے۔ وہ پہاڑی کے دامن میں چٹانوں کے کنارہ کنارہ بڑھ رہے تھے تمام راستہ ساری وادی۔ سب چٹانیں نہایت سرسبز و شاداب تھیں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چشمے جاری تھے۔ غازیوں، مجاہدوں اور اسلامی مہنبروں کا یہ مختصر لشکر چھ سات میل تک بڑھا چلا گیا۔

راستے میں نہ عیسائی ملے نہ انکے بھیجے ہوئے جاسوس ملے نہ کوئی اور واقعہ پیش آیا۔ اب انھوں نے اپنا رخ زیادہ تر مغرب کی جانب کر دیا۔ پہاڑی اپنی پشت پر چھوڑی۔ ایک وسیع میدان طے کرنے کے بعد وہ ایک قریہ میں پہنچے۔

چند مسلمان گاؤں کے اندر گئے۔ سارا گاؤں خالی پڑا تھا۔ ایک متنفس بھی موجود نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عیسائی مسلمانوں کے آنے کی خبر سنکر بھاگ گئے ہیں گاؤں سے نکل کر یہ لوگ آگے بڑھے۔ اب یہ دم بدم پہاڑی سے دور ہوتے جاتے تھے۔

اس گاؤں سے دو میل چل کر وہ ایسے جنگل میں داخل ہوئے جسمیں تناور اور سایہ دار درخت کھڑے تھے۔ تمام زمین پر سبز مخمل کا فرش ہو رہا تھا۔ فضل یہاں پہنچ کر رکے۔ انھوں نے مجاہدین کو تھوڑی دیر آرام کرنے کی اجازت دیدی۔ مجاہدین اسلام گھوڑوں سے اتر پڑے۔

گھوڑوں کی لگامیں اتار اتار کر انھیں چرنے کیلئے چھوڑ دیا۔ اور خود سبزہ زار فرش پر پڑ کر آرام کرنے لگے۔ اسوقت آفتاب نصف النہار پر پہنچ گیا تھا۔ دھوپ درختوں کی چوٹیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ خفیف خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ نرم

گرم دن تھے۔ ہوا کے جھونکے نہایت فرحت بخش معلوم ہو رہے تھے۔ ابھی غازیان اسلام کو اس میدان میں آکر آرام کئے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک عیسائی سوار گھوڑا دوڑائے آتا ہوا نظر آیا۔ چند مسلمان اٹھ کر اسکی طرف چلے۔"

عیسائی انکے قریب آکر رکا۔ یہ عیسائی بہت زیادہ خوفزدہ اور ہراساں معلوم ہوتا تھا۔ اسکے چہرہ سے فکر و پریشانی کی علامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ جلد گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس لوٹو!

ایک مسلمان نے دریافت کیا "کیا خطرہ ہے؟"

"یہی عیسائی"۔ زبردست خطرہ ہے۔ عیسائیوں کا بے شمار لشکر اسطرف آرہا ہے۔

اس عرصہ میں فضل بن عباس بھی آگئے۔ انھوں نے بھی اس عیسائی کی باتیں سن لی تھیں۔ یہ عیسائی مسلمانوں کا جاسوس تھا۔ فضل نے دریافت کیا کسقدر لشکر ہے؟

جاسوس:"دس ہزار یا اس سے زیادہ۔"

فضل:"یہاں سے کتنے فاصلے پر ہے؟"

جاسوس:"بہت قریب ہے۔ شاید ایک میل کا فاصلہ بھی نہ ہو۔"

فضل:"افسوس! تم نے بہت دیر لبعد مطلع کیا۔"

جاسوس۔ اس عیسائی لشکر کا سردار ببا بکری کا بادشاہ ادریس ہے جو بہادر بھی ہے اور پرلے درجہ کا مکار بھی۔ وہ پہاڑی کی جانب جا رہا تھا۔ کہ دفعتاً پلٹ کر ادھر آنکلا۔

فضل:"کچھ خوف نہیں خدا حامی و ناصر ہے۔"

فوراً فضل اور مسلمان واپس ہوئے۔ فضل نے تمام مسلمانوں کو مسلح ہو کر سوار ہونے کا حکم دیا۔ سب مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب نے ہتھیار لگا کر گھوڑوں کو تلاش کرنا اور سوار ہونا شروع کیا۔ سارے میدان میں ہلچل مچ گئی۔

ہر طرف مسلمان بکھر گئے۔ وہ بہت جلد سوار ہو گئے۔ ابھی ان لوگوں نے نقل و حرکت شروع نہ کی تھی۔ کہ عیسائی لشکر کی آمد شروع ہو گئی۔ ٹڈی دل عیسائی سیلاب

کی طرح آنے لگے۔

تمام عیسائی زرہ بکتر پہنے ہتھیار لگائے اونچی بنے نہایت شان سے آ رہے تھے فضل نے اس لشکر کو دیکھتے ہی مسلمانوں کو صف بستہ کرنا شروع کر دیا عیسائی بھی صف بستہ ہونے لگے۔ سارا جنگل عیسائیوں سے بھر گیا۔

اونچے اونچے صلیبی علم ہواؤں میں لہرا رہے تھے۔ ہر علم کے نیچے ایک ہزار سوار تھے اس زمانہ میں یہ قاعدہ تھا کہ ایک علم کے زیر کمت ایکہزار سپاہی ہوتے تھے تمام عیسائی بنایت تنومند توانا اور عظیم الجثہ تھے یہ سب بیاولکبری کے سپاہی تھے نہایت جوش اور تعلی سے مسلمانوں کو فنا کرنے کیلئے آئے تھے۔ انکے ساتھ انکا بادشاہ ادریس بھی تھا۔

ادریس بڑا بہادر، تجربہ کار اور تنو مند تھا۔ وہ زرہ بکتر کے اوپر ریشمین لباس پہنے ہوئے تھا۔ شانوں پر سونے کی زنجیریں پڑی تھیں۔ سونے کا منقش کالر گلے میں تھا منقش سونے کے بوتام کوٹ پر لگے ہوئے تھے۔ سر پر سونے کا مرصع تاج تھا۔ دھوپ میں اسکے کپڑے اور سونے کے زیورات چمک رہے تھے۔ سینہ پر سرخ رنگ کی صلیب تھی۔

وہ قلب لشکر میں کھڑا ہو گیا۔ اس نے تمام لشکر کو سرسری نظروں سے دیکھا اسے وزنگان یک عیسائی جانباز زرہ بکتر پہنے کیل کانٹے سے لیس کھڑے نظر آئے پھر اس نے مسلمانوں کو دیکھا۔ وہ کل ایکہزار تھے۔ انہیں بہت ہی حقیر معلوم ہوئے اس نے فخر و غرور کے لہجہ میں کہا۔ "ان مسلمانوں کو مار ڈالنا بھی کوئی بڑی بات ہے؟"

ایک سردار پاس ہی کھڑا تھا۔ اس نے کہا:" آپ مسلمانوں کو حقیر نہ سمجھیں یہ دیکھنے میں کمزور اور ضعیف معلوم ہوتے ہیں۔ مگر جب ان سے سابقہ پڑے تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ لوہے کے ہوں ہڈی لوہے کی۔ گوشت لوہے کا۔ کھال لوہے کی تیر، تلوار، نیزہ، بلم وغیرہ کوئی ہتھیار بھی انکے جسم پر اثر نہیں کرتا۔

ادریس نے تیور بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا واہیات بکنے لگے ہو جسطرح ہم انسان ہیں اسی طرح سے وہ بھی۔ ان میں محیر العقول کوئی بات نہیں ہے"

عیسائی سردار۔ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ کس قدر کم ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار

ہوں گے ہم دس ہزار ہیں انہیں کچھ خدشہ نہیں ہے۔

وادرلیس۔ کر ہی کیا سکتے ہیں۔ گھر گئے ہیں مجبور ہیں مرنے کیلئے کھڑے ہیں۔

عیسائی۔ مگر یہ آسانی سے مرنے والے نہیں۔

وادرلیس۔ تم ابھی دیکھو گے کہ کس قدر جلد مرتے ہیں۔

یہ کہتے ہی وادرلیس نے لشکر کو بڑھنے کا حکم دیا۔ عیسائی لشکر سیلاب کی طرح بڑھا۔ مسلمان بھی بڑھے۔ دونوں لشکر ملگئے۔ فوراً تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں برق وش تلواریں بلند ہوئیں۔ آفتاب عالم تاب کی شعاعیں صاف اور شفاف تلواروں پر پڑیں آنکھوں میں تیرگی پیدا کرنے والی چمک پیدا ہوئی۔ سرفروشوں کی آنکھیں جھکیں، ہاتھ اٹھے تلواریں انسانوں کے سروں پر پڑیں۔

خودوں پر پڑ کر اچٹیں۔ جھنکار پیدا ہوئی پھر اٹھیں پھر چمکیں اب جو ابھریں تو خون میں نہائے ہوئے تھیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز۔ نہایت سخت۔ نہایت زور کیسا تھ جانباز سپاہیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ اپنی ہستیوں کو بھول کر دنیاوی علائق سے آزاد ہو کر جھپٹ پڑے۔ جو تھا اپنی تلوار چلا رہا تھا۔ اور دوسرے کی تلوار ڈھال پر روک رہا تھا۔

تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد قومی نعرے لگائے جاتے تھے۔ زخمیوں کی چیخ و پکار آلات حرب کی جھنکار۔ قومی نعروں کی آواز نے اس قدر مل کر شور و غل پیدا کر دیا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ تمام جنگل ان آوازوں سے گونجنے لگا تھا۔ عیسائی بہت زیادہ تھے انہیں پورا یقین تھا کہ وہ پہلے ہی حملے میں ان قلیل التعداد اور کمزور مسلمانوں کو پسپا کر دیں گے یا مار ڈالیں گے۔ اسیر کر لیں گے۔ لیکن مسلمان کچھ موم کے بنے ہوئے نہ تھے جو فوراً ہی پسپا ہو جاتے۔ وہ نہایت جوش و خروش اور بڑے استقلال سے لڑ رہے تھے۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ مدافعت کر رہے تھے۔ بلکہ بڑھ بڑھ کر نہایت جیتی اور پھرتی سے حملے کر رہے تھے۔

انکے کمزور سے کمزور اور ضعیف سے ضعیف سپاہی نے کئی کئی عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ مسلمانوں کی جیداری۔ استقلال اور جوش قابل صد ستائش تھا۔ وہ بلا اس لحاظ کے کہ دشمن انسے دس گنا ہے۔ بڑی بے خوفی سے لڑ رہے تھے۔ جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

مسلمان عیسائیوں اور عیسائی مسلمانوں میں گھسے ہوئے تھے۔

تلواریں نہایت تیزی سے چل رہی تھیں۔ خون کی چھینٹیں فوارے کی طرح اچھل اچھل کر دور دور جاکر گر رہی تھیں۔ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھ کر نہایت جوش و خروش سے بڑھتے پوری قوت سے حملہ کرتے یا دوسرے کو مارتے یا خود مر جاتے۔ منظر نہایت ہیبتناک ہو گیا تھا۔

مسلمان بڑی جیداری سے حملہ کر رہے تھے۔ ہر مسلمان جوش میں بھرا ہوا تھا چہرہ تمتمایا ہوا اور آنکھیں سرخ تھیں۔ وہ نہایت پھرتی اور چستی سے حملے کر رہے تھے۔ انکی خارا شگاف تلواریں خودوں کو توڑ رہی تھیں۔ زرہیں کاٹ رہی تھیں وہ جس عیسائی پر حملہ کرتے تھے تلوار خود کو توڑ کر سر کاٹتی ہوئی حلق تک جا پہنچتی تھی۔

انھوں نے کشتگان کے انبار لگا دیئے تھے۔ خون کا دریا بہا دیا تھا۔ وہ عیسائی جانباز جو بیخوف ہو کر مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے حملہ آور ہوئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ان سے ڈرنے لگے تھے۔ وہ بچ کر موقعہ دیکھ کر پہلو بچا کر حملہ کرتے تھے۔ مسلمان انکی اس احتیاط سے فائدہ اٹھا رہے تھے۔ وہ بڑی بے جگری۔ بڑے جوش اور بکمال استقلال و بے انتہا جیداری سے بڑھ بڑھ کر جھپٹ جھپٹ کر عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے۔

موت کی گرم بازاری تھی۔ انسانی خون پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مسلمان جنگ میں کچھ ایسے مصروف تھے کہ وہ نعرہ لگانا بھول گئے تھے۔ داورلیس انکا جوش اور ان کا استقلال ان کی شجاعت دیکھ کر حیران رہ گیا۔

وہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان شیر شیر ببر کی طرح بپھرے ہوئے لڑ رہے تھے عیسائی بھیڑ بکریوں کیطرح انکے رحم و کرم پر تھے۔ اسے افسوس بھی ہوا، فکر بھی اور غصہ بھی آیا۔

اس نے للکار کر عیسائیوں کو جوش بھی دلایا خود بڑھا اور اس کے ساتھ بڑھے تمام لشکر بڑھا۔ عیسائیوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ وہ جوش میں آکر بڑھے انھوں نے پوری قوت سے نیز پورے جوش کے ساتھ حملہ کیا۔ عیسائیوں کا یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ دس ہزار انسانوں کا سمندر سیلاب کیطرح بڑھا۔ مسلمان سینہ سپر ہو گئے۔ رکے بڑھے صبر و استقلال کیساتھ رکے کمال جوش دلیری اور قوت سے عیسائی لشکر کے سیلاب کا مقابلہ کیا عرصہ

تک ڈٹے رہے۔ اور دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ لیکن کب تک مدافعت کرتے۔ کب تک روکتے۔ کب تک لڑتے۔ پورے پانچ گھنٹے ایک ہی حال سے لڑتے گزر گئے تھے۔

قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ بازو شل ہو گئے تھے۔ ہاتھ پوری طرح سے نہ اٹھتے تھے۔ مگر جوش میں کمی نہ تھی۔ وہ برابر لڑ رہے تھے۔ عیسائیوں نے انکے سرداروں نے مسلمانوں کی اس کمزوری کو دیکھ لیا۔ انکی طمع بڑھ گئی تھی۔ ڈر نکل گیا تھا۔ جوش و قوت عود کر آئے تھے۔ دادریس نے ان کو پھر پکارا۔ اس نے کہا۔ دلیرو بڑھو میدان مار لیا ہے مسلمان سست ہو گئے ہیں۔ ان کا جوش سرد پڑ گیا ہے۔ دلیری کوچ کر گئی ہے انکی تلواریں کام نہیں کرتی ہیں انہیں مار ڈالو۔ گرفتار کر لو۔

عیسائیوں میں نیا جوش۔ نئی امنگ نئی دلیری پیدا ہو گئی وہ بڑھے پورے جوش کے ساتھ بڑھے۔ پوری قوت سے حملہ کیا۔ مسلمان اس حملہ کی تاب نہ لا کر پیچھے ہٹے عیسائیوں نے اور دبایا۔ وہ مسلمانوں کے چاروں طرف پھیل گئے اب مسلمانوں میں مدافعت کی قوت ہی باقی نہ رہی۔

فضل بن عباس اب بھی نہایت جوش دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ گھوڑا دوڑا کر میمنہ اور میسرہ کی صفیں الٹ رہے تھے۔ انکی برق وش تلوار بجلی کی طرح کوند رہی تھی۔ عیسائیوں کے سروتن کے فیصلے کر رہی تھی۔ اس سے آگ کی چنگاریاں جھڑ رہی تھیں لیکن اکیلا کیا کرتا کس کس سے اور کب تک لڑتا۔ اسکے بازو جواب دینے لگے۔ وہ بھی تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن اسے اس طرح سے مرنا۔ شہید ہونا منظور نہ تھا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! یہ کمزوری ہے۔ کیسی بزدلی ہے۔ موت سے ڈرتے ہو مرنے سے گھبراتے ہو شہادت جیسی نعمت عظمیٰ سے منہ موڑتے ہو خدا کو خدا کے رسولؐ کو قیامت کے روز کیا منہ دکھاؤ گے۔

اس مختصر تقریر نے مسلمانوں میں پھر جوش و قوت کی لہر دوڑا دی۔ وہ پھر سنبھلے۔ وہ پھر جوش میں آ کر حملہ آور ہوئے۔ اور پھر خونریز جنگ ہونے لگی۔ انھوں نے عیسائیوں کی صفوں کو الٹ دیا۔ جانبازوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ عیسائی سراسیمہ ہو گئے۔ کترانے لگے

مگر مسلمانوں کا جوش زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا۔ جس سرعت سے برقی لہر پیدا ہوئی تھی۔ اسی سرعت سے جاتی رہی۔ اب مسلمانوں کے منہدم ہونے میں کوئی بات باقی نہ رہی تھی۔ فضل اب بھی کمال جوش اور دلیری سے لڑ رہا تھا۔ لیکن اس کی طاقت بھی دمبدم کم ہوتی جارہی تھی۔ وہ مسلمانوں کی بیکسی و بےبسی پر متاسف ہو رہا تھا۔ سب سے زیادہ اسے یہ ملال تھا کہ اس کے علم کے نیچے والے مسلمان جام شہادت پینے والے تھے اسے کمال رنج ہوا اس نے خلوص دل سے مسلمانوں کی سلامتی کے لئے دعا مانگی۔ جب دعا سے فارغ ہوا تو اس نے اللہ اکبر کے دل ہلا دینے والی نعرہ کی آواز سنی۔ وہ متعجب ہوا اور تمام مسلمان حیران ہوئے۔

یہ نعرہ ان میں سے کسی نے نہ لگایا تھا۔ تمام مسلمان گھوڑوں پر ابھر ابھر کر نعرہ لگانے والوں کو دیکھنے لگے۔ انھیں دور سے دو اسلامی علم ہوا میں لہراتے ہوئے اس طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ مسلمان خوش ہو گئے۔ انھوں نے خوش ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا عیسائی ان پیہم نعروں سے پریشان و حیران ہوئے۔

انھوں نے بھی اپنی پشت کی طرف دیکھا۔ انہیں ہزاروں مسلمان گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے۔ ان مسلمانوں کو دیکھ کر انکے دل ڈوب گئے۔ خوف طاری ہو گیا۔ اب تک صرف ایک ہزار مسلمانوں نے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ ان کے ہزاروں جانباز سپاہی قتل کر ڈالے تھے۔ اب دو ہزار اور آرہے تھے۔ انکے چہروں پر خوف و دہشت سے سیاہی دوڑ گئی اور وہ کانپنے لگے۔ آنے والے مسلمان مقداد بن اسود الکندی اور زیاد بن ابی سفیان کے ہمراہی تھے۔ انکے ساتھ قعقاع بن عمرو التمیمی اور شرجیل بن حسنہ کاتب آنحضور صلعم تھے۔ یہ دونوں سردار اگرچہ آگے پیچھے تھے مگر راستہ میں مل گئے تھے۔ اور اب دونوں ایک ساتھ آرہے تھے۔ مقداد نے اپنے علم کو جھکا دیا پھر ہوا میں لہرایا۔ اور اس نے بلند آواز سے کہا۔

الا انی المقداد فی الحرب صائل ... وسیفی علی الاعداء الحماۃ ذاحل

میں مقداد ہوں جب لڑائی میں حملہ آور ہوتا ہوں ... تو میری تلوار ہمیشہ دشمنوں پر دراز ہوتی ہے

اس نے فوراً عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس کا لشکر بھی اس طرح ٹوٹ پڑا جس طرح بھیڑیا بھیڑوں کے گلے پر جا ٹوٹتا ہے۔ اس کے پیچھے زیاد بن ابی سفیان تھا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا

انا زیاد بن ابی سفیان — جدی یوی من اشر العربان
میں زیاد بن ابی سفیان ہوں — میرا دادا عرب میں مشہور تھا۔
معی حسام لشر المحشان! — [illegible]
میرا چچا زاد بھائی احمد ہے عدنان کی نسل ہے — میرے پاس شمشیر براں ہے۔ اور اسی قسم کا نیزہ
الطعن فی کل کافر عیان — وکل قلب ناقص الایمان
میں ہر کافر کے تلوار اور نیزہ مارتا ہوں — اور ان سب کے قلبوں پر جو ناقص الایمان ہیں

یہ کہتے ہی اس نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ اور نہایت جوش و قوت سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام لشکر نے بھی حملہ کیا۔ اس کے بعد قعقاع عمرو التیمی بڑھا۔ اس نے جوش بھرے لہجہ میں کہا۔

انا ھمام الفارس القعقاع — لیث ھزبر ضیغم مطاع
میں ہمت والا شہسوار قعقاع ہوں — شیر قوی ہوں اور زبردست شیر جس سے بہت سے تعجب ہیں۔
معی حسام یروی الاوجاع — ونقطع الھامات والاضلاع
میرے پاس وہ تلوار ہے جو دردوں کو دور کرتی ہے — سروں کو کاٹتی ہے پہلوؤں کو پھوڑتی ہے اور پسلیوں کو توڑ دیتی ہے

اس نے کمال دلیری سے حملہ کیا۔ ایسا حملہ کہ جس سے عیسائیوں میں تہلکہ مچ گیا۔ اس کے بعد شرجیل بن حسنہ آنحضور صلعم کے کاتب بڑھے۔ انھوں نے جوش میں بھر کر جوشیلے انداز سے کہا۔

الا یا عصیب الاسلام صولوا — بلدغ السمہری ولتی مع الطومل
اے اسلامی دلیرو دشمنوں پر تلوار سے حملہ کرو — اور ان کو موت کے حوض سے جام مرگ پلاؤ

انھوں نے کمال جوش و غضب سے حملہ کیا۔ سارے مسلمانوں میں قوت کی نئی لہر دوڑ گئی۔ سب کے سب شمشیر بکف ہو کر جھپٹے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ عیسائیوں نے بھی پھیل کر ادھر ادھر دب کر مسلمانوں کو جگہ دی۔ تلواریں ہاتھ میں لے لیں۔ ڈھالیں

سنبھالیں اور پورے جوش سے لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ مسلمان عیسائیوں پر اور عیسائی مسلمانوں پر حملہ کرنے لگے۔ لڑائی نہایت زور شور سے شروع ہو گئی جانباز کٹ کٹ کر گرنے لگے ہاتھوں، پیروں، سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے خون کا دریا بہہ گیا۔ ہر شخص لڑائی میں مشغول تھا۔ خون آلودہ تلواریں جلد جلد اٹھ رہی تھیں اور خون کے فوارے اچھال رہی تھیں۔ دلیروں کو موت کی آغوش میں پہنچا رہی تھیں۔

موت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ مفضل اور اس کے کمزور ساتھی بھی لڑ رہے تھے۔ عیسائی اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھے۔ وہ بڑی دلیری اور جرأت سے لڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کو پسپا کرنے کی فکر میں تھے اس وقت ہر عیسائی اور ہر مسلمان لڑائی میں مشغول تھا۔ بڑی خونریز جنگ ہو رہی تھی۔

داورلیس بھی لڑ رہا تھا۔ وہ بہادر تھا تنومند تھا۔ نہایت جوش سے لڑ رہا تھا۔ زیادؓ نے اسے لڑتے ہوئے دیکھا۔ اس نے مہمیز لگا کر گھوڑا بڑھایا۔ عیسائیوں نے دبک کر راستہ دیدیا۔ اس نے داورلیس کے پاس پہنچکر اسے مخاطب کرنے کیلئے باآواز بلند کہا: "اے دشمن خدا ادھر دیکھ تیری قضا آگئی ہے"

داورلیس نے زیادؓ کی طرف دیکھا وہ پلٹا اس نے تلوار سے اس پر حملہ کیا زیاد نے ڈھال پر روکا۔ ڈھال کا کچھ حصہ پھٹ گیا زیادؓ کو جوش آیا۔ غصہ آیا اس نے جھپٹ کر حملہ کیا۔ پوری طاقت سے تلوار ماری۔ تلوار سونے کی زنجیروں کو کاٹ کر بائیں شانے سے چلکر دائیں شانے تک پہنچی داورلیس کشتہ ہو کر گرا زیادؓ نے زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا تمام مسلمانوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ عیسائیوں نے گھبرا کر دیکھا وہ داورلیس کو مردہ سمجھ کر سہم گئے۔ ڈر گئے خوفزدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ بھاگنے والوں کے پیچھے گھوڑے ڈالدیئے انہیں مارنے اور گرفتار کرنے لگے۔ عیسائی بری طرح پسپا ہوئے تھے۔ گھبرا کر ڈر کر بھاگے تھے پیچھے پھر کر نہ دیکھتے تھے۔ وہ بھاگ رہے تھے مسلمان انکا پیچھا کیے مارتے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ یہاں تک وہ بھاگتے بھاگتے بدقسمتی سے طارقؓ اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے

پہنچ گئے۔

ضرارؓ ان لوگوں کو جوان کو گرفتار کر کے لائے تھے۔ شکست دے چکے تھے وہ ان بھاگ کر آنیوالوں سے لڑنے لگے۔ عیسائی سہمے اور گھبرائے ہوئے بھاگ آرہے تھے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ ان کی بدقسمتی شامل حال ہے۔ انھیں سامنے سے بھی وہی قوم ملگئی جس سے وہ بھاگ کر آرہے تھے۔ یہاں آ کر وہ دوسری مصیبت میں گرفتار ہو گئے پیچھے سے مسلمان تعاقب کئے آرہے تھے۔ سامنے سے بھی مسلمان آگئے وہ کمال خوفزدہ ہو گئے اور انھوں نے راستہ حاصل کرنے کیلئے لڑنا شروع کیا۔

ضرارؓ مسیب بن بخبتیہ الفزاری۔ رافع بن عمیرۃ الطائی اور ان کے جانباز ساتھی شیروں کی طرح ان پر ٹوٹ پڑے۔ نہایت زور شور سے جنگ شروع ہو گئی تھوڑی ہی دیر میں فضل، زیادؓ، مقداد، قعقاع، شرجیل اور انکے ہمراہی بھی آپہنچے۔

انھوں نے آتے ہی نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔ اگرچہ عیسائی اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھے انکی دلیری۔ ان کا جوش انکی قوت کو ختم کر گئی وہ راستہ نکال کر بھاگنے کی فکر میں تھے۔ ان پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا تھا۔ اور انہیں ہر مسلمان قضا کا فرشتہ نظر آنے لگا تھا۔

وہ کھیرے ککڑی کی طرح سے کٹ رہے تھے۔ گرفتار ہو رہے تھے بڑی جدوجہد کے بعد انہیں راستہ ملا اور پشت پھیر کر بھاگے۔ دس ہزار میں سے صرف چار ہزار اپنی اپنی جانیں بچا کر لے جا سکے۔ کچھ دور تک مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر پھر واپس لوٹ آئے ایک جگہ جمع ہو گئے ایک نے دوسرے کو مبارکباد دی۔ جنگ کے واقعات سنائے۔ اسیروں اور مال غنیمت کو لیکر اسلامی لشکر کی طرف چل پڑے۔ اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں نے فتح حاصل کی اور عیسائیوں کو شکست دی۔ مگر "عرب کا چاند" مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا جو روش لبنیٰ انکے ہاتھ نہ آئی۔ ضرارؓ۔ سعدؓ اور تمام مسلمانوں نے افسوس کیا۔ مگر بجز افسوس کے اور کر ہی کیا سکتے تھے۔ یوں تو سب مسلمان غمگین تھے۔ لیکن سب سے زیادہ سعد غمزدہ تھے۔ اسے لبنیٰ کا غم تھا۔

ریاض کا ملال تھا۔ ظفرمند مگر غمزدہ مسلمان آہستہ آہستہ لشکر کی طرف روانہ ہوئے۔

دسواں باب

"مشورہ"

عرب کا چاند اور جانباز ریاض دونوں عیسائیوں کے پھندے میں پھنس گئے تھے انہیں بروقت امداد پہنچ گئی تھی۔ جب قیطارس اور سرچبال میرونہ ان دونوں کو دمشوار کی جانب لئے جا رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت رافع اور مسیب پہنچ گئے تھے۔ وہ ان دونوں کو چھڑا سکتے تھے۔ لیکن جن مصائب کا آغاز ہو گیا تھا۔ وہ پیش آنے والے تھے تقدیر کے سامنے تدبیر کی کوئی پیش نہ گئی۔ گو یا مدد پہنچنے پر بھی کچھ نہ ہوا۔

قیطارس ان اسیران بلا کو ہمراہ لئے سفر کرتا رہا۔ وہ دمشوار آ گیا۔ اسے معلوم ہوا کہ دمشوار کا والی مغرور۔ سرکش اور عیاش ہے اسکی توشامد اسے بیرواہ نہ ہوگی کہ والئی دمشوار اسکا احترام نہ کریگا۔ لیکن اسکی ہمشیرہ میرونہ عرب کا چاند لبنیٰ اسکے ہمراہ تھیں۔

اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ ان دونوں کو یا ان میں سے ایک کو اپنے پاس روک لے اسلیئے اس نے دمشوار چھوڑ دیا۔ اور پہاڑی کے نیچے ہی نیچے چلنا شروع کیا۔

اس کے جلو میں چند سربرآوردہ سردار تھے۔ وہ نہایت تیزی سے بڑھا چلا جا رہا تھا چونکہ اس نے سیدھا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ اسلیئے اس سے اکبی رومی کیمپ دور تھا۔

ریاض کے داہنی طرف سرچبال لبنیٰ تھی اور بائیں جانب خوبرو عیسائی دوشیزہ میرونہ قیطارس لبنیٰ کے داہنی طرف باقی سواروں سے چند قدم پیچھے تھے۔

یہ سب آہستہ آہستہ چلے رہے تھے کبھی کبھی میرونہ ریاض کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ وہ اسے دیکھنا چاہتی تھی لیکن اپنے بھائی کی موجودگی اور کچھ ریاض کے مردانہ حسن کے رعب سے جی بھر کر نہ دیکھ سکتی تھی۔

ریاض کی تمام تر توجہ حوروش لبنیٰ کی طرف تھی۔ قیطارس بھی آنکھیں چرا چرا کر

پری پیکر لبنیٰ کو دیکھ لیتا تھا۔ البتہ ایک لبنیٰ تھی جو اپنے بڑھتے ہوئے حسن کی سحر خیزی سے ناواقف شانِ استغنا کے ساتھ بغیر اِدھر اُدھر دیکھے چلی جا رہی تھی۔

قیطارس کو یہ معلوم تھا کہ اس کے لشکر کا کیا حشر ہوا۔ وہ ابھی تک یہ سمجھے ہوئے تھا کہ وہ مسلمان جن کو اس نے اور اسکے لشکر نے گرفتار کیا ہے بندھے جکڑے اسکے لشکر کی حراست میں اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔

وہ اس وقت بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ ایک اسلیئے کہ اسے مسلمانوں پر نمایاں نتیجہ حاصل ہوئی تھی۔ اگرچہ اس کے بہت سے سپاہی تہہ تیغ ہو گئے تھے۔ مگر اسنے مسلمانوں کو گرفتار کر لیا تھا۔ دوسرے اس لیئے کہ اس نے عرب کا چاند۔ دنیائے جہان کی حور یا آفتاب حسن اپنی حراست میں لے لیا تھا۔ وہ خیال کر رہا تھا کہ جب اسکے ہم قوم مسلمان اسیروں اور حورِ وش لبنیٰ کو دیکھیں گے تو اس کی دلیری اور بہادری کی تعریف کریں گے۔

عورتیں اس کی تعریف میں گیت گائیں گی لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی آدھی اور آدھی کیا بلکہ قریب قریب تمام مسرت خاک میں مل چکی ہے۔ جن مسلمان اسیروں پر وہ فخر کر رہا ہے وہ آزاد ہو چکے ہیں۔ نہ صرف آزاد بلکہ اپنے اسیر کرنے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔"

خدا نے انسان کو علم غیب نہ عطا کیا۔ بنی آدم پر ایک زبردست احسان فرمایا ہے۔ اگر انسان کو علم غیب عطا کیا جاتا تو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی خوش نہ رہ سکتا تھا موجودہ مسرت آئندہ کے خطرات کو معلوم کر کے خاک میں مل جایا کرتی۔ ہر شخص غمزدہ اور آزردہ خاطر نظر آتا۔ کیونکہ ایسی کم ہستیاں ہیں جو غم و تکلیف سے دوچار نہیں ہوتیں۔ ورنہ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ مسرت سے کم اور غم و تکلیف سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے اگرچہ دنیا کو آماجگاہ آلام یا غم خانہ کہا جاتا ہے۔ مگر واقعی مسرت سے انسان تھوڑے بہرہ اندوز ہو جاتا ہے۔

علم غیب اس وقتی مسرت کو بھی غم سے تبدیل کر دیتا اور پھر بجز غم کے اور کچھ باقی نہ رہتا

قیطارس نہایت اطمینان اور بڑی مسرت سے سفر طے کر رہا تھا۔ دوران سفر میں میرونہ نے ریاض سے سلسلہ گفتگو شروع کیا۔ وہ کسی قدر عربی جانتی تھی۔

اس نے عربی زبان میں دریافت کیا۔" عربی نوجوان تمہارا کیا نام ہے ؟"

ابھی تک ریاض نے اس سیم و تن کو نظر پھیر کر نہ دیکھا تھا۔ اب جبکہ اس نے اپنی ترنم ریز آواز سے خطاب کیا۔ تو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا۔

وہ عیسائی حسینہ اور اس کی خوبصورتی کے ساتھ اعضاء کا تناسب دیکھ کر تعجب ہوا۔ میرانہ خوبصورت تھی۔ اس کا بدن چاندی کی طرح سفید جس میں خون کی جھلک نے شہابی رنگ پیدا کر دیا۔

چہرہ گول اور رخسارے سیب کی طرح سرخ و سفید تھے آنکھیں بڑی بڑی اور کٹیلی تھیں۔ پیشانی کشادہ اور پر نور تھی جس پر گھونگھر والی زلفیں خم کھائے ہوئے افعی کی طرح ہوا میں پڑی لہرا رہی تھیں۔

وہ بہترین حسینہ تھی۔ اس کا بڑھا ہوا حسن بھی نہ صرف جاذب نظر بلکہ مسحور کر دینے والا تھا۔ ریاض اس پری پیکر کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ اس نے میرونہ کو کوئی جواب نہ دیا۔

میرونہ ریاض کو استعجاب بھری نظروں سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر کمال مسرور ہوئی۔ خوشی کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں بجلی جیسی چمک پیدا ہو گئی۔ پھول جیسے رخساروں پر اور بھی شہابی رنگ جھلک آیا۔

اس نے پھر دریافت کیا۔" اے شیر دل نوجوان تمہارا کیا نام ہے ؟"

"میرا نام ریاض ہے !"۔ ریاض نے آہستہ سے جواب دیا۔

اگرچہ ریاض نے آہستگی سے جواب دیا تھا لیکن اس آہستہ آواز کو بھی حور وش لبنیٰ نے سن لیا تھا۔ اس نے اپنی صراحی دار گردن گھما کر پہلے ریاض اور پھر میرونہ کو دیکھا۔ وہ بھی میرونہ کی خوبصورتی دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے سنا میرونہ دریافت کر رہی تھی۔" تم عرب کے کس شہر کے رہنے والے ہو ؟"

ریاض:۔" نجد کا"

میرونہ: "تمہارے ساتھ جو لڑکی ہے اس کا نام کیا ہے؟"

ریاض: "لبنیٰ!"

میرونہ: "کیا تمہاری رشتہ دار ہے؟"

ریاض: "یہ میرے دوست کی ہمشیرہ ہے۔"

میرونہ: "اس کا بھائی کہاں ہے؟"

ریاض: "اسے تمہارے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔"

میرونہ: "یہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔ کیا عرب کی تمام دوشیزہ لڑکیاں ایسی ہی خوبصورت ہوتی ہیں؟"

میرونہ نے یہ سوال کرتے ہی ریاض کو نہایت غور سے دیکھا۔ گویا وہ اس کے خیالات کا جائزہ لینا چاہتی ہے۔

خوروش لبنیٰ نے پھر شرمیلی نظروں سے دیکھا۔ ریاض کشمکش میں پڑ گیا تھا کہ میرونہ نے شوخی سے یہ سوال کیا ہے۔ وہ معلوم کرنا چاہتی ہے کہ میں لبنیٰ کو کیا سمجھتا ہوں۔

اسے معلوم تھا کہ اکثر عیسائی لڑکیاں اپنے سے زیادہ خوبصورت لڑکیوں کو پسند نہیں کرتیں۔ وہ ہر اس لڑکی کو جو ان سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے نقصان پہنچائی اور تکلیف دیا کرتی ہیں۔

اسے اندیشہ ہوا اگر اس نے لبنیٰ کی تعریف کی تو میرونہ رشک نہ کرنے لگے۔ چونکہ پریزاد لبنیٰ اس کے ہاتھوں میں اسیر ہے اس لئے رشک کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ وہ خاموش ہو گیا۔

میرونہ کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ وہ محبت بھری چتون کو سمجھتی تھی۔ اس نے ریاض کی پیار بھری نظروں سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ لبنیٰ کو چاہتا تھا۔ وہ ریاض کی زبان سے اس کی تائید کرانا چاہتی تھی۔ لہٰذا اس نے پھر دریافت کیا: "ریاض جواب دو۔"

مجبور ہو کر ریاض نے جواب دیا: "زیادہ تر عرب کی دوشیزہ لڑکیاں خوبصورت ہوتی ہیں۔ مگر لبنیٰ ....."

میرونہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔"

ریاض: "جی ہاں۔"

لبنیٰ کے مسیحا صفت لبوں پر ہوش ربا تبسم نمودار ہوا۔ اس کی آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہوئی۔ چاند سے زیادہ روشن رخسارے چمک اٹھے۔

میرونہ نے اس کی کیفیت دیکھی تو اس کے چہرے سے کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے اور اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔

اب یہ لوگ پہاڑی سلسلہ کو ختم کر کے میدان کو طے کرنے لگے تھے۔ میدان نہایت وسیع حد نگاہ تک خیموں کی چوٹیاں دور تک چمکتی نظر آ رہی تھیں۔ اس وقت خورشید تاباں مغرب کی طرف زیادہ جھک گیا تھا۔ دھوپ میں نہ دوپہر جیسی تمازت رہی تھی نہ سفیدی۔ وقت کسی قدر خوشگوار ہو گیا تھا۔ دھوپ کی رنگت زردی مائل ہو چکی تھی۔

قیطارس نے مسرت خیز لہجہ میں کہا۔

"ہم اپنے خیمہ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ جس وقت کفور کا بادشاہ ابولص اور دوسرے ملوک سنیں گے جن نے شیر دل مسلمانوں کو گرفتار کر لیا ہے۔ نہایت خوش ہوں گے۔

عیسائی دنیا میری تعریف کرے گی۔ ریاض اور لبنیٰ سامنے کی طرف دیکھ رہے تھے انھوں نے اس کی بات نہ سنی۔ فاصلہ کم رہ جانے کی وجہ سے عیسائیوں کا کیمپ صاف نظر آنے لگا تھا۔

میدان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک خیمے چھولداریاں اور سائبان نصب تھے۔ دور سے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی بڑا شہر آباد ہو۔

قیطارس نے قدرے تیز رفتار کر دی۔ اس کی تقلید میں سب کو تیز چلنا پڑا چونکہ ان سب کا ہر قدم کیمپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس لئے کیمپ قریب ہوتا جا رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ لوگ کیمپ میں داخل ہو گئے۔

عیسائی سوار اور پیادے کیمپ میں چل پھر رہے تھے۔ ان کی جمعیت بہت زیادہ تھی وہ کئی میل کے طول عرض میں پھیلے ہوئے بکھرے پڑے تھے۔ کیمپ نہایت قرینے

سے ڈالا گیا تھا۔

خیمے قطار در قطار نصب تھے خیموں کی ہر قطار کے سامنے کافی راستے آمد و رفت کیلئے چھوڑ دیئے گئے تھے۔ خیموں کی قطار اور راستہ کے دوسری طرف چھولداریاں تھیں۔ چھولداریوں کے قریب سائبان تھے۔ سائبانوں کے نیچے گھوڑے کھڑے تھے۔ سائبانوں کے دوسری طرف سٹر فٹ عریض و طویل راستہ چھوڑ دیا گیا تھا۔

راستہ کے بعد پھر خیموں کی قطار تھی۔ پھر چھولداریاں تھیں پھر سائبان تھے۔ اور پھر راستہ تھا۔ اسی طرح سے عیسائی کیمپ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ریاض اور لبنیٰ حیرت انگیز نظروں سے اس ٹڈی دل لشکر کو دیکھنے لگے۔ اسلامی لشکر ہونے کے باوجود عیسائی یہاں سے بڑھ کر مسلمانوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔

یہ لوگ عیسائی کیمپوں کو طے کر رہے تھے۔ عیسائی سرداروں کے خیموں پر عیسائی جھنڈے لہرا رہے تھے۔ یہ لوگ تقریباً ایک میل چلے تھے کہ انھوں نے چند سواروں کو داہنی طرف سے آتے ہوئے دیکھا۔

آنیوالے سوار سب کے سب معزز معلوم ہوتے تھے۔ وہ بیش قیمت ریشمین کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سروں پر کلغیاں لگائے ہوئے تھے۔ انہیں آتے ہوئے دیکھکر قیطارس رک گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے تمام ساتھی بھی رک گئے۔ آنیوالے سوار انکے قریب آئے۔ انھوں نے استعجاب کی نظروں سے قیطارس کو دیکھا۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

"قیطارس تم زندہ ہو۔ مگر یہ افواہ کیسی گشت لگا رہی ہے؟"

قیطارس نے متعجبانہ نظروں سے اس سوار کو دیکھکر کہا۔

"کیا؟ کیسی افواہ؟"

وہی شخص "یہ تمام کیمپ میں یہ خبر گرم ہے کہ تمہیں مسلمانوں نے اسیر کر لیا یا قتل کر ڈالا"

قیطارس مسکرایا اور اس نے کہا۔

دمشو اد کے اسطرف پہاڑی درہ میں کچھ مسلمانوں سے مٹھ بھیڑ ہو گئی تھی۔ میں نے تمام مسلمانوں کو گرفتار کر لیا۔ اور میرا جانباز لشکر ان قیدیوں کو لیکر پیچھے آ رہا ہے۔

وہی شخص " ممکن ہے یہی بات ہو "
قیطارس نے جوش میں آکر کہا " یہی بات ہے دیکھتے نہیں ہو کہ دو مسلم قیدی ایک نوجوان اور ایک دوشیزہ لڑکی میرے ساتھ ہیں "
اس شخص نے اور اس کے ساتھ ہی اسکے ہمراہیوں نے نظریں اٹھا اٹھا کر ریاض اور حوروش لبنے کو دیکھا۔
وہ ریاض کا مردانہ حسن اور پیکر حسن لبنے کا چاند سا چہرہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئے اسی شخص نے پھر کہا۔
" بیشک آپکے قول کی صداقت موجود ہے لیکن تمہارے اسیر ہونیکی خبر کیسے اڑی؟"
قیطارس " یہ اسلامی جاسوسوں کی کارروائی معلوم ہوتی ہے "
وہی شخص " شاید ایسا ہی ہو۔ اب آپ کہاں جا رہے ہیں ؟"
قیطارس " میں تھک گیا ہوں۔ اپنے خیمہ پر جا کر آرام کروں گا "
وہی شخص " آپ کی وجہ سے تمام عیسائی متفکر ہیں۔ اسوقت مجلس شوریٰ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ اگرچہ آپ تھکے ہوئے ہیں ۔ مگر خیمے پر جانے سے قبل آپ کا مجلس شوریٰ میں شریک ہونا نہ صرف مناسب ہے ۔ بلکہ اشد ضروری ہے "
قیطارس " دوست شاؤل! اگرچہ میں بہت تھک گیا ہوں لیکن مجلس شوریٰ میں ضرور شریک ہوں گا۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو؟"
جو شخص قیطارس سے ہمکلام ہو رہا تھا۔ اس کا نام شاؤل تھا۔ وہ اسمونین کا بادشاہ تھا نہایت پرجوش عیسائی تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی مجلس شوریٰ میں ہی جا رہا ہوں ۔
قیطارس " چلو تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں "
یہ کہتے ہی قیطارس اور اس کے ہمراہی بھی شاؤل اور اس کے ہمراہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ وہ تلب کی طرف بڑھ رہے تھے ۔
راستہ میں جو عیسائی سوار یا پیادہ وغیرہ انہیں ملتا نہایت ادب سے اسے

سلام کرتے تھے۔ تقریباً ایک میل چل کر وہ ایک بڑے خیمے کے سامنے پہنچے۔

یہ خیمہ ایک مسطح ٹیلے پر نصب تھا۔ نہایت وسیع خیمہ تھا۔ اس میں متعدد چوبیں لگی ہوئی تھیں۔ سب سے اونچی چوب پر ایک بڑا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ جھنڈا زرد رنگ کے حریر کا تھا جس پر سرخ رنگ سے سورج کا نشان بنا ہوا تھا۔ یہ جھنڈا ابولص کا تھا۔ جو کفور کا بادشاہ تھا۔ خیمہ کے باہر اس کے چاروں طرف سو سپاہی کیل کانٹے سے لیس کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

وہ سب ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے۔ ٹیلے سے نیچے سوار پہرہ دے رہے تھے۔ وہ بھی شمشیر برہنہ کھڑے تھے۔ انھوں نے قیطارس شاؤل اور انکے ہمراہیوں کو دیکھتے ہی فوجی طریقہ سے انہیں سلام کیا۔

یہ سب لوگ گھوڑوں سے اترے۔ چند پہرہ والے سواروں نے بڑھ کر ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لیں۔ اور شمال کی جانب جہاں اور گھوڑے تھے۔ ان کے برابر لے جا کر کھڑا کر دیا۔

قیطارس شاؤل اور انکے ہمراہی ٹیلے پر چڑھے۔ یہاں انھیں سپاہیوں نے سلام کیا۔ ایک سپاہی نے جلدی سے بڑھ کر پردہ اٹھایا۔ یہ تمام خیمہ میں داخل ہوئے۔

خیمہ کے اندر فرش ہو رہا تھا۔ پھولدار زرد رنگ کے کپڑے کا فرش تھا۔ فرش پر شمالاً جنوباً قطار در قطار کرسیوں کے اوپر عیسائی سوار بیٹھے تھے۔

مغرب کی طرف ایک تخت اور بچھا تھا۔ تخت کے اوپر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا تھا یہ عیسائی نہایت تنومند تھا۔ اس کی داڑھی میں کوئی کوئی بال سفید تھا۔ چہرہ سرخ اور سفید تھا۔ پیشانی تنگ اور آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔

اس کی صورت سے کایاپن ٹپکتا تھا۔ وہ فریبی اور چالاک معلوم ہوتا تھا اسکا نام بولص تھا۔ یہی کفور کا بادشاہ تھا۔ اور اس لشکر کا قائد اعظم تھا۔ اس کے سامنے تخت کے قریب ایک عیسائی کھڑا تھا۔

لہ از فتوح العجم

بولس کے داہنی طرف تخت کے برابر کرسیاں پڑی تھیں۔ ان کرسیوں پر بطرس بولس کا بھائی بمکسوح بجاوۃ کا بادشاہ حلیف مالک نوبہ کا بادشاہ ارمانوس دہشوار کا بادشاہ اور چند دیگر سربرآوردہ عیسائی بیٹھے تھے۔ تخت کے بائیں طرف بھی کرسیاں پڑی تھیں ان کرسیوں پر سفید ریش بڈھے پادری لمبے لمبے چوغے پہنے سینوں پر سرخ رنگ کی صلیبیں لگائے مگر ریشم کی مضبوط ڈوروں سے باندھے ہوئے خاموش بیٹھے تھے۔

قیطارس اور شاؤل کے ہمراہی دروازوں سے بڑھتے ہی کرسیوں پر بیٹھ گئے لیکن یہ دونوں ریاض و لبنیٰ اور میرونہ کو لے کر آگے بڑھے۔

انھوں نے تخت کے قریب جا کر بولس کو سلام کیا۔ اور بولس نے حیرت سے قیطارس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم ..... قیطارس!

اوہ قیطارس تم زندہ ہو۔ خدا اور خداوند (حضرت عیسیٰ) کا شکر ہے۔

قیطارس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نہ صرف زندہ ہوں۔ بلکہ مسلمانوں پر نمایاں فتح حاصل کر کے ان کے دو نو دلیرا سیر کر کے لایا ہوں۔

بولس اور بھی متعجب ہوا۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا "قیدی کہاں ہیں؟"

قیطارس: "وہ میرے آدمیوں کی حراست میں آرہے ہیں"

جو شخص بولس کے سامنے تخت کے برابر کھڑا تھا۔ اس نے کہا "حضور والا! مسلمانوں نے اپنے قیدی چھڑا لئے۔ آپ کے لشکر کا بیشتر حصہ مار ڈالا۔ کچھ گرفتار کر لئے۔ اور بقایا لشکر پراگندہ ہو کر بھاگ گیا"

قیطارس نے ابھی تک اس شخص کو نہ دیکھا تھا۔ وہ اس کے لشکر کا ایک سردار تھا۔ اس کا نام رومانس تھا۔ قیطارس نے دریافت کیا "یہ واقعہ کب ہوا؟"

رومانس: "جب آپ مسلمانوں کو ہماری حراست میں دے کر چلے آئے تھے اور ہم آپ کے پیچھے آرہے تھے۔ اس وقت چونکہ آپ ہمیں راستہ میں نہیں ملے۔ اس لئے ہم کو یہ خیال گزرا کہ غالباً آپ کے دشمنوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا یا مار ڈالا"

یہ سنکر قیطارس کو بڑا رنج ہوا۔ اس کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے گھنٹہ اسانس بھر کر کہا۔

خدا کی قسم یہ مسلمان انسان نہیں ہیں۔ کمبخت اوّل تو ہاتھ نہیں آتے اور اگر بہ ہزار دقت آبھی جاتے ہیں تو ہزاروں تالوں میں رکھنے پر بھی نکل جاتے ہیں۔

بولس نے کہا۔ افسوس نہ کرو۔ میں اب تک درگزر کر رہا ہوں! سمجھتا تھا کہ مسلمان ہماری اکثریت دیکھ کر واپس چلے جائیں گے لیکن وہ واپس نہیں گئے۔ بلکہ خلاف توقع انھوں نے ہمارے لشکر پر حملہ کر کے ہمارے بہت سے جانبازوں کو مار ڈالا اور اسیر کر لیا۔ اب میں بیکار وقت ضائع نہ کروں گا۔ تم بیٹھو دیکھو مجلس شوریٰ کس نتیجہ پر پہنچی ہے۔ قیطارس اور شاؤل آگئے تھے۔ ان کے پیچھے ریاض اور لبنیٰ اور میرونہ کھڑی تھیں۔

بولس نے ابھی تک انہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب قیطارس اور شاؤل دونوں ہٹ کر دائیں طرف کرسیوں پر بیٹھ گئے تب بولس نے ان تینوں کو دیکھا۔ اگرچہ میرونہ بھی حسین تھی۔ مگر وہ لبنیٰ جیسی حسین نہ تھی۔

بولس کی نظر لبنیٰ پر پڑی وہ استعجاب بھری نظروں سے اس حوروش کو دیکھنے لگا لبنیٰ کے چہرہ پر اس غضب کی ملاحت تھی کہ جو اسے ایک نظر دیکھ لیتا وہی اسکا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ تجلی حسن نظر بھر کر اسکے چاند سے چہرہ کو نہ دیکھنے دیتا تھا۔ اسلئے ناظرین کی ہوس دید پوری نہ ہوتی تھی۔ اسوقت اس عربدہ جو "عرب کے چاند" کو ہر پادری ہر بادشاہ ہر سردار ندیدوں کی طرح دیکھ یا گھور رہے تھے۔

تھوڑی دیر تک محو دیدار رہنے کے بعد بولس نے قیطارس سے دریافت کیا "یہ خوبصورت لڑکی کون ہے؟"

قیطارس نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ یہ ایک عربی لڑکی ہے۔

بولس۔ کس قدر خوبصورت ہے۔ میں نے آج تک ایسی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی۔ یہ تمہارے ساتھ کہاں سے آئی ہے؟

اب قیطارس نے مختصر طور پر تمام واقعات سنائے! بولس نے کہا "اچھا اس مسلمان اور قیطارس لڑکی کو بھی اپنی حراست میں رکھو۔

قیطارس نے ... و لبنیٰ کو وہاں سے ہٹ کر ایکطرف کھڑے ہو جانے کا اشارہ

کیا دونوں ہٹ کر اسطرف جا کھڑے ہوئے جس طرف قیطارس نے اشارہ کیا تھا۔
میرونہ قیطارس کے پاس ایک کرسی پر جا بیٹھی۔ بولص نے قدرے بلند آواز سے کہا۔
"عیسائی بہادرو! مسلمانوں کی چیرہ دستیاں حد سے گزر گئی ہیں۔ آج انھوں نے ہمارے ہزاروں جانبازوں کو مار ڈالا۔ اور گرفتار کر لیا ہے عیسائیت کو اسلام کا زبردست خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔
ملک شام سے عیسائی حکومتوں کا جنازہ نکل چکا ہے۔ ہماری عیش پرستیوں نے ہمکو لامذہب کر دیا ہے۔ ہم خدا اور خداوند کو بھول گئے ہیں۔ خدا نے ہمیں بھلا دیا ہے۔
ابھی وقت ہے کہ لامذہبی چھوڑ کر خدا کو خوش کر لو یقیناً تم کامیاب ہو گے میرا ارادہ ہے کہ ہم اب مسلمانوں کے بڑھنے کا انتظار نہ کریں۔ بلکہ خود ان پر یورش کریں گے اگر اس میں کوئی قباحت معلوم ہوتی ہو تو آپ بیان فرمادیں۔
بولص خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر یہاں بالکل خاموشی طاری رہی کچھ عرصہ کے بعد علیف نے کہا۔ میں پہلے ہی چند مرتبہ اپنے خیالات کا اظہار کر چکا ہوں۔ میرے خیال میں ہمارے اس جگہ پڑے رہنے سے مسلمانوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم ان سے ڈر گئے ہیں۔ اسی لئے انھیں اس قدر جرأت ہوئی کہ وہ بڑھ بڑھ کر ہمارے لشکروں پر حملے کرنے لگے۔
جب تک کہ ہم ان پر یورش کر کے نہ پہنچیں گے انکی جسارت کم نہ ہوگی۔ یکسوح نے کہا: "بیشک یہی بات ہے۔ ہمارے یہاں پڑے رہنے سے ہم پر بزدلی کا اطلاق ہوتا ہے۔
بولص۔ جب یہ بات ہے تو لشکر کو تیاری کا حکم دیدو۔ تمام کیل کانٹے سے لیس ہو جائے ہم عنقریب یہاں سے کوچ کریں گے۔
چونکہ مشورہ ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے مجلس برخاست کر دی گئی۔ سب لوگ اٹھ اٹھ کر باہر جانے لگے۔ سب کے بعد قیطارس حوروش لبنیٰ اور ریاض کو ہمراہ لیکر چلا میرونہ بھی اسکے ساتھ چلی۔

گیارہواں باب

"جیل خانہ میں حسن کی جھلک"

قیطارس ریاض و لبنٰے اور میرونہ کو ساتھ لیکر اپنے خیمہ پر پہنچا۔ چونکہ وہ، قیصر کے بادشاہ جرجس کا چچا زاد بھائی تھا۔ شہزادہ تھا صلیبی مجاہد تھا۔ اس لئے شہزادوں کی سی شان سے رہتا تھا۔ اس کا عالیشان خیمہ ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ ایک خیمہ میرونہ کا تھا۔ ایک زائد تھا۔ ان شاہی خیموں کے علاوہ ان سے کسی قدر فاصلہ پر چاروں طرف گول دائرہ میں اس کے لشکر کے خیمے نصب تھے۔

قیطارس اپنے خیمہ پر پہنچا اس کے ملازمین کی پلٹن اسکے خیر مقدم کے لئے دوڑی۔ سب نے ایک قطار میں کھڑے ہو کر قیطارس کو سلام کیا۔ قیطارس نے سلام کا جواب دیکر ایک بڑے نوکر سے کہا۔

"ارمانوس یہ عرب شاہی قیدی ہیں اس نوجوان اور خوبصورت لڑکی کو اپنی حراست میں کرلو۔ برابر والے خیمے میں انھیں نظر بند کردو انکی کافی نگہداشت رکھنا ایسا نہ ہو کہ دھوکا دیکر فرار ہو جائیں۔"

اس بڈھے کا نام ارمانوس تھا۔ اس نے کہا "حضور والا! آپ بے فکر رہیں میں پوری نگہداشت رکھوں گا۔"

قیطارس، میرونہ کو ہمراہ لے کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ ارمانوس نے ریاض سے کہا۔

"او بدبخت عربی نوجوان تم معہ اس دوشیزہ لڑکی کے ہمراہ آؤ۔"

ریاض کو اس کا اس طرح سے خطاب کرنا نہایت ناگوار گزرا لیکن ایک تو وہ قیدی تھا۔ دوسرے اس نے خیال کیا کہ نوکر کے منہ کون لگے۔ اس لئے بادل ناخواستہ درگزر کیا اور خاموش معہ حور وش لبنٰے کے اسکے پیچھے روانہ ہوا۔

ارمانوس انھیں ہمراہ لیکر خیمہ کے اندر پہنچا۔ یہ خیمہ معمولی اور چھوٹا تھا چٹائی

کا فرش ہو رہا تھا۔ اس میں کوئی صوفہ۔ کوچ اور کوئی اسٹریچر کوئی کرسی وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے ملازموں کے استعمال میں آتا ہو۔ ارمانس نے کہا "تم دونوں یہاں ٹھہرو۔ ایک بات سنو اور خیال رکھو مجھے تمہاری نگرانی پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں جہاندیدہ ہوں میرے آقا کو میری تیز فہمی پر بھروسہ ہے۔ تم یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ تم میری تیز لگا ہوا سینہ کر ہرگز بھاگ نہ سکو گے۔ اگر تم نے ذرا بھی بیجا حرکت کی تو سخت سے سخت سزا پاؤ گے"۔

ریاض نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے بھی جواب کا انتظار نہ کیا۔ وہ خیمہ سے نکل کر باہر چلا گیا۔ اب ریاض اور حور وش لبنیٰ ہی خیمہ میں رہ گیا۔ اسوقت آفتاب غروب ہو چکا تھا۔ مشرق کیطرف سے آہستہ آہستہ سیاہی بڑھ کر تمام کائنات پر چھا گئی تھی۔ گویا اچھا خاصہ اندھیرا ہو گیا تھا۔ آسمان پر کہیں کہیں ستارے چمکنے لگے تھے۔

چونکہ خیمہ میں روشنی نہ تھی۔ اس لئے بہت زیادہ تاریکی چھائی ہوئی تھی مگر اس اندھیرے میں بھی حور وش لبنیٰ کا چہرہ اس طرح چمک رہا تھا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہلکا بادل آجانے پر غبار اڑنے سے کچھ پھیکا پھیکا چمکا کرتا ہے۔ دونوں ارمانوس کے چلے جانے پر چٹائی کے اوپر بیٹھ گئے۔

دونوں تخیلات کے بحر بیکراں میں مستغرق تھے۔ دونوں پر فلک کی نیرنگی اور گردش تقدیر کے چکر میں آکر عزیزوں۔ دوستوں اور مسلمانوں سے بچھڑ کر غیر دل غیر مذہب والوں کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے تھے۔

اپنی تقدیر اپنی حالت پر افسوس کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ لیکن خاموش بیٹھے افسوس کرتے ہوئے انکے دل کچلے جانے لگے۔ غم کی فوج نے ان پر چڑھائی شروع کردی۔

وہ سمجھ گئے کہ اس طرح رنج و غم کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اسلئے انھوں نے گفتگو

کا آغاز کیا۔ ریاض نے دریافت کیا۔

"لبنیٰ! تم اپنی درندہ صفت عیسائیوں میں کیسے آ پھنسیں ہے"

لبنیٰ نے موسیقی نواز لہجہ میں جواب دیا قسمت نے لا پھنسایا۔ کیونکہ بجز اسکے اور کیا کہوں۔

نہ ریاض کو معلوم تھا کہ لبنیٰ عیسائیوں کے قبضہ میں کیسے آ گیا اور نہ لبنیٰ کو خبر تھی کہ ریاض کیسے آ گیا۔ ریاض نے پھر دریافت کیا۔

"قسمت نے تو لا ہی پھنسایا لیکن کس طرح؟

لبنیٰ: "میں سیر کرنے آئی تھی۔ مزروعہ اور سلمیٰ میرے ساتھ تھیں۔ اچانک پچاس ساٹھ عیسائی سوار ہم پر آ پڑے۔ وہ دونوں تو نہ معلوم کہاں چلی گئیں میں بھاگی مگر تیز نہ بھاگ سکی۔ لہذا پکڑی گئی"

لبنیٰ بہت زیادہ اداس اور غمگین و مضطرب تھی۔ اگرچہ ریاض بھی غمزدہ تھا لیکن وہ مرد تھا۔ جو مصیبت، جو غم، جو دکھ اس پر آ پڑے تھے وہ ان کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن عورت لبنیٰ حساس زیادہ تھی۔

ریاض نے اس کا خیال ہٹانے غم کو کم کرنے۔ اور اس کے نازک دل سے کلفت دور کرنے کے لئے مسکرا کر کہا۔

تم نازک تھیں۔ نزاکت نے تم کو تیز نہ دوڑنے دیا۔ اسلئے تم اسیر ہو گئیں۔ پری پیکر لبنیٰ نے بے ساختہ پن سے کہا۔

"نہیں ریاض! میں بہت تیز دوڑی مگر ان کم بختوں نے میرا ہی تعاقب کیا۔ اور مجھے ہی پکڑنا چاہا"

ریاض: "تم خوبصورت تھیں پھول سے زیادہ دلفریب تھیں اسلئے انھوں نے تمہارا ہی تعاقب کیا"

لبنیٰ نے اب ریاض کی شرارت آمیز گفتگو کو سمجھا اور وہ شرما کر خاموش ہو گئی اسوقت رات زیادہ آ چکی تھی۔ اندھیرا زیادہ پھیل گیا تھا۔ لبنیٰ کے شرمانے کی ادا بوجہ اندھیرا ہونے کے ریاض نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس سیم وتن کے خاموش ہونے سے وہ سمجھ ضرور گیا کہ لبنیٰ شرما گئی ہے۔

ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ارمانوس روشنی لئے ہوئے خیمے میں داخل ہوا۔ یہ موم بتی تھی خیمہ کی چوب میں ایک تختی لگی ہوئی تھی۔ اس نے تختی پر بتی رکھدی۔ اور بغیر کچھ کہے سنے چلا گیا۔

اگرچہ خیمہ چھوٹا تھا لیکن بتی کی مدھم روشنی اسے کافی روشن نہ کر سکی۔ تاہم کسی قدر اجالا ضرور ہو گیا۔ اور خیمہ کے اندر کی چیزیں صاف طور پر نظر آنے لگیں۔ ریاض نے پری جمال لبنے کو دیکھا۔

اس کی چاند سی صورت چمک رہی تھی۔ موٹی موٹی سیاہ سرمگیں پیچ کھائی جلیاں گرا رہی تھیں ریاض نے پھر کہا۔ ہاں تو انھیں تم ہی پسند آئیں۔ لہذا تمہارا ہی پیچھا کیا۔ اور تمکو پکڑ لیا۔

لبنے نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی آگئی تھی۔ شوخی نے چمک پیدا کر دی تھی ریاض کو دیکھا۔ حور ادا دوشیزہ کے مسیحا صفت لبوں پر تبسم کھیل رہا تھا۔ اس نے کہا۔

ہاں انھوں نے مجھے پکڑ لیا! ریاض نے اس کی سحر خیز آنکھوں کو دیکھ کر کہا۔ "عرب کا چاند یا دنیائے حسن کی حور سمجھ کر۔؟"

لبنے نے برق پاش تبسم سے جواب دیا۔ "جو کچھ تم سمجھو۔"

ریاض نے جلدی سے کہا۔ "میری سمجھ کو رہنے دو۔ یہیں دیکھنے والے تمہیں پری پیکر حسن کی دیوی، عرب کا چاند، دنیا کی حور اور خدا جانے کیا کیا کہتے ہیں۔ مگر مجھ سے کوئی پوچھتا نہیں۔ اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں بتاؤں تم کیا ہو!

لبنے کے نازک لبوں پر اب بھی تبسم کھیل رہا تھا۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک تھی اس نے شوخی بھرے انداز میں کہا۔

"کوئی نہیں پوچھتا تو تم خود ہی بتا دو؟"

ریاض نے از خود رفتگی کے انداز سے کہا۔ "تم خدائے حسن ہو۔ پیکر ناز ہو۔ مسیحائے زمان ہو۔۔۔۔۔"

لبنے نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "مہربانی کر کے خاموش رہئے۔"

ریاض۔ "لبنیٰ! خدا کی قسم بہترین حسینہ ہو۔ انسان، جن اور فرشتے سب تجھ پر تیرے بے پناہ حسن پر ایک جان سے نہیں ہزار جان سے والا و شیدا ہیں۔"

لبنیٰ نے طعنے کے طور پر کہا۔

"ریاض! تم پہاڑی چٹانوں پر کیسے پہنچ گئے؟"

ریاض:"حسن کی کشش کھینچ لائی تھی"

لبنیٰ نے شہزادیوں جیسی شان سے کہا:"ٹھیک ٹھیک بتاؤ"

ریاض:"لبنیٰ میں محسوس کرتا ہوں کہ میں نہایت ذلیل کمینہ اور بدسرشت انسان ہوں۔ سعد میرا دوست ہے۔ اور تم سعد کی ہمشیرہ ہو۔ لہٰذا مجھے اپنے دوست کی ہمشیرہ سے محبت نہ کرنا چاہئے لیکن میں نے ایسا کیا۔ میں نے دوستی کی تحقیر کی۔ ندامت اور شرم نے مجھے گھیر لیا۔ میں سعد سے آنکھیں چار نہ کر سکا۔ رات کو چھپ کر بھاگ آیا۔ مگر محبت کی زنجیر میرے پاؤں میں پڑ گئی تھی وہ کشاں کشاں کھینچ کر مجھے تمہارے پاس لے آئی۔

لبنیٰ سنو! ہمیں آئندہ گفتگو کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ اس میں شبہ نہیں کہ میں تمہارا گرویدہ ہوں۔ تمہاری محبت میری رگ و پے میں سرایت کر گئی ہے۔ اب یہ نکلنے والی نہیں لیکن میں انسان ہوں۔ خوددار ہوں۔ دل پر جبر کروں گا۔ اور زبان سے اس وقت تک کچھ نہیں کہوں گا۔ جبتک کہ موت مجھے اپنی آغوش میں نہ لے لے۔"

"دوستی کا تقاضا یہی ہے۔ خدا کے لئے تم کسی وقت یہ نہ سمجھ لینا کہ میں تم سے بے رخی کر رہا ہوں میں تم سے مر کر بھی بے رخی نہ کر سکوں گا۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا:"ریاض ایسی باتیں نہ کرو۔"

ریاض خاموش ہو گیا۔ وہ افسردہ خاطر ہونے لگا۔ لبنیٰ کو بھی اس کی افسردگی نے افسردہ کر دیا۔ دونوں خاموش ہو کر پھر اپنے اپنے تخیلات میں الجھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ارمانوس کھانا لیکر آیا۔

دونوں نے قوت لایموت کے لئے تھوڑا بہت کھانا کھایا جب رمانوس بھی خود کھانا لے کر چلا گیا۔ تو دونوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی اور دونوں چٹائی پر پڑ گئے۔ چونکہ دونوں اپنے اپنے خیالات میں الجھے ہوئے تھے۔ اس لئے دیر تک پڑے جاگتے رہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف سے کروٹ لے رکھی تھی۔ گویا دونوں

ایک دوسرے کو بھولنا چاہتے تھے۔ لیکن محبت کی جو آگ دونوں کے دلوں میں لگ چکی تھی وہ کیسے بھولنے دے سکتی تھی۔ کچھ دیر اس طرح پڑے رہنے کے بعد ریاض نے یہ دیکھنے کے لئے لبنیٰ سو گئی ہے یا جاگتی ہے۔ اس کی طرف کروٹ لی۔

جبکہ ریاض کے دل میں یہ خیال گذرا ٹھیک اسی وقت لبنیٰ کے دل میں بھی یہی خیال گزرا، اس نے بھی کروٹ لی۔ اس طرح سے دونوں نے ایک ہی خیال سے متاثر ہوتے ہوئے کروٹ لی۔

یہ اسی محبت کی یادگار تھی۔ جس کو وہ اپنے دل سے نکالنے کی کوشش کر رہے تھے اب دونوں کے منھ ایک دوسرے کے سامنے ہو گئے بتی کی مدھم روشنی دونوں کے خوبصورت چہروں پر پڑنے لگی۔

ایک نے دوسرے کو نیم باز آنکھوں سے دیکھا۔ دونوں جاگ رہے تھے دونوں نے اس بات کو سمجھ لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھنا چاہتے تھے۔

لیکن ریاض کی ندامت اور لبنیٰ کی خودداری مانع تھی۔ دونوں خاموش اور آنکھیں بند کئے پڑے تھے۔

پچھلے پہر دونوں کو نیند آ گئی اور دونوں سو گئے۔ صبح سویرے دونوں بیدار ہوئے حوائج ضروری سے فارغ ہونے کے لئے وہ خیمے سے باہر نکلے۔ باہر پہرے والے کھڑے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ رات بھر انکے خیمے کے گرد پہرہ رہا ہے۔ پہرہ والوں کی نگرانی میں انھوں نے حوائج ضروری سے فراغت پائی۔ خیمہ میں داخل ہو کر نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر دونوں بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد سورج نکل آیا۔ آفتاب کی زرد زرد کرنیں درختوں اور خیموں کی چوٹیوں پر لوٹنے لگیں۔ اسوقت انھوں نے نقاروں کی آوازیں سنیں اور ساتھ ہی ساتھ شور و غل کی بھی آوازیں آنے لگیں۔

انہیں سخت تعجب ہوا کہ شور و غل کیسا ہے۔ نقارے کیوں بجائے جا رہے ہیں ابھی وہ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچے تھے کہ پرچمال میرو تہ خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔

بارہواں باب
"غم اندوز نظارہ"

میرونہ کو دیکھتے ہی دونوں بے اختیار انہ طریقہ پر استقبال کیلئے کھڑے ہو گئے میرونہ حسین تھی۔ خوشحال تھی۔ اس کی پیشانی خندیدگی کی وجہ سے ہر وقت شگفتہ رہتی تھی۔ اس وقت اس کے نازک لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار تھا۔ وہ ان دونوں کی طرف بڑھی۔ ان کے قریب پہنچی اس نے کہا: "صبح بخیر! ریاض میں صبح ہوتے ہی تمکو دیکھنے کیلئے چلی آئی۔ ریاض نے اس کا شکریہ ادا کیا لیکن لبنیٰ نے اسے رشک آمیز تعجب کی نظروں سے دیکھا۔

لبنیٰ نے عربستان میں پرورش پائی تھی۔ ان لوگوں میں اس ملک میں پل کر جوان ہوئی تھی۔ جہاں ایک دوشیزہ کا اپنی زبان سے محبت کا اظہار کرنا معیوب تھا وہ عیسائیوں کی معاشرت سے بے خبر تھی۔

اس نے میرونہ کی صاف گوئی مگر بے حجابانہ گفتگو کو بیحیائی پر محمول کیا میرونہ ریاض کو محبت پاش نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ریاض بھی ہمہ تن اسکی طرف متوجہ تھا۔ لبنا کے حساس دل پر ریاض کی اس بیوفائی سے چرکا لگا۔ شگفتہ چہرہ پژمردہ ہو گیا اس نے زیر لب ایک ہلکی سی آہ لی۔ ایسی آہ کہ جس کو صرف اسکے دل ہی نے سُنا۔

میرونہ نے شوخی بھرے انداز سے کہا۔ کہو ریاض! رات تو خوب گزری ہوگی؟ خیمہ میں صرف تم تھے یا عرب کی سب سے زیادہ خوبصورت دوشیزہ بھی تھی؟ ریاض نے کہا۔ نہیں! ہم صرف دو ہی نہ تھے۔ بلکہ ایک تیسرا بھی تھا۔ میرونہ نے تعجب خیز نظروں سے ریاض کی طرف دیکھ کر دریافت کیا۔ تیسرا کون تھا؟

ریاض۔ وہ خدا تھا۔ جو ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتا ہے۔

میرونہ کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کہ وہ ریاض

سے کوئی خاص بات دریافت کرنا چاہتی ہے لیکن کسی وجہ سے ہچکچاتی ہے۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے اپنا نازک سر اٹھایا اور اپنی ہوشربا آنکھیں ریاض کے چہرے پر جما کر کہا۔
"ریاض! کیا تم نے لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے زیادہ حسین سمجھا ہے" سوال ٹیڑھا تھا۔
ریاض سر جھکا کر جواب سوچنے لگا۔ لبنیٰ نے بھی اپنی خوبصورت نظریں اسکے چہرے پر جما دیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے سر اٹھایا۔ اتفاقیہ اسکی نگاہیں حور وش لبنیٰ کی سحر خیز آنکھوں سے چار ہو گئیں۔ اس کے جسم میں ارتعاش پیدا ہوا۔ وہ کانپ گیا۔ میرونہ نے اس کی یہ کیفیت دیکھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا! تم کانپ رہے ہو۔ کیا سردی معلوم ہو رہی ہے۔ گرمیوں کے دن تھے صبح کا وقت تھا۔ فرحت بخش ہوا چل رہی تھی۔ سردی نام کو نہ تھی۔ ریاض کیا جواب دیتا۔ وہ اب بھی خاموش رہا۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا۔ میرونہ نے دریافت کیا یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم کانپ رہے ہو۔ اور تمہارے چہرے کا رنگ اڑا جا رہا ہے۔ کیا تم کچھ بیمار ہو گئے ہو؟
ریاض نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ میں بیمار نہیں اچھا ہوں۔
میرونہ۔ مگر تمہارے چہرے کا رنگ ......
ریاض نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ میں نہیں کہہ سکتا شاید گرمی کا اثر ہو۔
میرونہ نے جلدی سے کہا بیشک بیشک! خیمہ کے اندر حبس ہو رہا ہے۔ آؤ خیمہ سے باہر چلکر تازہ ہوا میں کھڑے ہوں لبنیٰ! تم بھی کچھ سست معلوم ہوتی ہو۔ آؤ! تم بھی تازہ ہوا میں کھڑی ہو جاؤ۔ میرونہ یہ کہتے ہی خیمے کے دروازہ کی طرف لوٹی۔ ریاض اور لبنیٰ بھی اسکے پیچھے پیچھے چلے اگرچہ لبنیٰ پردہ نشین لڑکی تھی۔ اور جب سے ہوش سنبھالا تھا پردہ ہی میں رہی تھی۔ اسے لوگوں کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی تھی خصوصاً اس وجہ سے کہ کوئی اس کو دیکھتا کا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ لیکن قدرت نے اسے قیدی بنا دیا تھا۔
وہ اپنی مرضی کی مختار نہ تھی۔ دوسرے کے ہاتھوں میں اسیر تھی۔ وہ جہاں چاہتے لیجاتے تھے دربار خاص میں وہ پیش کیجا چکی تھی۔ اسکے پاس کوئی نقاب نہ تھا۔ کھلے منہ جانا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ وہ بے پردہ ہونے کی عادی ہو رہی تھی وہ میرونہ اور ریاض کے ساتھ خیمہ سے باہر نکلی۔ پہرہ والوں نے اسے دیکھا وہ ایسی نظروں سے اسے گھورنے لگے گویا ان میں سے ہر

ایک کی آرزو اسے اپنی آنکھوں میں یا دل میں چھپانے کی ہے۔

اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا۔ کھلا ہوا میدان ہونے کی وجہ سے دھوپ درختوں کی چوٹیوں خیموں کی بلند چوبوں سے نیچے اتر کر سبزہ زار میدان میں پھیلنے لگی۔

نقاروں اور شور و غل کی آوازیں ابھی تک آرہی تھیں۔ جہاں یہ کھڑے تھے وہاں سے دور کسی قدر فاصلے پر کچھ غبار سا اڑتا ہوا نظر آرہا تھا۔ ریاض نے میرونہ سے دریافت کیا۔

یہ شور و غل کیسا ہے؟ نقارے کیوں بجائے جارہے ہیں؟ میرونہ نے جواب دیا۔ مسلمانوں کی جسارت عیسائیوں مسیحی مجاہدوں کی گرفتاری کا حال سُنکر عیسائی برافروختہ ہو گئے ہیں۔ بولس نے لشکر کو روانگی کا حکم دیدیا ہے۔ بیس ہزار لشکر روزانہ کوچ کر گیا۔

آج پہلے لشکر نے کوچ کیا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ وہ سامنے غبار چلکر کھا کر آسمان سے ٹکرا رہا ہے ریاض اور لبنیٰ نے دیکھا۔ غبار کے غٹ بلند ہو ہو کر فضا سے ٹکرا ٹکرا کر بادل بنتے جارہے تھے۔ شور و غل اور نقاروں کی آوازیں دمبدم دور ہوتی چلی جارہی تھیں۔

ریاض نے پھر دریافت کیا۔ کل عیسائی لشکر کسقدر ہے۔؟

میرونہ۔ تین لاکھ کے لگ بھگ ہے۔

ریاض کو بڑا فکر پیدا ہوا۔ مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی۔ ان میں سے بہت سے غیر مسلح تھے۔ عیسائی مسلح اور تین لاکھ تھے۔ اسنے اپنے دلمیں کہا۔ خدا ہی مسلمانوں کی آبرو رکھیگا۔

میرونہ نے پھر کہا۔ ریاض! مسلمان اس مرتبہ ضرور کچل ڈالے جائیں گے۔ عیسائی اپنی پوری جمعیت پورے سازوں کے ساتھ آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ بیس ہزار تو زنگی ہیں جنکے سامنے انسانوں کی کوئی ہستی ہی نہیں۔ وہ کھڑے ہوئے اونچے درخت سے معلوم ہوتے ہیں۔ انکے چہرے بھیانک۔ سیاہ۔ آنکھیں سرخ انگارہ سی۔

دانت زرد زرد دو دو لمبے دو باہر نکلے ہوئے۔ ہونٹ موٹے اس قدر موٹے کہ ان میں سوراخ کر کے کڑے ڈالے ہوئے ہیں۔ جن میں زنجیریں پڑی رہتی ہیں۔ جو گھوڑے کی باگ یا اونٹ کی نکیل کا کام دیتی ہیں۔

انھیں دیکھ کر بڑا خوف معلوم ہوتا ہے۔ وہ بیسوں من کا گرز رکھتے ہیں۔

جس پر گرز مارتے ہیں اس کا چورا کر دیتے ہیں۔ عام عیسائیوں کا خیال ہے کہ مسلمانوں کو یہ زنگی ہی پیس ڈالیں گے۔ اور عیسائیوں کو لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔

ریاض نے ان زنگیوں کی بابت پہلے بھی جاسوسوں سے سُنا تھا۔ اسوقت میرونہ نے جو ڈراؤنی تصویر الفاظ کے ذریعہ سے کھینچی تو ریاض کو بجائے خوف ہونے کے ان کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔

اس نے میرونہ سے دریافت کیا۔ یہ زنگی لشکر کے کس طرف ہیں؟

میرونہ۔ وہ لشکر کے انتہائی کنارہ پر مشرق جانب شمالی گوشہ میں پڑے ہوئے ہیں شاید تم انھیں دیکھنا چاہتے ہو۔ لیکن دیکھ نہیں سکتے۔

ریاض سمجھ گیا۔ چونکہ وہ قیدی ہے۔ اسے لشکر میں پھرنے کی اجازت نہیں دیجا سکتی اس لئے وہ زنگیوں کو نہیں دیکھ سکتا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ اب نقاروں اور شور و غل کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تھیں۔ کیونکہ لشکر دور نکل گیا تھا۔ البتہ غبار بادل کی طرح دھوئیں کے مانند بل کھاتا ہوا افق مشرق میں نظر آرہا تھا۔

میرونہ نے ریاض سے کہا۔ اب تمہاری طبیعت درست ہو گئی ہے۔ لہذا اب بتاؤ کہ تم لبنیٰ کو دنیا بھر کی لڑکیوں سے حسین سمجھتے ہو؟

ریاض نے بے اختیارانہ طریقہ پر کہا۔ جس قدر لڑکیاں میں نے آجتک دیکھی ہیں لبنیٰ ان میں سب سے زیادہ حسین ہے۔ میرونہ کا چہرہ اتر گیا۔ اس کے دل میں ٹھیس لگی شہابی رنگ اڑ گیا۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ فوراً اس کی حالت میں نمایاں تغیر واقع ہوا اسکے چہرے پر رشک کی علامات ظاہر ہوئیں۔ اور رشک غصہ میں تبدیل ہو گیا۔ چہرہ سرخ ہو گیا گوری گوری پیشانی کی رگیں تن گئیں۔ ریاض و لبنیٰ نے اسکی یہ دوگونہ کیفیت دیکھی۔

میرونہ نے کسی قدر خشونت بھرے لہجہ میں کہا۔ تمہاری لبنیٰ۔ سب سے بڑھ کر حسین ہے؟

ریاض نے کچھ جواب نہ دیا۔ میرونہ تھوڑی دیر تک کھڑی کچھ سوچتی رہی۔ دفعتاً اس نے کہا۔ ریاض میں جا رہی ہوں۔ اب اسوقت ملوں گی جب کونسل تمہارے حق میں کوئی فیصلہ کریگی۔ یہ کہتے ہی وہ چلی گئی۔ اس رفتار و گفتار سے اسکی خفگی کا اظہار تھا۔ دیر تک ریاض

اسے اور لبنیٰ ریاض کو دیکھتے رہے۔ جب وہ خیموں کے پیچھے چلی گئی تو ریاض نے لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ ابھی تک اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن ریاض اسے سمجھنے سے قاصر رہا کہ لبنیٰ کی نظریں محبت خیز ہیں یا اشتباہ آمیز۔

ریاض نے اس سے کہا لبنیٰ یہاں دھوپ آگئی ہے آؤ خیمہ میں چلیں اس وقت دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ دونوں دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ آفتاب عالمتاب کی گستاخ کرنیں عروس لبنیٰ کے چاند سے چہرہ پر گویا فریفتہ ہو چکی تھیں۔ وہ ہر طرف سے سمٹ سمٹ کر آ رہی تھیں اور اسکے چہرہ پر لوٹ رہی تھیں ان کرنوں کیوجہ سے اسکا چہرہ اسقدر چمکنے لگا تھا کہ نظر بھر کر دیکھا نہ جاتا تھا۔ دیکھنے والوں کی نظر خیرہ ہو کر جھک جاتی تھی۔ اس کی جبین ناز اور چاندسی پیشانی پر پسینہ کے چھوٹے چھوٹے قطرے ایسے چمک رہے تھے جیسے گلاب کے شہابی رنگ کے پھول کی پنکھڑیوں پر شبنم کی چھوٹی چھوٹی بوندیں پیشانی پر زلف شبگوں کے کچھ گھونگھریالے بال چوٹی کی گرفت سے نکل کر ہوا کے باریک جھونکوں سے لہرا کر بڑے ہی پیارے معلوم ہو رہے تھے۔ اسنے اپنی موٹی موٹی سیاہ سرمگیں آنکھیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض کے دل پر بجلیاں گر رہی تھیں وہ لرز گیا۔ وہ اسکی رسیلی کٹیلی اور برق پاش نظروں کو دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔

لبنیٰ نے آہستہ سے کہا۔ چلو۔ دونوں خیمہ میں داخل ہوئے علیحدہ علیحدہ بیٹھ گئے دیر تک چپ چاپ بیٹھے رہے۔ غالباً اپنے خیالات کی گہرائیوں میں غوطے لگا رہے تھے ریاض زیادہ افسردہ زیادہ غمزدہ اور زیادہ پریشان معلوم ہو رہا تھا۔ لبنیٰ بھی افسردہ خاطر تھی۔ مگر اس کی افسردگی اسکے حسن کو دوبالا کر رہی تھی۔

دوپہر کے وقت ارمانوس کھانا لایا۔ دونوں نے کھانا کھایا اگرچہ ارمانوس بڈھا تھا درشت مزاج تھا لیکن حسن بڈھوں بچوں بے رحموں اور ظالموں پر کچھ نہ کچھ اثر ضرور کرتا ہے۔ چنانچہ ارمانوس پر بھی لبنیٰ کے بڑھتے ہوئے حسن نے اثر کیا تھا۔ وہ اپنی چھوٹی چھوٹی حلقے کے اندر دھنسی ہوئی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ کھانے کے دوران میں ارمانوس نے کہا۔ پری جمال لڑکی! تم زیادہ غم نہ کرو۔ گھل جاؤ گی۔ چہرہ کی گلاب کو شرمانیوالی رنگت اڑ جائے گی لبنیٰ نے ایک نگاہ غلط انداز سے بڈھے کو دیکھا بڈھا گھبرا گیا اور پھر اسے

کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دونوں غمزدہ تھے۔ دونوں نے بہت کم کھانا کھایا۔ ارمانوس بس خوردہ کھانا لیکر چلا گیا دونوں قیلولہ کرنے کیلئے بڑھے۔ دونوں اب بھی خاموش تھے۔ انکو دیکھنے والا یہی سمجھتا کہ دونوں میں کچھ خفگی ہو گئی ہے۔ حالانکہ خفگی نہ تھی۔

ریاض اس ستم روزگار کی محبت کو بڑھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ لبنیٰ اسکے دوست کی ہمشیرہ ہے اس سے ایسی محبت کرنا جو عشق کے درجے تک پہنچ جائے مناسب نہیں ہے لیکن جو محبت اس کی رگ رگ میں سرایت کر گئی تھی۔ وہ آسانی سے نکلنے والی نہ تھی"

طرفہ بات یہ تھی کہ جوں جوں وہ اس کی محبت کو دل سے نکالنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ اور بڑھتی تھی۔ ہار کر اب اس نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ اس سے گفتگو کرنا اور اسکی طرف دیکھنا چھوڑ دے مگر اس میں بھی وہ کامیاب ہوتا نظر نہ آتا تھا کیونکہ خاموشی اسکے لئے سوہان روح بنتی جا رہی تھی۔ اگرچہ ریاض نے صاف صاف بتا دیا تھا کہ وہ لبنیٰ پر ہزار جان سے شیفتہ ہے اور موت کی آغوش میں پہنچنے تک اسی پر اور صرف اسی پر فریفتہ رہے گا لیکن دوستی کے اقتضا کی وجہ سے وہ صبر و جبر سے کام لے گا لیکن لبنیٰ نے اسکے خاموش رہنے اسکی طرف نہ دیکھنے کو اس کی بے مروتی یا غرور پر محمول کیا۔ اس لئے وہ ناخوش ہو گئی۔ اس نے عہد یا عہد نہیں تو عزم صمیم کر لیا کہ جب تک خود ریاض اس سے نہ بولیگا اپنے بیجا طرز عمل کی معافی نہ مانگے گا۔ اس وقت تک وہ اسے معاف نہ کریگی نہ بولے گی نہ دیکھے گی۔ مگر چند ہی گھنٹے میں اسے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے اس عہد پر یا عزم کو نباہ نہ سکے گی۔ پھر بھی معشوقانہ خودداری نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ اپنے دل پر جبر کر کے جب تک نباہ سکے نباہے۔ چنانچہ وہ نبا رہی تھی لیکن گاہے گاہے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھ لیتی تھی۔ مگر صرف چند سیکنڈ کیونکہ اسے خوف ہوتا تھا کہ کہیں اسے دیکھتے ہوئے ریاض نہ دیکھ لے جب وہ ریاض کو غمزدہ اور پریشان حال دیکھتی تھی۔ تو اس کا غرور اور عزم و عہد وغیرہ سب ٹوٹ جاتے۔ بے اختیار اس کا دل ریاض کے غم میں شریک ہونے اس سے ہمکلام ہونے اس کا دل بہلانے کو چاہتا۔ مگر رکتی، دل پر جبر کرتی اور غم اٹھاتی۔

اس طرح سے وہ بقیہ دن اور دوسرا دن بھی گزر گئے۔ دونوں میں بہت کم وہ بھی معمولی

بات ہوئی۔ لبنیٰ نے کئی مرتبہ غمزدہ صورت بنائی۔ زیر لب خفیف آہیں بھریں لیکن ریاض نے نہ اسے دیکھا اور نہ اس سے کچھ دریافت کیا۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں ریاض کی محبت کا خاتمہ تو نہیں ہو گیا۔ وہ میری دنیا کو تو نہیں چاہنے لگا۔

اس خیال نے اس کے نازک دل کو سخت اذیت پہنچائی کہ وہ بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگی۔ ریاض نے اسکی یہ حالت دیکھی تو وہ سخت بیقرار و مضطرب ہو گیا۔ اس نے کہا۔ لبنیٰ! حوصلہ رکھو اس قدر غم نہ کرو۔

لبنیٰ نے جواب دیا۔ البتہ اسکی نرگسی آنکھوں سے آنسو ضرور چھلک آئے، آہ غریب عورت جب کسی سے محبت کرتی ہے تو وہ اسکی محبت میں بہہ جاتی ہے۔ ریاض تڑپ گیا اور اسنے کہا۔ لبنیٰ! لبنیٰ!! اس طرح تو تم میرے حوصلہ کو بھی پست کرا دو گی۔ لبنیٰ نے آنسو پی لئے مگر وہ اب بھی کچھ نہ بولی۔ ریاض نے سمجھ لیا کہ وہ اس سے ناراض ہے یا وہ اسکی طرح محبت کم کرنے کی کوشش کر رہی ہے وہ بھی خاموش ہو گیا۔

تیسرے روز علی الصباح جبکہ وہ دونوں نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ ارمانوس خیمہ میں داخل ہوا اس کے پیچھے ایک عیسائی افسر تھا۔ ارمانوس نے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ او بدنصیب قیدیو! آج تمہاری قسمتوں کا فیصلہ کیا جائیگا۔ کونسل کا اجلاس ختم ہو گیا ہے تم کونسل کے روبرو پیش کئے جاؤ گے۔ لہٰذا یہ افسر تم کو لینے کے واسطے آیا ہے۔"

ریاض اور لبنیٰ دونوں کے دل اسکی گفتگو سے دہل گئے۔ اور دونوں کے چہروں کا رنگ فق ہو گیا۔ کلیجے منہ کو آنے لگے۔ ستم زدہ قیدی جانتے تھے کہ عیسائی مسلمانوں کے بدترین دشمن ہیں۔ ظالم و بیرحم ہیں۔ ان سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا بے سود ہے۔

دونوں کھڑے ہو گئے۔ جو افسر انہیں لینے کیلئے آیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ خیمے سے باہر نکلا خیمہ کے باہر بہت سے سوار کھڑے تھے۔ جو ان کو حراست میں لے چلنے کیلئے آئے تھے افسر بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ انھوں نے قیدیوں کو حراست میں لے لیا اور روانہ ہو گئے۔

عیسائی سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے۔ ریاض اور نازک اندام لبنیٰ پیدل تھے۔ دونوں افسردہ دلی کے ساتھ جا رہے تھے جس خیمہ میں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا وہ

یہاں سے کئی میل کے فاصلے پر تھا۔ بیداد گر عیسائیوں نے مسلم قیدیوں کے لئے سواری کا کوئی انتظام نہ کیا

وہ انتظام کیوں کرتے انہیں ان قیدیوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی، جذبات رحم وکرم سے انکے دل خالی تھے۔ ممکن ہے کہ ریاض کو کوئی تکلیف پیادہ چلنے میں نہ ہو مگر حور وش لبنیٰ تو بالکل نڈھال ہو گئی تھی۔ وہ نازک آفرین تھی۔ اسے اس قدر دور چلنے کی نوبت نہ آئی تھی۔ مگر جبر کر کے چلی جا رہی تھی۔ آخر وہ دونوں اس خیمہ پر پہنچے۔ جہاں کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ مگر سوار رک گئے۔ افسر گھوڑے سے اترا وہ ریاض اور لبنیٰ کو لے کر خیمہ کے اندر داخل ہوئے۔

نہایت ادب سے ارکان کونسل کو سلام کیا۔ خیمہ کے اندر پانچ آدمی بیٹھے تھے ان میں سے ایک بولس اور دو پادری تھے۔ اور دو معزز عیسائی تھے۔ افسر نے ریاض اور لبنیٰ کو انکے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا: عالیجاہ قیدی حاضر ہیں۔ پانچوں آدمیوں نے ایک ساتھ قیدیوں کو دیکھا۔ پانچوں کی نظریں ریاض سے گزر کر حور وش لبنیٰ پر آ کر رک گئیں اسوقت سب خاموش تھے۔ خیمہ کے اندر خاموشی طاری تھی۔ قبرستان جیسا سکوت تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد فیطارس اور میروشہ آئے دونوں بولس کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ اب ایک پادری نے ریاض سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ اے نوجوان تمہارا کیا نام ہے؟۔ ریاض نے جواب دیا میرا نام ریاض ہے۔"

پادری۔ تم جانتے ہو کہ تم ایک قیدی ہو؟

ریاض۔ میں جانتا ہوں!

پادری۔ ہم کو یہ معلوم ہے کہ تمہاری قوم والوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا۔ اور اکثر کو گرفتار کر لیا ہے۔

ریاض۔ معلوم ہے۔

پادری۔ اچھا تو سنو! تمام عیسائیوں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ وہ اپنے عیسائیوں کا مسلمانوں سے انتقام لیں گے۔ جو مسلمان انکے ہاتھ آ جائیں گے انہیں قتل کر ڈالیں گے۔ اسلئے یہ کونسل

تمہارے حق میں کوئی قطعی فیصلہ کرنے کیلئے منعقد ہوئی۔ لیکن کونسل کے فیصلے سے پہلے اگر میں کوئی تجویز تمہارے سامنے پیش کروں جو تمہارے لئے مفید ہو تم اسے منظور کر لوگے؟"

ریاض۔ بغیر تجویز سنے میں کیا کہہ سکتا ہوں۔

پادری۔ یہ دانشمندی کی دلیل ہے سنو! تم نوجوان ہو —— تعلیم یافتہ ہو ذی عقل ہو۔ نیک و بد سمجھنے کی اہلیت رکھتے ہو۔ حضرت مسیح خدا کا پسندیدہ مذہب لیکر دنیا میں آئے۔ لوگوں نے اس مذہب کو قبول کیا۔ عیسائی مذہب تمام مذاہب سے بہترین مذہب ہے۔ تم نے نیا مذہب اختیار کیا ہے۔ نیا مذہب چھوڑ دو۔ عیسائی بن جاؤ۔ خدا اور خداوند تم سے بہت خوش ہونگے۔ ریاض غور سے پادری کی گفتگو سن رہا تھا۔ جب پادری خاموش ہوا تو اس نے کہا ذی عقل انسان عیسائی مذہب قبول نہ کرے گا۔ پادری نے حیرت سے ریاض کو دیکھکر دریافت کیا۔ کس وجہ سے؟ ریاض نے جواب دیا خدا ایک ہے۔ اسکی خدائی میں کوئی شریک نہیں۔ حضرت عیسیٰ کی بھی یہی تعلیم تھی۔ لیکن آج عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنا کر انہیں خدائی کا جزو قرار دیا ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت جبرئیل کو جو ایک فرشتہ ہے۔ روح القدس کہنے لگے۔ اس طرح ایک خدا کے تین ٹکڑے یا تینوں کی مجموعی طاقت کو ایک خدا سمجھ لیا ہے یہ تثلیث پرستی ہے توحید پرستی نہیں۔ جو انسان ذرا بھی عقل و شعور رکھتا ہے وہ کبھی عیسائی نہیں ہو سکتا۔

عیسائی نے کہا۔ تم میں سمجھ ہے لیکن اس سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ سوچا حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے وہ روح اللہ تھے۔ خداوند (حضرت عیسیٰ) نے خود فرمایا ہے کہ میں اپنے باپ سے اپنی امت کی بخشش کیلئے سفارش کروں گا۔ لہذا انکے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔ ریاض نے قطع کلام کر کے کہا۔ سنئے اور غور سے سنئے سب سے پہلے خدا نے حضرت آدم کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔ انکی ماں بھی نہ تھیں وہ خدا کا بیٹا کہلا سکتے تھے مگر کوئی انہیں خدا کا بیٹا نہیں کہتا۔ خدا نے حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے دنیا اور دنیا والوں کو یہ بات بتائی تھی۔ کہ کچھ زن و شوہر کا تعلق ہی تخلیق انسان کا باعث نہیں بلکہ سب سے زیادہ اس کی قدرت کو دخل ہے۔ لیکن انسان کی حماقت دیکھئے کہ اس واقعہ سے سبق حاصل کر کے خدا کی وحدانیت اور قدرت کا قائل ہو کر اسکی درگاہ معبودی میں سر عجز و نیاز جھکانے کی بجائے

اس سے عاجز ہو کر گمراہی کے گڑھے میں جا پڑا۔ اور وا ہیات کلمات بکنے لگا جسکا اس کو علم نہیں ہے۔ کس قدر بے جوڑ بات ہے کہ خدا جس نے اس عالم کو بنایا ہے جسے ہم دیکھتے ہیں اور اس عالم کو پیدا کیا ہے۔ جو ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اپنی لامحدود قدرت کا خیال نہ کر کے ایک انسان کا باپ بن بیٹھے۔ یہ خدا پر ایک زبردست بہتان ہے۔ پادری کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بولص نے کہا: "یہ کونسل کا اجلاس ہے۔ اسے مذہب کا دنگل نہ بنانا چاہئے۔ پادری نے کہا بیشک ہمارے پاس فضول بحث و تمحیص کے لئے وقت نہیں ہے (ریاض سے) مسلم نوجوان سنو! اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو تم کو جاگیر دی جائے گی۔ عیسائی دنیا تمہاری عزت و قعت کرے گی تمہارے قدموں پر سیم و زر کے ڈھیر لگا دیئے جائیں گے۔ تمہیں اختیار دیا جائے گا جس عیسائی دوشیزہ سے چاہو عقد کر لو۔ کیا تم عیسائی ہونے کیلئے تیار ہو؟" ریاض نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ نہیں۔

پادری۔ اچھی طرح سوچ لو!

ریاض۔ خوب سوچ لیا۔

پادری۔ اگر تم عیسائی نہ ہوئے تو ممکن ہے کہ کونسل تمہارے قتل کا حکم صادر کر دے۔

ریاض۔ کچھ پرواہ نہیں۔ دنیا چند روزہ ہے۔ سراب ہے یا سراب فانی ہے، چار دن کے عیش و عشرت کے بدلے ابدی تکلیف کا سزاوار بننا عقلمندی کی دلیل نہیں ہے!

پادری۔ دیکھو، تم نوجوان ہو! تم نے ابھی دنیا کا کچھ نہیں دیکھا۔ فضول ضد کر کے اپنی زندگی خطرے میں نہ ڈالو۔"

ریاض۔ اس دولت عیش اور زندگی پر لعنت ہے۔ جو خدا کو چھوڑ کر حاصل کیجائے کبھی کوئی مسلمان اس کو منظور نہیں کر سکتا۔

پادری۔ کیا بالکل انکار ہے۔

ریاض۔ ہاں بالکل انکار ہے۔

اب پادری حور وش لبنیٰ سے مخاطب ہوا۔ اس نے کہا: "پری زاد دوشیزہ تم عیسائی ہو جاؤ۔ تمہیں موتیوں سے سفید اور سونے سے زرد کر دیا جائے گا۔ سینکڑوں کنیزیں تمہاری

خدمت پر مامور کی جائیں گی۔ اور تم شہزادیوں جیسی شان سے رہو گی۔ پرجمال لبنٰی نے ترنم خیز لہجہ میں جواب دیا۔ خدا کا قہر ایک لمحہ میں انسان کی دی ہوئی دولت۔ عزت اور ثروت مٹا سکتا ہے۔ کیونکہ نہ دنیا کو ثبات ہے۔ اور نہ دنیا کے رہنے والوں کو پھر کس زندگی پر خدا سے بغاوت کیجائے۔ یاد رکھئے مسلمانوں کا کوئی فرد لالچ سے بھی عیسائی نہیں ہو سکتا۔ پادری کو غصہ آ گیا۔ اس نے کہا۔ اچھا تم دونوں انتظار کرو کہ کونسل تمہارے حق میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔

اب کونسل کا اجلاس شروع ہوا۔ جو لوگ بیٹھے تھے وہ سرگوشیاں کرنے لگے دیر تک کی آہستہ آہستہ بحث و تمحیص کے بعد بولص نے سر اٹھا کر ریاض سے کہا۔ مسلم نوجوان کونسل نے تمہارے حق میں ہولناک فیصلہ صادر کیا ہے۔ اب وقت ہے کہ تم اپنے جواب پر نظر ثانی کر کے عیسائی ہو جاؤ گے۔ تم نے انکار کیا تو مجبوراً کونسل کے فیصلہ پر عملدرآمد ہو گا۔ ریاض نے نہایت متانت سے کہا۔ آپ نے آپکی کونسل نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں موت سے ڈر کر اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔ بولص نے حور ادا لبنٰی سے کہا "پرجمال دوشیزہ تم عیسائی ہو جاؤ"؟ لبنٰی نے کہا "ناممکن ہے!" اب بولص سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا: "شیریں ادا لڑکی کونسل نے تم پر تمہاری جوانی پر رحم کر کے تمہارے لئے حکم صادر فرمایا ہے کہ تم زندہ رکھی جاؤ، لیکن کنیزوں اور خادماؤں کی طرح رہو گی۔

مسلم نوجوان تم سنو!۔۔۔ بولص ٹھہر گیا۔ ریاض اور لبنٰی اس کیطرف دیکھنے لگے ریاض اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن حور دشت لبنٰی غم و فکر بھری نظروں سے افسردگی سے آگے کو جھکی ہوئی بولص پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھی۔ بولص نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ اے مسلم نوجوان! تم آج سے چھ کتے روز قربانگاہ پر ذبح کر کے حضرت مسیح کی نذر[1] چڑھائے جاؤ گے۔

---

[1] ۳۶ء میں عیسائی انسانوں کی قربانی جائز سمجھتے تھے چنانچہ ارسوس نے اپنی بیٹی ماریہ کی شب زفاف کیلئے یکسو بیس امرائے عرب کو قربان کرنے کی شرط کی تھی۔ (از فتوح العجم صفحہ ۳۶)

ریاض نے نہایت اطمینان اور استقلال سے اپنی موت کا فتوی سُنا مگر نازک اندام لبنیٰ اس جانگداز حکم کو سُنکر مضطرب الحال ہو گئی۔ اس کے پرنور چہرے کا شہابی رنگ پرواز کر گیا نازک لب کانپنے لگے ہوش ربا آنکھوں سے غم والم کا اظہار ہونے لگا۔

وہ پیکر ناز حسن کانپنے لگی۔ اس نے دبی آواز سے ایک دلدوز آہ لی۔ اس کا سر گھومنے لگا۔ وہ لڑکھڑائی اس کی برق پاش آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ریاض نے اس کی یہ کیفیت دیکھی وہ گھبرا گیا بےچین ہو گیا۔ دیوانوں کیطرح اسکی طرف بڑھا قبل اسکے کہ وہ اسکے قریب پہنچے وہ غش کھا کر گری۔ خیریت یہ ہوئی کہ ریاض نے لپک کر اسے اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔ ریاض کو اپنی موت کا فتوی سننے کا اتنا رنج نہ تھا جسقدر لبنیٰ کے بیہوش ہو جانے کا تھا۔ اس نے دفور محبت سے بیخود ہو کر اس حور ادا کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ دراصل وہ اسکے غم کو اپنے سینہ میں رکھنا یا جان دیکر اسے غم سے نجات دلانا چاہتا تھا۔ مگر غم وہ چیز نہیں ہے جو بانٹا جا سکے۔ ریاض بہت زیادہ غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔

غم اور افسوس نے اسکے خون کا ایک قطرہ تک چوس لیا تھا۔ اسکی حالت دیکھ کر بے رحم سے بیرحم ظالم کو بھی اس پر رحم آجانا چاہیئے تھا لیکن وحشی بے رحم اور ناخدا ترس عیسائیوں میں سے کسی کو بھی اس پر رحم نہ آیا۔

لبنیٰ بالکل بیہوش اس کی آغوش میں پڑی ہوئی تھی۔ اس کا چہرہ غم و حسرت سے سفید ہو گیا تھا۔ ریاض ٹکٹکی لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

بولص نے تحکمانہ لہجہ میں گرجتی ہوئی آواز سے اس افسر سے خطاب کرتے ہوئے جو ریاض اور لبنیٰ کو اپنی حراست میں لایا تھا کہا۔ اس اجل رسیدہ کو یہاں سے لے جاؤ۔

خونخوار افسر اسکی طرف بڑھا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔ تم اس دوشیزہ نازنین کو فرش پر ڈالدو اور میرے ساتھ چلو۔

یہ سنتے ہی ریاض کا دل دہل گیا۔ وہ لبنیٰ کو پھولوں کی پتیوں سے زیادہ نازک سمجھتا تھا۔ اس کا دل کیسے گوارا کرتا۔ کہ وہ اس نازک اندام کو جس کو وہ اپنے دل میں رکھنا چاہتا تھا فرش پر ڈالدے۔

اس نے ترحم خیز لہجہ میں کہا۔ بیدرد انسان! مجھ پر نہیں اس غمزدہ لڑکی پر تو رحم کرو۔

بولص نے پھر کہا: "اس گستاخ نوجوان کو فوراً لیجاؤ۔"

افسر نے ہتھیلی بجائی۔ چند سپاہی خیمے میں داخل ہوئے۔ افسر نے کہا: "اس نوجوان کے ہاتھوں سے اس دوشیزہ لڑکی کو چھین کر فرش پر ڈالدو۔ اور اسے اپنی حراست میں لیکر چلو۔"

فوراً سپاہی ریاض کو لپٹ گئے۔ پہلے تو ریاض نے کوشش کی کہ وہ پریزاد لبنیٰ کو اپنے کلیجہ سے علیحدہ نہ کرے مگر فوراً ہی اسے خیال آیا کہ کہیں چھینا جھپٹی میں پری رخسار لبنیٰ کے چوٹ نہ آجائے اس نے آہستہ سے اپنی آرام جان کو فرش پر لٹا دیا۔ اور کھڑے ہو کر بولص سے کہا: "ظالم بادشاہ بیکسوں پر ظلم کر کے خدا کے قہر کو بیدار نہ کرو۔" بولص ہنس دیا اور اس نے کہا: "بیٹے خدا سے کہو کہ وہ تمہاری امداد کیلئے آئے۔"

ریاض غم واندوہ کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا: "میں خدا کو پکاروں گا اس خدا کو جو بیکسوں کی سنتا ہے اور انکی مدد کرتا ہے۔ او مغرور بادشاہ سن! جس طرح سے آج تو نے میرے دل کو توڑا ہے۔ خدا جلد سے جلد تیرے رشتۂ حیات کو توڑے گا۔ اور موت تجھکو اچانک آدبائے گی۔"

بولص نے ترش ہو کر افسر سے کہا۔ "کیا دیکھ رہا ہے کیوں اس بے ادب۔ بدتمیز اور گستاخ نوجوان کو نہیں لے جاتے۔"

فوراً سپاہی اس پیکر غم کو اپنی حراست میں لیکر روانہ ہوئے۔ ریاض پھر پھر کر حسرت اور افسوس بھری نظروں سے "عرب کا چاند" کو زمین پر بیہوش پڑا ہوا دیکھ لیتا تھا اس وقت وہ نیم مردہ ہو چکا تھا تعجب تھا کہ وہ چل کیسے رہا تھا۔ ظالم و بیدرد سپاہی اس زندہ لاش کو لے کر خیمہ سے باہر چلے گئے۔

تیرھواں باب

عاجزانہ درخواست

حسن و جمال کی دلربا پری زاد لبنیٰ فرش پر بیہوش پڑی تھی۔ اسکے سیاہ گیسو اس

کے چاند سے چہرے پر بکھر گئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا چودھویں رات کے چاند پر سیاہ بادلوں کے تاروں کا جال پورا ہو گیا۔ اب بھی تجلی حسن سیاہ گیسوؤں کے جال میں سے چھن چھن کر نکل رہی تھی۔ پادری بولس۔ معزز عیسائی۔ میرونہ اور قیطارس حیرت انگیز نظروں سے اس کے حسن عالم افروز کو دیکھ رہے تھے۔

اسوقت خیمہ میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ ایسی خاموشی کو لوگوں کے سانس لینے تک کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ جو ترحم انگیز منظر خیمے میں رونما تھا۔ اس کو دیکھ کر انسانیت کا اقتضا تھا کہ نازک اندام لبنیٰ کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا جاتا۔ اسکی پریشانی اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی جاتی۔ مگر ان لوگوں کے دل رحم و کرم کے جذبات سے خالی تھے وہ اسقدر بے رحم تھے کہ رحم کے نام تک سے بھی آشنا نہ تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد بولس نے کہا۔

میں نے آج تمام لشکر کو روانگی کا حکم دیدیا ہے میں نہیں چاہتا کہ اب جنگ کو ٹالا جائے تھوڑی دیر میں لشکر روانہ ہو جائے گا۔ مشورہ دیجئے کہ اس حسین دوشیزہ کو کس کے پاس رکھا جائے۔

چونکہ لبنیٰ بہترین حسینہ تھی۔ اس لئے ہر شخص اسے اپنے قبضہ میں رکھنے کیلئے تیار تھا مگر سب سے زیادہ قیطارس حریص نظر آتا تھا قبل اسکے کہ کوئی اور بولے۔ اس نے کھڑے ہو کر کہا۔

چونکہ میں اسے گرفتار کر کے لایا ہوں میں ہی اسے اپنی حفاظت میں رکھنے کا مستحق ہوں۔

بولس کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ ایک پادری نے کہا۔ بیشک اس دوشیزہ کو قیطارس ہی کی حفاظت میں دینا چاہئے! مجھے یقین ہے کہ قیطارس کی ہمشیرہ میرونہ کی ترغیب سے یہ حسینہ عیسائی ہو جائے گی۔

بولس نے کہا۔ لیکن قیطارس بھی میدان جنگ میں جا رہے ہیں اور ان کی ہمشیرہ بھی ان کے ہمراہ ہوگی۔ اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان دھوکہ دیکر اس حسینہ کو اور میرونہ دونوں ہی کو نہ نکال لیجائیں۔

پادری نے حیرت انگیز نظروں سے بولس کو دیکھ کر کہا۔ کیا تین لاکھ عیسائیوں میں سے مسلمان دو لڑکیوں کو نکال لے جائیں گے۔

بولس۔ مقدس باپ مسلمان [illegible] ہر کام [illegible] حیرت میں ڈالنے والا ہے۔

قیطارس اطمینان رکھئے مسلمان میرے کیمپ میں سے اس دوشیزہ کو نہیں لیجا سکتے۔

بولص آپ مسلمانوں کو نہیں جانتے وہ آفت کے پرکالے ہیں جس جگہ ان کے موجود ہونے کا گمان نہیں ہوتا۔ وہ وہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اب دیکھئے آپ نے دو سو مسلمانوں کو گرفتار کر کے اپنے لشکر کی حراست میں دیا۔ وہ اچانک آپ کے لشکر پر آ پڑے اور اپنے ساتھیوں کو چھڑا لے گئے۔

پادری: بیشک آپ سچ کہتے ہیں۔ اچھا یہ کیجئے کہ شہزادی میرونہ کو معہ اس دوشیزہ کے قلعہ دہشوار میں شاہ ارسوس کے پاس چھوڑ دیجئے۔"

بولص۔ یہ مناسب ہے۔ اگر قیطارس کو بھی اس تجویز سے اتفاق ہے۔

قیطارس کو یہ تجویز پسند نہ تھی۔ اسے معلوم تھا کہ ارسوس والئی دہشوار عیاش ہے اس کی بدباشی کی داستانیں زبان زد عوام ہیں۔ لہٰذا وہ اسکی طرف سے مطمئن نہ تھا اول تو اسکی ہمشیرہ بہت زیادہ حسین تھی۔ دوسرے لبنیٰ دنیائے حسن کا آفتاب تھی اسے اندیشہ ہی نہیں بلکہ کامل یقین تھا کہ ارسوس ان دونوں پر ڈورے ڈالے بغیر نہ رہے گا لیکن مخالفت کرتے ہوئے اس لئے ڈرتا تھا کہ کہیں عیسائیوں میں نا چاقی پیدا نہ ہو جائے۔ اسوقت جبکہ عیسائی دنیا جبلی جہاد کیلئے متفق و متحد ہو کر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کیلئے اٹھی تھی نا اتفاقی کا بیج بو کر عیسائی دنیا کو کمزور کرنا تھا۔ اس لئے وہ خاموش رہا۔

پادری نے کہا۔ قیطارس کو اس میں کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا۔

بولص نے کہا تو بس تو شہزادی میرونہ اور اس عرب دوشیزہ کو قلعہ دہشوار میں بھیج دیا جائے۔

بولص نے ہتھیلی بجائی ایک خادم خیمہ کے اندر داخل ہوا بولص نے کہا اس سے تم شاہ ارسوس سے کہو کہ کونسل انہیں یاد کر رہی ہے۔

خادم نے سر تسلیم خم کیا۔ اور چلا گیا لبنیٰ ابھی تک بیہوش پڑی تھی بیچاری بیکس دبے بس لڑکی کی خبر لینے والا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ارسوس خیمہ میں داخل ہوا۔

وہ بولص کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ بولص نے اس سے کہا۔

کونسل نے یہ تجویز کیا ہے کہ تا اختتام جنگ آپ شہزادی میرونہ اور اس مسلم دوشیزہ کو جو فرش پر پڑی ہے بیہوش اپنی حفاظت میں لے کر دمشق وار میں رکھیں۔

ارسوس جوان العمر تھا۔ اس کی عمر تیس بتیس سال کے قریب تھی۔ صورت سے نہایت چالاک اور فریبی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے میرونہ اور لبنیٰ کو دیکھا۔ اسکی نظر لبنیٰ کے چہرہ پر آکر رکی۔

اس نے فوراً کہا: "جو خدمت میرے سپرد کی جائے گی میں اسے بخوبی انجام دوں گا۔" بولس نے کہا: "تمام لشکر کوچ کرنیوالا ہے۔ لہٰذا تم فوراً ان دونوں لڑکیوں کو قلعہ دمشوار پہنچا دو۔"

ارسوس: "لیکن یہ عرب لڑکی بیہوش ہے۔"

بولس: "اپنے آدمیوں کو بلا لو وہ اسے ہوش میں لے آئیں گے۔"

ارسوس کے ساتھ ایک خادم بھی تھا۔ اس سے کہا: "میخائیل! تم اس لڑکی کو ہوش میں لاؤ۔"

میخائیل ارسوس کا ملازم تھا۔ خاص اور راز دار تھا۔ وہ اپنے آقا سے کئی حصے سے زیادہ ہوشیار اور چالاک تھا۔ وہ جلدی سے لبنیٰ کے پاس پہنچا اس نے اسے غور سے دیکھا۔

لبنیٰ بیحد حسین تھی۔ اس کے سیاہ ریشم جیسے گیسوئے دراز ملائم بال اسکے رخ تاباں پر پڑے ہوئے تھے۔ ان زلفوں سے حسن کی شعاعیں چھن چھن کر اس طرح سے نکل رہی تھیں جس طرح شب چہاردہم میں ہلکا ابر آجانے سے چاند کی شعاعیں نکلا کرتی ہیں۔

میخائیل اس حسن کی دیوی کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ جب اسکی حیرت دور ہوئی تو اس نے اسکے تن نازک کو ٹٹولا۔ وہ اٹھ کر خیمہ سے باہر گیا اور لکڑی کے ایک آبخورہ میں پانی لیکر آیا۔

اس نے اسکے منور چہرے سے سیہ گیسوؤں کا جال ہٹایا۔ اس کا چہرہ زلف شبگوں کے ہٹنے سے بالکل ایسا چمکنے لگا۔ جیسا چاند بادل کے ہٹ جانے سے چمکنے لگتا ہے۔

میخائیل نے پانی کے چند چھینٹے اس بت طناز کے چہرے پر دیئے لبنیٰ کو ہوش آچلا تھا اور تھوڑی دیر کے بعد اس نے اپنی ہوشربا آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے گرد و پیش نظر کی، اس کے نازک لبوں سے خفیف سی آواز کراہنے کے طور پر نکلی۔

میخائیل جو اس پر جھکا ہوا تھا پیچھے ہٹ گیا۔ لبنیٰ نے چند گہرے گہرے سانس لئے

ان سانسوں کی آمد ورفت سے اس کا گداز سینہ جب ابھرتا اور دبتا تھا۔ تو دیکھنے والے کیلئے ایک جان ستان منظر پیش کرتا تھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد حور وش لبنیٰ کو بالکل ہوش آگیا۔ اس نے اپنے نرم و نازک ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھنا چاہا لیکن وہ ستم روزگار تھی۔ اور اس کو وفور غم و آلام نے نازک تر بنا دیا تھا۔

وہ اٹھ نہ سکی تو میخائیل نے اس سے کہا۔

"اے پیکر حسن و ناز ابھی تھوڑی دیر اور اٹھنے کی کوشش نہ کرو"!

لبنیٰ ابھی ہوش میں آئی تھی۔ اگرچہ اس نے آنکھیں کھولدی تھیں لیکن ابھی اس نے یہ نہ سمجھا تھا کہ وہ کہاں اور کس حالت میں ہے۔ اس کے گردو پیش کون بیٹھا یا کھڑا ہے؟

اب جبکہ میخائیل نے اسے تھوڑی دیر اور کوشش نہ کرنے کی تلقین کی تو اس نے اپنی حالت کو محسوس کیا۔

ایک غیر مرد اور وہ بھی غیر مذہب والے کو اپنے قریب بیٹھا ہوا دیکھ کر دوشیزہ کی حیا نے اسے ٹھوکر دے دے کر اٹھ بیٹھنے کے لئے مجبور کیا۔

وہ اپنے ہاتھ کا سہارا لیکر اٹھی۔ اس نے اپنے چاند سے زیادہ روشن چہرے پر جھک آنے والی زلف شبگوں کو اپنے نازک ہاتھ سے ہٹا کر پیچھے ڈالا اور اپنے نازک سر پر دوپٹہ کا آنچل کھینچتے ہوئے اٹھنے کا قصد کیا لیکن وہ اسقدر نڈھال اور کمزور ہو چکی تھی کہ اٹھتے وقت اس کے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔

میخائیل نے پھر کہا: "اے حسن و جمال کی دیوی! تم کمزور ہو۔ ابھی کھڑے ہونے کی کوشش نہ کرو"۔

غریب بیکس لڑکی اپنی کمزوری کو محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اس کی رگوں میں عربی خون دوڑ رہا تھا۔ اسے گوارہ نہ ہوا کہ وہ کمزوری کیوجہ سے بیٹھی رہی وہ بسم اللہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

کھڑے ہونے پر اسکے پاؤں ڈگمگانے لگے میخائیل اسے سہارا دینے کے لئے بڑھا اس نے اس کے گداز بازوؤں کو پکڑ لیا۔

لبنیٰ اس کی گرفت سے نکلنے کیلئے اسطرح سے پیچھے ہٹی جیسے کہ اسکے بازوؤں

پر سانپ لپٹ گئے ہوں "

وہ دو قدم پیچھے ہٹ کر خیمہ کی چوب کے سہارے سے جا لگی۔ اب باہر شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں۔ نقارے زور زور سے پیٹے جانے لگے۔ بولص نے کہا۔

معلوم ہوتا ہے کہ لشکر روانگی کیلئے تیار ہو گیا ہے۔ اب ہم سب کو اس خیمہ سے باہر چلے جانا چاہیئے۔ یہاں میرونہ۔ عرب دوشیزہ ارسوس اور میخائیل کو رہنے دو "

لشکر روانہ ہونے کے بعد ارسوس اپنے آدمیوں کی نگرانی میں ان لڑکیوں کو لیکر قلعہ دمشوار کی جانب روانہ ہو جائیں۔

یہ کہتے ہی بولص اٹھ کھڑا ہوا۔ اسکے ساتھ ہی سب لوگ اٹھے۔ یہ سب معہ میرونہ کے خیمے سے باہر چلے گئے۔ اور خیمہ میں صرف لبنیٰ ہی رہ گئی، تنہائی ہونے سے وہ گذشتہ واقعات پر غور کرنے لگی۔

خیمے سے باہر نکلتے ہی بولص اور اسکے ساتھ والوں نے دیکھا کہ تمام لشکر روانہ ہونے پر تیار ہے خیمے جھولداریاں اور سائبان وغیرہ باربرداری میں لاد کر روانہ کر دیئے ہیں۔

ابھی تھوڑی دیر پہلے جو میدان خیموں کا شہر معلوم ہوتا تھا اب ویران نظر آنے لگا۔ تھا، پیادے سب آگے سواروں کے پیچھے دور تک میلوں تک پھیلے ہوئے کھڑے تھے۔

عیسائیوں کے سیکڑوں علم ہوا میں لہرا رہے تھے۔ نقارے نہایت زور شور سے بجائے جا رہے تھے۔ بولص اور اسکے ہمراہیوں کیلئے زین کسے گھوڑے کھڑے تھے۔

بولص فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اسکے بعد پادری اور معزز عیسائی سوار ہو گئے۔ بولص نے ارسوس سے کہا۔

دیکھو نہایت ہوشیاری اور حفاظت سے ان دونوں لڑکیوں کو لیکر قلعہ دمشوار میں چلے جانا، مسلمانوں سے بچے رہنا، وہ اکثر اچانک اسوقت آجاتے ہیں جبکہ انکے آنیکا وہم و گمان تک نہیں ہوتا۔

ارسوس مسکرایا۔ اس نے کہا۔ آپ مطمئن رہیں مسلمان مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ بولص معہ پادریوں اور معزز عیسائیوں کے چلا گیا۔ وہ اپنے لشکر میں پہنچا۔ اس نے

لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔

ٹڈی دل لشکر روانہ ہونا شروع ہوا۔ لاکھوں کی تعداد میں لشکر تھا۔ میلوں لمبے اور چوڑے میدان میں پھیلا ہوا تھا۔ پیادے کی پہلی صف قومی نعروں کو بلند کرتے ہوئے روانہ ہوئی۔

اس کے بعد دوسری پھر تیسری۔ غرضیکہ اسی طرح سے تمام صفوں نے حرکت شروع کی۔ سب سے آخری صف تقریباً ایک گھنٹہ میں روانہ ہوئی۔ اسوقت آفتاب بہت زیادہ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی۔ عیسائی سپاہی اور سواروں کی زرق برق وردیاں ان کے صیقل کئے ہوئے ہتھیار۔ افسروں کی ریشمین پوشاکیں۔ بادشاہوں کی سنہری کلغیاں اور زیورات دھوپ میں چمک رہے تھے۔

یہ لشکر نہایت شان اور دبدبہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے بلند ہونے والے غبار نے اس لشکر کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔ جب عظیم الشان لشکر میرونہ ارسوس اور میخائیل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ تو ارسوس نے میرونہ سے کہا۔

مہ جبین شہزادی! میں اور میخائیل تیار ہو کر آتے ہیں اتنے میں تم بھی تیار ہو جاؤ۔

میرونہ نے کہا۔ میں تیار ہوں آپ تیار ہو کر آ جائیے۔

ارسوس اور میخائیل جنوب کی طرف روانہ ہوئے میرونہ کو اسوقت تمام میدان خالی نظر آ رہا تھا۔ صرف مشرق کیطرف وہ غبار اڑتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ جو لشکر اپنے پیچھے چھوڑتا چلا جا رہا تھا۔

لیکن جب میرونہ نے جنوب کیطرف دیکھا تو اسے چند خیمے اور چھولداریاں کھڑی نظر آئیں۔ میرونہ سمجھ گئی کہ یہ مختصر لشکر ارسوس والئی دہشوار کا ہے۔

اب میرونہ واپس لوٹ کر خیمہ کے اندر داخل ہوئی۔ خیمہ میں تنہا لبنیٰ تھی وہ اب تک چوب کے سہارے لگی ہوئی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ اسکی مست سیاہ اور نشیلی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔ جو اسکے منور عارض پر بہہ کر بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ نور کی لہریں حسن کے میدان میں بہہ رہی ہوں۔

میرونہ اسکے قریب پہنچی اس نے حور وش کو روتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایک منٹ تو اسے دیکھتی رہی۔ خیال ہوتا تھا کہ میرونہ کا پتھر جیسا دل لبنیٰ کے رونے سے پسیج جائے گا۔ مگر اس سنگدل نے نہ اسے تسلی دی اور نہ اس سے اظہار ہمدردی کیا۔

وہ آگے بڑھی۔ لبنیٰ نے اسے روک کر بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ میرونہ!... ستم زدہ لڑکی کا گلا بھر آیا۔ وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ میرونہ رک گئی۔

میرونہ نے دریافت کیا۔ "کیا کہتی ہو؟"

لبنیٰ اس کے قریب پہنچی اس نے کہا۔ کیا ریاض قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جائیگا؟

سنگدل میرونہ نے بلا اس بات کا خیال کئے ہوئے کہ اس کا جواب شکستہ دل لڑکی کے دل کے ٹکڑے کر دیگا۔ جواب دیا۔ یقیناً۔

لبنیٰ سہم گئی۔ دفور رنج و قلق سے اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا۔ اسکا چہرہ بالکل سفید ہو گیا۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے غم و افسوس کا اظہار ہونے لگا، اسکے لب کانپنے لگے اس نے رنج و غم ضبط کرنے کیلئے اپنے نازک عنابی لبوں کو اپنے موتی جیسے چھوٹے اور سفید دانتوں سے دبا لیا۔ میرونہ اسکی یہ کیفیت نہایت غور اور دلی مسرت سے دیکھتی رہی گویا وہ لبنیٰ کو جس قدر غم آلود دیکھتی اسی قدر مسرور ہوتی تھی۔

تھوڑی سی دیر کے بعد لبنیٰ نے پھر کہا۔ میرونہ ستم زدوں پر احسان کرو۔ ریاض کو بچا لو!

میرونہ نے ایسی نظروں سے جن سے حسد اور غصے کی مخلوط جھلک پائی جاتی تھی۔ لبنیٰ کو دیکھ کر کہا۔ گویا اسلئے ریاض کو بچا لوں کہ وہ تم پر فریفتہ ہے۔

لبنیٰ نے شرمیلی مگر غمزدہ نظروں سے جفا پرور میرونہ کو دیکھ کر کہا نہیں بلکہ اس لئے کہ تم اس پر فریفتہ ہو۔

میرونہ نے بیساختگی کے ساتھ کہا بیشک اس پر فریفتہ تھی۔ مگر اب نہیں۔

"لبنیٰ۔ کیوں؟"

میرونہ۔ اس لئے کہ وہ تم پر شیفتہ ہے تمہارا فدائی ہے۔ تمام دنیا کی لڑکیوں سے تم کو زیادہ حسین سمجھتا ہے۔

بنوا: اگر تم چاہو تو اسے بچا سکتی ہو۔

میرونہ: ہاں۔ بچا سکتی ہوں۔ بولص کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ میں اس سے کہوں اور وہ ریاض کو معاف نہ کر دے۔"

لبنیٰ نے عاجزانہ انداز سے کہا: "خدا کیلئے اسے بچا لو۔"

میرونہ نے ترش روئی سے جواب دیا: "میں کبھی اسے نہ بچاؤنگی! بیوقوف لڑکی سن! مجھے اس سے محبت ہو گئی تھی۔ لیکن جس قدر محبت ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ اب نفرت ہو گئی ہے۔

لبنیٰ کے آنسو برابر جاری تھے۔ غمزدہ لڑکی رو رہی تھی۔ بڑھتے ہوئے غم کی وجہ سے سسکیاں بھر رہی تھی۔ غم کرتے کرتے اور روتے روتے اسکی حالت خراب ہو گئی تھی کہ سنگدل سے سنگدل کو بھی اس پر رحم آ جاتا لیکن رحم نہ آیا۔ تو میرونہ کو۔

لبنیٰ نے انتہائی عاجزی سے کہا۔ میرونہ! اس قدر سنگدل نہ بنو مجھ پر نہیں تو اس پر رحم کرو۔ جس کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو گئی تھی۔

میرونہ نے خفگی کے لہجہ میں کہا بیوقوف نہ بنو تم عیسائی لڑکیوں سے واقف نہیں ہو۔ جب ہمیں کسی سے نفرت ہو جاتی ہے تو ہم اس کے لئے نہایت خطرناک ہو جاتی ہیں۔

لبنیٰ اس کے سامنے دوزانو کھڑی ہو گئی۔ اس نے اپنے نازک ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا شہزادی صاحبہ غصہ تھوک دو۔ ایک عربی لڑکی پر احسان کرو۔

سنگدل میرونہ نے غصہ بھری نظروں سے سہم زدہ لبنیٰ کو دیکھا اس نے اس کا ہاتھ جھٹک کر غصہ سے زمین پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔ کم بخت لڑکی دور ہو جاؤ میں ریاض کو اپنے سامنے بھینٹ چڑھتا ہوا دیکھوں گی

لبنیٰ نے اس کے غصہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اسکے پاؤں پکڑتے ہوئے کہا۔ آہ رحم کرو! رحم!! میرونہ نے اسے غیظ بھری نظروں سے دیکھا پھر دھیمی ہوئی اور اس نے کسی قدر نرم لہجہ میں کہا۔ اچھا اے عربی لڑکی اٹھ

لبنیٰ کی جان میں جان آئی۔ جس طرح سے ایک ڈوبنے والے انسان کو کوئی ساحل

پر کھڑا ہو کر کہہ دے کہ منبھل میں آرہا ہوں۔ خواہ وہ اس تک پہنچ ہی نہ سکے۔ لیکن ڈوبنے والے کو قدرے سہارا مل جاتا ہے۔ اسی طرح سے لبنیٰ کو سہارا ملا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اس نے اپنے ریشمیں آنچل سے آنسو پونچھے، میرونہ نے کہا۔ کیا تو چاہتی ہے۔ کہ میں ریاض کو بچالوں لبنیٰ نے عاجزی سے کہا۔ ہاں میری یہی تمنا ہے!"

میرونہ! اس کی صرف ایک ہی تدبیر ہے۔

لبنیٰ۔ کیا؟

میرونہ۔ اول تو اقرار کرو کہ تم اس سے کوئی سروکار نہ رکھو گی۔ اور ہمیشہ کے لئے اس سے دستبردار ہو جاؤ گی۔

یہ سنکر لبنیٰ کے کلیجہ پر ایک گھونسہ لگا لیکن فوراً ہی اس نے سوچا کہ ریاض کی زندگی کیلئے وہ خود مصائب اٹھائے گی۔ اس نے استقلال بھرے لہجہ میں کہا مجھے منظور ہے۔

میرونہ۔ دوسرے تمہیں عیسائی مذہب اختیار کرنا ہو گا۔

لبنیٰ کی امید ٹوٹ گئی۔ اس کے چہرے پر جو خفیف سی مسرت کی جھلک نمودار ہوئی تھی۔ وہ غائب ہو گئی۔ وہ پیکر مجسمہ غم بن گئی۔ اس نے غمگین ہو کر اپنا نازک سر جھکالیا میرونہ نے دریافت کیا۔ بولو یہ بھی منظور ہے۔

لبنیٰ نے آہستہ آہستہ سر اٹھایا۔ اس نے کہا یہ منظور نہیں ہے۔

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ بس تو ریاض کو نہیں بچایا جا سکتا۔

لبنیٰ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا۔ اس نے خیمہ کی چھت کیطرف دیکھا۔ گویا وہ سب طرف سے مایوس ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ جو انتہائی غم اور انتہائی بیکسی میں کام آتا ہے۔ وہ خدا ہے۔ اس نے نیلی چھت والے کیطرف دیکھا۔ کاش وہ اس سنگدل پیکر جفا لڑکی کی خوشامد کرنے کی بجائے پہلے ہی اس سے جو بیکسوں کا حامی ہمہ زور دل کا یاور۔ اور سب کی بگڑی کا کھیون ہار ہے۔ لیکن جب تک انسان یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص کے ذریعہ سے کام ہو سکتا ہے اسوقت تک اپنی کوشش دوسروں کی بیجا خوشامد میں صرف کرتا ہے۔ جب وہ ہر طرف سے ناامید ہو جاتا ہے تو اس آخری سہارے

کی طرف دیکھا اس سے لو لگاتا اور اس کے سامنے گڑگڑاتا ہے۔ دنیا اور دنیا والوں کا یہی دستور ہے۔ خدا کی طرف دیکھتے ہی لبنیٰ کو ڈھارس سی ہو گئی۔ اسے یقین ہو گیا کہ کوئی غیبی طاقت اس کی اور ریاض کی امداد کرے گی۔ اس نے آنسو پونچھ ڈالے۔ تھوڑی دیر کے بعد میخائیل اور ارسوس خیمہ میں داخل ہو گئے۔ ارسوس پیکر حسن لبنیٰ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ لبنیٰ نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ ارسوس نے قریب آ کر کہا۔ میرا ارادہ ابھی روانہ ہونے کا نہیں ہے میں دو چار روز اور اس جگہ ٹھہروں گا۔ لبنیٰ کو نہیں لیکن میرونہ کو یہ سُن کر حیرت ہوئی اس نے دریافت کیا۔ آپ کیوں ٹھہرنا چاہتے ہیں۔ ارسوس نے کہا۔ میری مرضی! میرونہ حسرت سے اسے دیکھنے لگی۔

٭ناظرین کرام اگر آپ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے مجاہدانہ کارنامے اور ساتھ ہی تاریخ کا مکمل حال مع حسن و عشق کی دلچسپ داستان کے پڑھنا چاہتے ہیں اسی ناول کا دوسرا حصہ ”بہادر دلہن“ ملاحظہ فرمائیں۔

بہادر دولہن

(عرب کا چاند دوسرا حصہ)

مصنفہ

مورخ اسلام مولانا صادق حسین صدیقی سردھنوی

جس میں

اسلامی سرفروشوں کے جنگی کارنامے پیش کرتے ہوئے
بیس ہزار مسلمانوں سے تینتس لاکھ عیسائیوں کی جنگ
مسلم خواتین کے بے نظیر واقعات شجاعت دکھائے گئے ہیں

قیمت اس حصہ کی
دو روپیہ آٹھ آنے

صادق صدیقی اکیڈمی بمبئی ۸ — مطبوعہ: خواجہ پریس دہلی ۶

پہلا باب

چاہ کندہ را چاہ در پیش

عیسائی لشکر نہایت شان و شکوہ سے کوچ کر رہا تھا۔ وہ جس طرف سے ہو کر گزرتا تھا۔ اس طرف کی زراعت کو ایسا روند ڈالتا تھا۔ اور کھیت ایسے چٹیل میدان ہو جاتے تھے۔ گویا ان میں کاشت ہی نہیں کی گئی تھی۔

لشکر گزر جانے کے بعد جب غریب کاشتکار اپنے ویران کھیت کو دیکھتے تو بیچارے سر پکڑ کر رہ جاتے تھے۔ وہ بد دعا دیتے تھے کہ اسے خداوند عالم اس لشکر کو پھر اس طرف نہ لائیو۔

ایک شب اس لشکر نے دمشوار کے قریب قیام کیا۔ اور دوسرے دن آفتاب طلوع ہوتے ہی پھر روانہ ہوا۔ شام کے وقت وہ اس میدان میں پہنچا۔ جس جگہ مسلمان فروکش تھے اور کچھ عیسائی لشکر پہلے جا کر خیمہ زن ہو گیا تھا۔ مسیحی لشکر بڑے تزک و احتشام کے ساتھ آ رہا تھا۔ چند ایک سر برآوردہ مسلمان اپنے لشکر کے قریب ایک بلند ٹیلہ پر چڑھ کر عیسائی لشکر کی آمد کا تماشا دیکھنے لگے:

اس وقت آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر چکا تھا۔ دھوپ کی سفید رنگت زردی میں تبدیل ہو گئی تھی۔ وقت نہایت خوشگوار ہو گیا تھا۔

اگرچہ مسلمانوں کا لشکر عیسائی لشکر سے کئی میل کے فاصلہ پر خیمہ زن تھا لیکن مسیحی لشکر نعرے لگاتا، طبل جنگ بجاتا، نرسنگھے پھونکتا ہوا اس دھوم سے آ رہا تھا کہ زمین ہل رہی تھی۔ فضا تھرا رہی تھی۔ مسلمانوں تک انکے نعروں اور طبل جنگ وغیرہ کی آوازیں آ رہی تھیں جو مسلمان ٹیلے پر چڑھے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت خالدؓ، عمروؓ، ضرارؓ، عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ

عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور چند سر بر آوردہ عرب تھے۔

ان لوگوں نے دیکھا کہ حدنگاہ تک شمالاً جنوباً عیسائی لشکر پھیلا ہوا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے افق مغرب میں مسیحی لشکر پیدا ہو کر آ رہا ہے۔ یہ لشکر آ کر وسیع میدان میں خیمہ زن ہو رہا تھا۔ دن چھپنے تک برابر لشکر کی آمد جاری رہی۔

جب آفتاب غروب ہو گیا اور مسیحی لشکر آتا ہی گیا تب مسلمان ٹیلہ سے نیچے اتر آئے انھوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ عیسائی لشکر آفتاب غروب ہونے کے تین گھنٹے بعد تک آتا رہا۔

اگرچہ قمری مہینے کی وسطی تاریخیں تھیں۔ چاند اپنی پوری آب و تاب سے نکل آیا تھا۔

چاندنی نے ہر طرف کھیت کر لیا تھا۔ مگر لشکر کی آمد کی وجہ سے گرد و غبار اسقدر اڑ رہا تھا کہ فضا پر گرد کی ایسی تہہ جم گئی تھی۔ جس نے چاندنی کو زمین پر آنے سے روک دیا تھا۔

جب سارا لشکر آ گیا تو اس نے وسیع میدان کو ہر طرف سے ڈھک لیا تھا۔ خیمے جلد جلد نصب کر دیئے گئے۔ چھولداریاں اور سائبان گاڑ دیئے گئے۔ دم کے دم میں میدان خیموں کا شہر نظر آنے لگا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے لشکر سے چھ میل پیچھے ہٹ کر اپنا کیمپ ڈالا تھا۔

مسلمانوں اور مسیحیوں میں صرف چھ میل کا فاصلہ تھا۔ یوں تو یہ میدان ہر طرف سے کھلا تھا لیکن جگہ جگہ ایک ایک دو دو فرلانگ کے فاصلے پر چھوٹے بڑے ہزاروں ٹیلے تھے۔

میدان میں اکثر جگہ اور بعض بعض ٹیلوں پر درخت یا درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔

مسیحی لشکر نے شب بھر آرام کیا۔ دوسرے دن بھی مسیحی میدان کارزار میں نہ نکلے۔ گویا وہ دو دن متواتر سفر کرنے سے اسقدر تھک گئے تھے کہ دو چار دن آرام کئے بغیر تکان سفر دور نہ ہو سکتی تھی۔ تیسرے دن بولص گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور چند والیان ملک کی معیت میں اپنے لشکر سے نکل کر اسلامی لشکر کی طرف چلا!!

اس نے میدان کو دیکھا۔ تمام میدان سبزہ زار تھا وہ دو میل چل کر ایک اونچے ٹیلہ پر چڑھ گیا۔ یہاں سے اس نے اسلامی لشکر کو دیکھا۔ اگرچہ اسلامی لشکر کھل کر پڑا ہوا تھا لیکن اس کی تعداد ہی کیا تھی۔ صرف بیس ہزار نفوس۔ عیسائی لشکر کے مقابلہ میں اس کی

کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

بولص نے اس مختصر لشکر کو نظر حقارت سے دیکھا۔ اس نے کہا واہ واہ صرف اس قدر لشکر پر مسلمانوں کو ناز ہے؟

علیف نوبہ کے بادشاہ نے کہا۔ اسی مختصر لشکر نے دنیا کو زیروزبر کر دیا ہے۔ ملک شام انھوں نے فتح کر لیا ہے۔ ہرقل اعظم کی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایران پر انھوں نے قبضہ کر لیا۔ کیانی سلطنت کی بیخ تک اکھاڑ دی ہیں نے یہ کہیں نہیں سنا کہ اسلامی لشکر کی تعداد کسی معرکہ میں ایک لاکھ تو کیا پچاس ہزار بھی نہیں ہوئی حالاں کہ مسیحی اور مجوسی بڑی بڑی جمعیت سے حملہ آور ہوئے۔

معرکہ قادسیہ میں مسلمان صرف تیس ہزار تھے اور ایرانی کئی لاکھ۔ یرموک میں مسلمان صرف ستر ہزار تھے اور مسیحی دس لاکھ۔ انطاکیہ میں مسلمان ستائیس ہزار تھے اور مسیحی گیارہ لاکھ لیکن ہمیشہ مسلمان ہی فتحیاب ہو گئے۔

بولص نے جبیں بجبیں ہو کر کہا۔ واہیات ہے مسلمان انسان ہیں یا جن ہیں چونکہ آج مسلمانوں میں جوش ہے اسلئے کہ ایک مسیحی شاید ایک مسلمان کا مقابلہ نہ کر سکے۔ مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ دو مسیحی ایک مسلمان کا بھی مقابلہ نہ کر سکیں۔ تم دیکھو گے کہ میں کس قدر جلد ان مسلمانوں کو نیست و نابود کرتا ہوں۔

قیطارس نے کہا۔ حضرت مسیح ایسا ہی کریں۔

اب لوگ ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ اور اپنے لشکر کی طرف واپس لوٹے راستہ میں مکسوح بجاوت کے بادشاہ نے کہا۔ اس اسلامی لشکر کا یہ سالار خالدؓ بن ولید ہے سنا ہے کہ وہ بڑا بہادر ہے۔ اور اس نے بڑے بڑے معرکے فتح کئے ہیں مسلمانوں کو اس پر بڑا ناز ہے اگر کسی طرح قابو میں آجائے تو شاید مسلمان شکست کھا کر بھاگ جائیں۔

بولص نے کہا۔ اس کا قابو میں آنا کونسی بڑی بات ہے میں نے ایک تجویز اسے قید کرنے یا مار ڈالنے کی سوچ لی ہے۔

مکسوح نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا کیا؟

بولس۔ کل میں صبح سویرے چند ٹیلوں کے گرد کچھ دلیر عیسائیوں کو چھپا دوں گا۔ اور قاصد بھیجکر حضرت خالدؓ کو طلب کروں گا۔ جب وہ آجائے تو اچانک اس پر حملہ کردونگا مجھے حملہ آور ہوتے دیکھ کر میرے جانباز سپاہی میری امداد کیلئے دوڑ آئیں گے۔ اسوقت میں یا تو اسے گرفتار کر لونگا یا قتل کر ڈالوں گا۔

مکسوح نے خوش ہو کر کہا۔ نہایت معقول تجویز ہے!

علیف نے فرط مسرت سے قہقہہ لگا کر کہا۔ نہایت عمدہ تجویز ہے۔ اس طرح ہم خالدؓ کو جو مسلمانوں کا شجاع ترین فرد ہے۔ ضرور گرفتار کر لیں گے۔

مکسوح۔ میں سمجھتا تھا کہ چھوٹے آدمی تجاویز سوچ کر بڑے آدمیوں کو بتاتے ہیں بڑے ان پر عمل کرتے ہیں کامیاب ہوتے ہیں چھوٹے آدمیوں کو کوئی نہیں پوچھتا۔ مگر آج معلوم ہوا کہ میرا خیال غلط تھا۔ تجاویز بھی بڑے آدمی ہی سوچتے ہیں اور عمل بھی بڑے آدمی ہی کرتے ہیں اس لئے نام بھی ان کا ہی ہوتا ہے۔

علیف۔ ہمارے بادشاہ بولس نہایت ذہین بڑے تیز فہم اور بکمال دوراندیش ہیں جو بات سوچتے ہیں لاجواب اور اچھی ہوتی ہے میں تو ان کی ہر بات کو آسمانی وحی کیطرح سمجھتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔

بولس اپنی تعریف سن سن کر خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ گویا اس نے اپنے خیال میں اپنی تجویز پر عملدرآمد بھی کر لیا تھا۔ خالدؓ سپہ سالار عساکر اسلامیہ کو گرفتار بھی کر لیا تھا۔ اس نے کہا۔ بات تو وہی سوچنی چاہیئے۔ جو کہ کبھی بیٹ ہی نہ پڑے۔

مکسوح۔ بیشک آپ کی کبھی تجویز بیکار نہ گئی۔

پطرس بولس کا چھوٹا بھائی تھا۔ جو کہ انکے ہمراہ تھا علیف نے اس سے کہا۔ آپ خاموش ہیں آپ نے اپنی رائے کا اظہار نہیں فرمایا۔

پطرس نے متانت بھرے لہجہ میں کہا۔ اور میری رائے کیا۔

علیف۔ واہ واہ آپ کی رائے کیوں کچھ نہیں۔ آپ بادشاہ بولس کے بھائی ہیں ذی فہم اور مدبر ہیں آپ بھی اپنی رائے کا اظہار فرمائیے۔

پطرس نے کہا میں اس تجویز کی موافقت نہیں کر سکتا۔
بولص نے حیرت انگیز نظروں سے اس کو دیکھ کر کہا ہائیں تم اس مفید تجویز کی موافقت نہیں کرتے؟ کس وجہ سے۔

پطرس۔ جناب عالی عرب نہایت ہوشیار اور تجربہ کار ہیں وہ ہر معاملہ کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مبادا یہ تجویز برعکس نہ پڑے۔

بولص۔ گویا تم یہ سمجھتے ہو کہ عرب میری اس کارروائی کو بھانپ لیں گے۔

پطرس۔ جی ہاں۔

بولص۔ تم غلطی پر ہو۔ میں ایسا طریقہ اختیار کروں گا کہ ان کو ذرا بھی شک و شبہ نہ ہوگا

پطرس۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے۔

بولص۔ بالکل اندیشہ نہ کرو میں پورے دو دو سو آدمی ٹیلوں کی آڑ میں چھپا اور تمام لشکر کو پہلے ہی مسلح کر دوں گا اول تو وہ دو دو سو آدمی ہی کافی ہوں گے اور اگر کسی وجہ سے میں سمجھوں گا کہ کامیابی کی امید نہیں۔ تو لشکر کو اشارہ کر دوں گا۔ سب یکدم حملہ کر کے خالد کو جا دبوچیں گے۔

پطرس۔ خدا ایسا ہی کرے۔

بولص۔ ایسا ہی ہوگا تم اطمینان رکھو۔

اب یہ لوگ لشکر کے قریب پہنچ گئے تھے۔ بولص نے کہا۔
دیکھو ہمارے لشکر میں عربوں کے سراغرساں موجود ہیں اس امر کی احتیاط رکھو کہ کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے ہمارا راز طشت ازبام ہو جائے۔
جو تجویز آج سوچی گئی ہے اس کا کسی سے تذکرہ نہ کرنا اور صبح ہی لشکر کو مسلح کر کے میدان میں لے آنا۔

مکسوح نے کہا۔ بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔
لشکر میں پہنچ کر یہ تمام الگ الگ ہو گئے انکا لشکر بھی علیحدہ علیحدہ خیمہ زن تھا سب اپنے اپنے خیموں پر چلے گئے۔ رات سب نے آرام سے گذار دی۔

صبح ہوتے ہی بولص نے دو سو آدمیوں کو منتخب کر کے ٹیلوں کے پیچھے چھپنے کیلئے بھیج دیا۔ جب وہ لوگ صبح کے جھٹپٹے وقت میں ٹیلوں کے پیچھے جا چھپے تو بولص نے طبل جنگ بجوایا۔

تمام عیسائی لشکر میں ہلچل شروع ہوگئی۔ جس طرح ساکن سمندر میں طوفان کے وقت لہریں اٹھ کر سمندر میں تلاطم کر دیتی ہیں اسیطرح عیسائی کیمپ میں پیادوں اور سواروں کی آمد و رفت سے طوفان سا آگیا۔

دیر تک دستوں پر دستے میدان کارزار کو روانہ ہوتے رہے جب آخری دستہ بھی روانہ ہوگیا۔ تو بولص قالب لشکر میں جا کھڑا ہوا۔ اس کے چاروں طرف اسکے حاجب اور دوسرے ممالک کے بادشاہ تھے۔

اس نے مکسوح سے کہا۔

میں اب اپنی تجویز پر عمل کرنے کیلئے جاتا ہوں۔ تم میدان کارزار کیطرف دیکھتے رہنا! جب میں اشارہ کروں فوراً لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیدینا اور بہت جلد میرے پاس پہنچ جانا!

مکسوح نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص ایک آدمی کو اپنے ہمراہ لے کر چلا۔ چونکہ لشکر دور تک پھیلا ہوا تھا اور تمام کا تمام مسلح تھا۔ اس لئے وہ اسقدر ٹڈی دل لشکر کو دیکھ کر بیحد مسرور ہوا۔

اس نے فخر و غرور کے لہجہ میں آہستہ سے کہا۔ اس عظیم الشان لشکر کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کیا ہستی ہے یقیناً وہ تمام کے تمام پیس ڈالے جائیں گے۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر لشکر سے نکلا اسوقت آفتاب کسی قدر اونچا ہوگیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی۔ اس نے افق تک اسلامی لشکر کو صف بستہ ہوتے دیکھا۔ انکے خود زرہ بکتر اور ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے مگر وہ اسقدر دور تھے کہ انکی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ بولص نے گھوڑے کو تیز کر دیا۔ اس کا ایک ساتھی اس کے جلو میں تھا۔

جب وہ ایک میل سے زیادہ دور نکل گیا تو اس نے اپنے آدمیوں کو ٹیلوں کی آڑ میں چھپے ہوئے دیکھا۔

وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اس نے ان سے کہا۔ دیکھو جسوقت میں یا میرا مصاحب

تم کو اشارہ کریں تو فوراً دوڑے چلے آنا۔ اور جو مسلمان بھی ہمارے پاس ہو اسے مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا۔

ان آدمیوں پر ایک افسر تھا۔ اس افسر نے کہا۔

عالی جاہ ایسا ہی ہوگا۔

اب بولص ایک فرلانگ اور آگے بڑھا۔ مگر اسلامی لشکر اب بھی ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر تھا۔ لیکن چونکہ وہ بالکل سامنے تھا۔ کوئی اور چیز انکے درمیان میں حائل نہ تھی۔ اسلیئے وہ صاف نظر آنے لگا تھا۔

بولص یہاں آکر رک گیا۔ اور اس نے اپنے مصاحب سے کہا تم اسلامی لشکر کے قریب جاؤ۔ اور ان سے کہو کہ تمہارے سردار کو ہمارا بادشاہ کچھ گفتگو کرنے کے لئے بلاتا ہے۔

مصاحب نے بہت بہتر کہا۔ اور گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔ وہ بہت جلد اسلامی لشکر کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کے طبل جنگ کی آواز سن لی تھی۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ آج مسیحی لڑنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی صف بستہ ہو گئے۔ انھوں نے دور سے ہی دو عیسائیوں کو آتے ہوئے دیکھا۔

ایک عیسائی رک گیا تھا۔ دوسرا اسلامی لشکر کے قریب آگیا تھا۔ رکنے والا عیسائی بولص تھا۔ اور آنے والا اس کا مصاحب تھا۔

مصاحب مسلمانوں کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر کانپ گیا۔ عام مسلمانوں کی لمبی لمبی داڑھیاں تھیں۔

وہ زرہ بکتر کے اوپر ڈھیلے ڈھالے ڈھیلی آستینوں والے قبا پہنے تھے۔ بڑے بڑے گھیر دار پائجامے تھے۔ سروں پر خود۔ خودوں پر عمامے اور عماموں پر ایک ایک رومال باندھ کر دونوں طرف کانوں کے پاس رومال کے گوشے لٹکا رکھے تھے۔

یہ ان کا قومی لباس تھا۔ ان کے اس لباس کا غیر مسلموں کے اوپر بڑا رعب پڑتا تھا

چنانچہ عربوں کی یہ ہیئت کذائی دیکھ کر مصاحب بھی مرعوب ہو گیا۔

تھوڑی دیر وہ سکتہ کے عالم میں کھڑا رہا۔ جب ذرا ان کے حواس بجا ہوئے تو اس نے کہا۔ مسلمانو! میں سفیر ہوں۔ مجھے میرے بادشاہ نے بھیجا ہے۔ وہ تمہارے سردار سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

خالدؓ۔ ضرارؓ۔ عمروؓ۔ عبدالرحمٰنؓ۔ مقدادؓ اور کئی اور سردار ایک ہی جگہ کھڑے تھے انہوں نے مصاحب کی آواز سنی!

حضرت خالدؓ نے کہا۔ عیسائیوں کا بادشاہ مجھے بلاتا ہے چل کے دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔

ضرارؓ نے کہا آپ اس لشکر کے سالار اعظم ہیں آپ کا جانا مناسب نہیں ہم میں سے کسی کو روانہ کر دیجیے۔

مقدادؓ نے کہا۔ کوئی صاحب اس سفارت پر نہ جائیں میں جاؤں گا دیکھوں سگ نصرانی کیا کہتا ہے۔

خالدؓ نے کہا۔ لیکن مجھے بلا رہا ہے مجھے ہی جانا چاہئے۔

عمروؓ بن العاص فاتح مصر نے کہا۔ آپکا جانا کسی طرح مناسب نہیں مقدادؓ ہی کو روانہ کر دیجئے۔

خالدؓ نے کہا۔ اچھا مقدادؓ تم جاؤ سنو وہ کیا کہتا ہے اسے نرمی سے دعوت اسلام دینا۔ ممکن ہے کہ خدا اسے مسلمان کر دے۔

مقدادؓ نے کہا میں انتہائی نرمی سے گفتگو کروں گا آپ اطمینان رکھئے۔

مقدادؓ نے گھوڑا بڑھایا۔ وہ لشکر سے نکل کر بولص کے مصاحب کے قریب پہنچے مصاحب نے ان سے دریافت کیا۔

کیا تم اسلامی لشکر کے سردار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا۔ ایک دستہ کا میں بھی سردار ہوں۔

مصاحب۔ لیکن ہمارے بادشاہ نے تمہارے سپہ سالار کو طلب کیا ہے۔

مقدادؓ۔ تمہارا بادشاہ جو کچھ دریافت کرے گا میں جواب دوں گا۔

چونکہ مصاحب کو بولص کی تجویز کی کچھ خبر نہ تھی اس لئے اس نے کہا اچھا آپ ہی تشریف

سے چلئے۔

مقدادؓ اور مصاحب گھوڑوں کو تیز دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے۔ تمام مسلمانوں نے میدان کارزار کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

مقدادؓ بہت جلد بولص کے پاس پہنچ گئے۔ بولص نے انہیں دیکھتے ہی دریافت کیا۔ تم ہی اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہو؟

مقدادؓ نے جواب دیا میں سپہ سالار نہیں ہوں مجھے مسلمانوں نے آپ سے گفتگو کرنے کیلئے بھیجا ہے۔

بولص، لیکن میں نے سپہ سالار کو بلایا تھا۔

مقدادؓ۔ آپ کو جو سوال کرنا ہے مجھ سے کیجئے۔ انشاء اللہ العزیز میں معقول جواب دونگا۔

بولص: میں بجز تمہارے سپہ سالار کے اور کسی سے بات کرنا بھی نہیں چاہتا اگر وہ مجھ سے ڈرتا ہے تو میں اپنے ہتھیار رکھے دیتا ہوں۔ اس سے کہو کہ میں غیر مسلح ہو گیا ہوں وہ بیخوف وخطر میرے پاس چلا آئے۔

مقدادؓ اسکی تسلی آمیز گفتگو سُن کر ہنسے اور انھوں نے کہا تیری گفتگو سے مکروفریب کی بو آتی ہے۔ تیری صورت سے عیاری ٹپکتی ہے تو کوئی فریب دینا چاہتا ہے۔ اور ہمارے سردار پر بزدلی کی پھبتی اڑا رہا ہے۔

مگر تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا سردار بزدل نہیں ہے۔ وہ تجھ جیسے نٹو کیا ایک ہزار آدمیوں کیلئے کافی ہے۔

اگرچہ بولص کو مقدادؓ کی گفتگو ناگوار گذری اور اسکے جی میں آیا کہ وہ مقدادؓ پر حملہ کردے مگر فوراً اسے خیال آیا کہ اسطرح سے اسکی تجویز درہم ہو جائیگی۔ اور مسلمانوں کے سالار اعظم پر قابو حاصل نہ کر سکے گا۔

اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ جب تمہارا سردار ایسا بہادر ہے تو اس سے کہو کہ مجھ سے گفتگو کرنے کیلئے بیدھڑک چلا آئے۔

مقدادؓ نے کہا۔ ہمارے لشکر میں دو سردار ہیں ایک سردار مال، اور دوسرے سردار فوج

ہیں۔ تم کسے بلانا چاہتے ہو۔

بولص کو یہ خبر نہ تھی وہ فکر میں پڑ گیا۔ کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا میں اس سردار کو بلانا چاہتا ہوں جسکی بہادری کا عام شہرہ ہے۔ اور جس نے بڑے بڑے دلیروں کو مار ڈالا ہے ملک شام اور ایران کو فتح کر لیا ہے۔ مقداد رضؓ نے کہا۔ ان کا نام خالدؓ ہے۔۔۔۔۔

بولص نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ہاں میں خالدؓ کو ہی بلانا چاہتا ہوں۔ مقدادؓ واپس لوٹے۔ وہ گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر اسلامی لشکر کے قریب پہنچے۔

خالدؓ نے انکو واپس آتے ہوئے دیکھ کر عمروؓ بن العاص سے کہا۔ دیکھو مقداد واپس آ رہے ہیں۔ غالباً وہ دشمن خدا مجھے ہی بلاتا ہے۔

اس عرصہ میں مقداد انکے پاس پہنچ گئے حضرت خالدؓ نے استفسار فرمایا کہو کیا معاملہ ہے؟

مقدادؓ نے جواب دیا وہ سگ رومی آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔

حضرت خالدؓ نے متبسم انداز سے کہا۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اچھا میں ہی اس کے پاس جاؤں گا۔۔

حضرت ضرارؓ نے کہا آپ ہرگز نہ جایئے وہ آپ کے ساتھ کوئی نہ کوئی فریب کرنا چاہتا ہے

حضرت خالدؓ نے فرمایا اگر وہ فریب کرنا چاہتا ہے تو کرنے دو خدا میری مدد کریگا۔

یہ کہتے ہی انھوں نے گھوڑا بڑھایا۔ اور لشکر سے باہر نکل کر اپنے گھوڑے کو سرپٹ چھوڑ دیا۔

جب حضرت خالدؓ روانہ ہو گئے تو حضرت ضرارؓ نے کہا۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ نصرانی حضرت خالدؓ کے ساتھ فریب کرنا چاہتا ہے۔ اس کا فریب اسی کے اوپر الٹنے کے لئے جاتا ہوں۔ کون ہے جو میرے ہمراہ چلے گا؟

فوراً فضلؓ بن عباس۔ علیؓ بن عقیل۔ عبداللہؓ بن جعفر۔ عبداللہؓ بن عمرو بن العاصؓ عبداللہؓ بن طلحہ۔ عبداللہؓ بن مقداد اور سلیمان بن الخالد نے کہا ہم سب آپ کے ہمراہ چلیں گے ضرارؓ ننگے بدن صرف ایک تہبند باندھے ہوئے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار تھے انھوں نے گھوڑے کو بڑھایا۔ انکے پیچھے وہ لوگ چلے جنھوں نے انکے ساتھ چلنے کا اقرار کیا تھا۔

یہ لوگ معہ حضرت ضرار کے صرف آٹھ آدمی تھے وہ سب اسلامی لشکر سے کھیت کے ٹیلوں اور درختوں کے جھنڈ کی آڑ لیتے ہوئے اس جگہ کے قریب جہاں بولص کھڑا تھا پہنچ کر ایک بڑے ٹیلے کے پیچھے چھپ گئے۔

اس عرصہ میں حضرت خالدؓ بولص کے پاس پہنچ گئے تھے انھوں نے بولص کو دیکھا۔ وہ بادشاہ تھا۔ زرہ بکتر کے اوپر ریشمین لباس پہنے تھا جس کے حاشیوں پر سونے کے تاروں سے کشیدہ کڑھا ہوا تھا۔

کالر اور کفوں پر ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ خالص سونے کے بٹن لگے ہوئے تھے سر پر سونے کا تاج تھا۔ آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے اس کا لباس اور تاج بہت زیادہ چمک رہے تھے۔

بولص نے حضرت خالدؓ کو دیکھا۔ خالدؓ کسی قدر جسیم اور بارعب تھے۔ وہ انہیں دیکھکر قدرے خوفزدہ ہوا۔ اس نے کہا۔ کیا تمہارا ہی نام خالدؓ ہے؟

حضرت خالدؓ نے جواب دیا۔ ہاں میرا ہی نام خالدؓ ہے۔

بولص نے کہا۔ معزز سردار ٹھنڈے دل سے وہ سنو جو میں کہوں۔ ایک وقت تھا کہ جب ہم وحشی تھے۔ تمہارے وحشیاپن کو دنیا جانتی تھی۔ تم آپسمیں لڑتے تھے بیٹیوں کو نہ صرف مار ڈالتے تھے بلکہ انکو زندہ ہی دفن کر دیتے تھے۔ جو کے مرتے تھے۔ آج تم کس قدر مہذب ہو گئے ہو۔ تم نے قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں الٹ دی ہیں نعمتیں کھا کھا کر موٹے ہو گئے ہو تم نے ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کو مار ڈالا ہے۔ تمہارے منہ کو خون لگ گیا ہے۔

اب تم ہم پر چڑھ آئے ہو۔ میں تمکو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم خیریت سے اپنے وطن چلے جاؤ۔ ورنہ سب کے سب اسی میدان میں کھیت رہو گے۔ بولص خاموش ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ایک وقت تھا جب ہم ایسے ہی تھے جیسا کہ تمنے کہا ہے ہم بالکل وحشی تھے نا خدا ترس تھے۔ بت پرست تھے۔ ہم نے خدا کو چھوڑ دیا تھا۔ اور خدا نے ہم کو چھوڑ دیا تھا۔

آئے دن ہم پر قحط سالی کی بلا نازل رہتی تھی۔ آپسمیں لڑتے تھے۔ دختر کشی کرتے تھے۔ جب خداوند عزاسمہ کو ہم پر رحم آیا اسنے ہماری ہدایت کیلئے اپنا پیارا نبی حضرت محمد صلعم

بھیجا۔ اس مقدس ہستی نے ہمکو خاک سے پاک کردیا پیتل سے کندن بنا دیا۔ ہم اس پر ایمان لائے مسلمان ہوگئے۔ خدائے قدوس کو پالیا۔ اور خدا ہم پر مہربان ہوگیا۔ اور ہم پر سے قحط سالی دور ہوگئی۔ افلاس جاتا رہا۔ نااتفاقی دور ہو کر اتفاق آگیا بیٹی کو بیٹے سے زیادہ چاہنے لگے ملک پر ملک فتح کر لئے گئے۔ دولت کے ڈھیر لگ گئے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ساری دنیا۔ سارا جہان۔ کل عالم صرف ایک خدا کی پرستش کرے اسے پوجے جو تمام کائنات کا خالق ہے۔ اس کے ہی آگے سر جھکائے جو معبود حقیقی ہے۔

بولص۔ سختی سے گفتگو نہ کرو ہیں نے تمکو مصالحت کرنے کیلئے بلایا ہے۔

خالدؓ۔ صلح کرنیوالوں کی گفتگو ایسی نہیں ہوتی جیسی کہ تم کر رہے ہو۔

بولص۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر تم کیا چاہتے ہو۔

خالدؓ۔ وہی جو کچھ کہہ چکا ہوں یعنی صرف ایک خدا کے پرستار بن جاؤ۔ خدا کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ حضرت محمد صلعم کی رسالت کو مانو کلمہ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ پڑھو اور مسلمان ہوجاؤ۔

بولص۔ یہ دشوار ہے۔

خالدؓ۔ تب تو جزیہ دو۔ محکوم بن جاؤ اور ذلت کی زندگی بسر کرو۔ غلامی کا جوا اپنے کندھوں پر رکھو۔

بولص۔ ایک خود دار قوم یہ کسی طرح منظور نہیں کر سکتی۔

خالدؓ۔ اب تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریگی۔ جو کہ صداقت پر ہوگا فتح پا گیا۔

بولص۔ کیا تم اس لشکر سے نہیں ڈرتے جو تین لاکھ کے قریب تمہارے سامنے پڑا ہے۔

خالدؓ۔ ہم دشمنوں کی کثرت سے نہیں ڈرتے کوئی مسلمان بجز خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتا۔

بولص۔ اب معلوم ہو جائیگا۔

یہ کہتے ہی اس نے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ گویا وہ اپنے آدمیوں کو بلا رہا ہے خالدؓ نے اسکا چہرہ دیکھا۔ اس کے بشرہ سے شیطنیت کے آثار ظاہر تھے۔ انہوں نے کہا اے نصرانی بادشاہ تیرا چہرہ کہہ رہا ہے کہ تو فریب کر کے مجھے کسی جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔

سن اگر تیرا ارادہ میرے ساتھ مکر کرنے کا ہے تو یہ مکر تجھ پر ہی ٹوٹے گا۔ جو کسی کیلئے کنواں کھودتا ہے خود ہی اس کے اندر گرتا ہے۔ ابھی حضرت خالدؓ کی گفتگو ختم نہ ہوئی تھی کہ بولص اسکی طرف جھپٹا۔ اس نے کہا ہتھیار ڈالدو۔ تم میرے قیدی ہو۔

یہ کہتے ہی بولص اپنا گھوڑا حضرت خالدؓ کے گھوڑے کے پاس لے آیا اس نے حضرت خالدؓ کا پلکہ پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے نصرانی کی اس جسارت کو دیکھا اور اسکی پشت کی جانب نظر کی انھیں سیکڑوں مسیحی گھوڑے دوڑاتے آتے نظر آئے حضرت خالدؓ نے کہا بیوقوف تیرا مکر تیری موت کا باعث ہوگا۔

انھوں نے گھوڑے کو للکارا گھوڑے نے زقند بھری۔ بولص کے ہاتھ سے پٹکہ چھوٹ گیا انھوں نے تلوار میان سے کھینچ لی۔ وہ بولص کی طرف جھپٹے لیکن قبل اسکے کہ وہ بولص پر حملہ کریں مسیحی سوار درمیان میں آگئے۔ وہ تلواریں کھینچ کھینچ کر حضرت خالدؓ پر ٹوٹ پڑے حضرت خالدؓ نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دینے شروع کئے۔ جنگ شروع ہوگئی اور عیسائیوں نے چاروں طرف سے حضرت خالدؓ کو نرغے میں لیلیا حضرت خالدؓ نہایت بہادر شیر دل اور پھرتیلے مجاہد تھے۔

انھوں نے نہایت نہایت برق رفتاری سے حملہ کرکرکے پے در پے چھ سات مسیحیوں کو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں کو بھی جوش آگیا۔ انھوں نے انتہائی شدت کے ساتھ حملے شروع کردیئے۔ گویا اکیلے حضرت خالدؓ پر دو سَو کے قریب مسیحی ٹوٹے ہوئے تھے۔

وہ نہایت جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے لیکن حضرت خالدؓ کو گویا ان سے کوئی خوف و اندیشہ ہی نہ تھا۔ وہ نہایت استقلال اور پوری دلیری کیساتھ لڑ رہے تھے۔ انکی خارا شگاف تلوار عیسائیوں کے سر و تن کے فیصلے کر رہی تھی وہ اسطرح سے ان پر جھپٹ رہے تھے۔ جیسے کہ بھوکا شیر بھیڑوں پر جھپٹتا ہے۔ بولص ایکطرف کھڑا ہوا اپنے جانبازوں کو نہایت جوش و غیرت دلا رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر غیظ و غضب میں آکر حملے کر رہے تھے لیکن حضرت خالدؓ پینترے بدل بدلکر اسطرح لڑ رہے تھے۔ گویا ان پر کسی کی تلوار کچھ اثر نہ کرتی تھی اور وہ جسکے تلوار مارتے تھے وہی دو ٹکڑے ہوکر گر جاتا تھا۔ اب تک انھوں نے بیس عیسائیوں کو قتل

کر ڈالا تھا۔ عیسائیوں کو بڑا غصہ آرہا تھا۔ وہ دو سو تھے۔ اور مسلمان ایک اور چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا۔ تاہم ان کے قابو میں نہ آتا تھا۔ اور جب موقع پاتا تھا تلوار مار کر ایک نہ ایک مسیحی کو تہہ تیغ کر ڈالتا تھا۔

بولس بدستور جوش و غیرت دلا رہا تھا۔ جنگ ہو رہی تھی دفعتاً ہی مسیحیوں نے اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز سنی وہ گھبرا گئے۔ انھوں نے ابھر ابھر کر دیکھا۔ انہیں چند مسلمان گھوڑے دوڑائے آتے ہوئے نظر آئے اور انہوں نے سُنا کہ کوئی بلند آواز سے کہہ رہا ہے۔

انا ضرار الفارس القدم البطل — باعی علی الاھل اغراضی منصبل
میں ضرار ہوں شہسوار ہوں بہادر ہوں اور لڑنیوالا ہوں — دشمنوں پر جبتہ مارنیوالا اور متصل حملہ کرنیوالا ہوں

تعر بسیفی الروم حتی یضمحل — ما سوالک فی الامر من لعل
تلوار سے روم کا استیصال کروں حتی کہ وہ مضمحل ہو جائے — الٰہی مجھے سوائے تیرے کسی سے کچھ امید نہیں

سب نے اس آواز دینے والے کی طرف دیکھا یہ ضرارؓ تھے جو کہ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار سرپٹ گھوڑا دوڑائے ہوئے چلے آرہے تھے۔ انکے پیچھے سات اور مسلمان تھے۔ سب نے تلواریں میانوں سے کھینچ کر اپنے ہاتھوں میں لے رکھی تھیں۔ مسیحی ان شیران اسلام کو آتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے۔ بولس کا چہرہ اتر گیا۔ مسلمان نہایت تیزی سے آرہے تھے وہ دم کے دم مسیحیوں کے قریب پہنچ گئے۔ سب سے پہلے حضرت ضرارؓ نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ پہلے ہی حملے میں انھوں نے ایک مسیحی کو مار ڈالا۔ اور گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ وہ بولس کی طرف جھپٹا بولس سخت خوفزدہ ہو گیا۔ وہ دہشت سے کانپنے لگا۔ خوف سے پسینہ میں شرابور ہو گیا۔

اس نے فریاد بھرے لہجہ میں حضرت خالدؓ کو آواز دیتے ہوئے کہا خالدؓ یہ کوئی شیطان میری طرف جھپٹ رہا ہے مجھے اس کے ہاتھوں سے بچاؤ۔ تم خود مجھے اپنے ہاتھ سے قتل کر ڈالو۔

حضرت خالدؓ نے مسکرا کر کہا۔ اے عیسائی بادشاہ تم خوف نہ کرو۔ تمہاری موت کا فرشتہ ہے یہ وردان کا قاتل ہے صلیب پرستوں کا قتل کرنے والا ہے اس کا نام ضرارؓ ہے یہی تجھے قتل کرے گا۔

اس عرصہ میں ضرارؓ بولس کے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے اس پر تلوار بلند کی۔ وہ کانپ

گیا۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ ضرارؓ تم اسے زندہ اسیر کرلو!

حضرت ضرارؓ نے اس کی تلوار پر تلوار ماری۔ بولص کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر نیچے گر پڑی ضرارؓ نے بڑھ کر اس کو آدبوچا۔ قربوس یعنی زین کے ہرنہ سے مضبوطی سے کس کر باندھ دیا۔

بولص پر غشی طاری ہونے لگی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے امان مانگی۔ خالدؓ نے کہا۔ اب امان مانگتا ہے مکار۔ فریبی دیکھ تیرا مکر تجھ پر ہی ٹوٹا۔ حضرت ضرارؓ نے جلدی سے تلوار بلند کی۔ قبل اس کے کہ حضرت خالدؓ کچھ کہیں ضرارؓ کی تلوار بولص کے داہنے شانے پر پڑی۔

جو کہ گردن کاٹتی ہوئی بائیں شانہ سے نکل گئی۔ اس طرح مکار بولص کا دم کے دم میں خاتمہ ہو گیا۔ ضرارؓ کے ہمراہیوں نے ضرارؓ کی طرح سے آتے ہی بے تحاشا حملہ کر دیا وہ عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کی طرح سے کاٹ کاٹ کر ڈالنے لگے۔

عیسائی گھبرا گئے۔ انہوں نے بولص کو قتل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انکے چہروں پر ہوائیاں چھوٹنے لگی تھیں۔ وہ بھاگنے کا راستہ دیکھنے لگے۔ عیسائی لشکر نے دور سے ہی جنگ ہوتے دیکھی۔ انہوں نے حرکت شروع کی۔ افسر نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔

وہ نہایت ہی سرعت کے ساتھ بڑھے۔ سب سے آگے ہاتھیوں کی یلغار تھی۔ ایکہزار تین سو ہاتھی جھومتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔ عیسائی نہایت جوش وخروش سے قومی نعرے لگاتے طبل جنگ بجاتے ہوئے اور نرسنگھے پھونکتے ہوئے بڑھے چلے آرہے تھے۔

عیسائی لشکر کی آمد نے زمین کو ہلا دیا تھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ طوفان کیوقت سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھ اٹھ کر ساحل کو نابود کرنے کیلئے اس سے ٹکراتی ہوں۔

حضرت خالدؓ نے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے کہا مسلمانو! یہ کیا ستی ہے کیوں نہیں ان گنتی کے چند ایک عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے۔ عیسائی لشکر کے آنے سے پہلے ہی انکو ختم کر ڈالو۔

مسلمانوں نے جوش میں آکر حملہ کر دیا۔ انھوں نے بہت سے عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ دو سو میں سے صرف بیس یا اکیس آدمی بچے جو کہ اپنی جان بچانے کیلئے نہایت تیز بھاگے

اپنے لشکر کی طرف بھاگ پڑے۔ اسلامی لشکر نے ٹڈی دل عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے بھی اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگا کر نہایت تیزی کے ساتھ بڑھنا شروع کیا۔ خالدؓ ضرارؓ۔ اور انکے ہمراہی عیسائیوں کو قتل کر کے واپس نہیں لوٹے بلکہ وہ اسی جگہ کھڑے ہو کر عیسائی لشکر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

انکی یہ جسارت یہ دلیری کچھ معمولی نہ تھی بیحد قابل تعریف تھی۔ وہ کل نو آدمی تھے۔ اور تین لاکھ دشمنوں کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ جرأت کیوں تھی؟ اور قوموں کی تاریخیں ایسی عدیم النظیر اور شجاعت کے کارنامے پیش کرنے سے کیوں قاصر ہیں؟

صرف اسوجہ سے کہ مسلمانوں میں قوت ایمانی تھی۔ خدا پر بھروسہ تھا۔ جوش وجہاد کا جذبہ تھا۔ شہادت کا شوق تھا۔ عیسائی لشکر نہایت شان وعظمت سے قریب آگیا۔

انھوں نے تلواریں میانوں سے نکال رکھی تھیں۔ دھوپ میں انکی زرہ۔ کلغیاں اور تلواریں چمک رہی تھیں۔ مشرق سے مغرب تک اور جہاں حضرت خالدؓ کھڑے تھے۔ وہاں سے افق جنوب تک مسیحیوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

خالدؓ نے لشکر کو قریب دیکھ کر کہا۔ اے توحید پرست مسلمانو! ان صلیب پرستوں پر حملہ کر دو۔

یہ کہتے ہی وہ بڑھے ان کے ساتھ ہی حضرت ضرارؓ اور انکے ہمراہی چلے ان منچلے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگا کر ٹڈی دل عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کو ان کی اس جسارت پر کمال غصہ آیا۔ وہ ان مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ چونکہ مسلمان تھوڑے سے تھے اسلئے انہیں انکے قتل پر طمع ہوئی انہوں نے ان چند مسلمانوں پر جوش میں آکر حملہ کیا۔ مسلمان سد سکندری کی طرح سے ایک جگہ ڈٹ گئے۔

انھوں نے بے نظیر جرأت اور دلیری سے حملے شروع کر دیئے انکی بے پناہ تلواروں نے عیسائیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈالنا شروع کر دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں کو معلوم ہو گیا کہ مسلمان ایسا لقمۂ تر نہیں ہیں۔ جیسا کہ وہ سمجھے تھے۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یہ صرف نو مسلمان تھے جو بہت تھوڑی جگہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور لڑائی میں مصروف تھے۔

عیسائی صفیں مشرق سے مغرب تک میلوں تک لمبی تھیں۔ وہ سارے لشکر کی پیشقدمی نہ روک سکے۔ البتہ جس جگہ وہ لڑ رہے تھے۔ وہاں کے عیسائیوں کو انھوں نے روک دیا تھا۔

عیسائی لشکر برابر بڑھ رہا تھا۔ سامنے سے اسلامی لشکر آ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دور چل کر دونوں لشکروں میں تصادم ہو گیا۔ عیسائی قومی نعرے لگا رہے تھے۔ اس شور و غل سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی حملہ کرتے وقت اللہ اکبر کا پرہیبت نعرہ لگایا۔

عیسائیوں کا تمام شور و غل اس نعرہ کی آواز میں مدغم ہو کر رہ گیا۔ اب عیسائیوں کا سیلاب رک گیا۔ صاف اور شفاف تلواریں بلند ہوئیں انسانی سمندر میں تیر رہی تھیں جو اٹھیں تو خون اگل رہی تھیں۔ جنگ شروع ہو گئی تھی۔ نہایت زور اور پورے جوش کے ساتھ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول گیا تھا۔ دشمن کو یاد دلانے یاد کرنے کی فکر میں تھا۔

مسلمانوں نے اپنی صفوں کو بہت کچھ لمبائی میں پھیلا دیا تھا لیکن انکی تعداد میں اتنی کمی آ گئی تھی کہ وہ عیسائیوں کی ایک صف کے برابر بھی اپنی صف لمبی نہ کر سکے۔

قلب کے مسیحی مسلمانوں سے لڑ رہے تھے اور یمین و یسار کے صلیبی مجاہد قوس قزح کی طرح مسلمانوں کے گرد حلقہ بنائے چلے آ رہے تھے گویا وہ مسلمانوں کو اپنے نرغہ میں لیکر کچل ڈالنا چاہتے تھے۔

مسلمان عیسائیوں کی اس کارروائی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ ان کے ارادہ کو بھانپ گئے تھے۔ لیکن کیا کر سکتے تھے قلیل التعداد ہونے کی وجہ سے مجبور تھے۔ کوئی اور قوم ہوتی تو گھبرا جاتی۔ خوفزدہ ہو کر ہتھیار ڈال دیتی یا بھاگ جاتی لیکن وہ مسلمان تھے مضبوط ایمان والے اللہ پر بھروسہ رکھنے والے مسلمان۔ اسلام پر مٹ جانے والے مسلمان۔

انہیں کوئی خوف نہ تھا۔ وہ سر جھکائے خدا سے لو لگائے قتل اور غارتگری میں مصروف تھے۔ جنگ نہایت زور شور کے ساتھ ہو رہی تھی۔ عیسائی مسلمانوں میں، مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے تھے۔ صفیں ٹوٹ گئی تھیں۔ جانباز سرفروش مار رہے یا مر رہے تھے۔

محاذ جنگ میلوں لمبا ہو گیا تھا۔ جہانتک نظر جاتی تھی۔ تلواریں کھینچی چمکتی ابھرتی معلوم ہوتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تلواروں کا کھیت اگ رہا ہے۔ اس وقت آفتاب

نصف النہار پر آگیا تھا۔ دھوپ میں حدت پیدا ہو گئی تھی۔ لڑنے والوں کو پسینے پر پسینے آ رہے تھے۔ لیکن انہیں نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینے کا خیال تھا۔ وہ برابر لڑ رہے تھے۔

خالدؓ بن ولید نہایت جوش و خروش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ کسی ایک جگہ جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ گھوڑا دوڑا دوڑا کر دور تک چلے جاتے تھے۔ جو سامنے آجاتا تھا اسے قتل کر ڈالتے۔ جب وہ واپس لوٹتے تو عیسائیوں کو تلوار سے جام مرگ پلاتے چلے آتے۔

عیسائیوں نے جوش میں آکر غصہ کھا کھا کر خالدؓ پر حملے کئے۔ لیکن جو اسکے پاس پہنچا تھا وہی قتل ہو کر گر پڑتا تھا۔ اب تک انکے زخم تو کیا ایک خراش بھی نہ آئی تھی۔

ضرار پورے جوش اور پوری طاقت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ ہر حملہ میں ایک دو عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے چونکہ وہ ننگے بدن تھے۔ اس لئے عیسائی طمع میں آکر ان پر حملے کرتے لیکن جو انکے قریب پہنچتا تھا۔ اسی کو وہ مار ڈالتے تھے۔ عیسائی ان سے کترانے لگے تھے۔

بعض عیسائیوں نے مسلمانوں کی دلیری اور جوش جنگ دیکھ کر دبی زبان سے کہدیا تھا کہ ان مسلمانوں کو انسان کون کہتا ہے۔ یہ انسان نہیں ہو سکتے انسانوں کا یہ کام نہیں کہ اپنے سے پندرہ گنا انسانوں سے لڑیں۔ پھر اس طرح کہ دشمنوں کو قتل کر دیں اور خود قتل نہ ہوں۔

یوں تو مسلمان عام طور پر سر جھکائے نہایت استقلال اور پورے جوش سے لڑ رہے تھے لیکن عبدالرحمنؓ بن ابی بکر صدیق خلیفۂ اول اور ہاشم بن مرقال موت کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ان دونوں کو ایکہزار عیسائیوں نے نرغہ میں لے لیا تھا۔ وہ انکو قتل یا گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ دونوں اپنی پشتیں ملائے ایسی شدت سے جنگ کر رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔

انھوں نے دو چار دس بیس کو نہیں بلکہ سیکڑوں مسیحیوں کو مار مار کر ڈالدیا تھا۔ کشتوں کے انبار لگا دیئے تھے۔ لیکن وہ صرف دو ہی تھے۔ ایکہزار کا کب تک مقابلہ کرتے۔ دشمنوں کو مارتے مارتے تھک گئے۔ ہاشم بن مرقال کے ہاتھوں اور رخساروں پر گیارہ زخم آئے۔ زخموں سے خون بہنے لگا۔ وہ زخم پونچھتے جاتے اور لڑتے جاتے تھے۔

جن ہزار عیسائیوں نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ ان کا سردار غریان تھا۔ بڑا بہادر اور نڈر عیسائی تھا۔ وہ دیبائے زرد کی خلعت زرہ کے اوپر پہنے تھا۔ چاندی کا خود اوڑھے تھا جس پر

سونے سے میناکاری ہورہی تھی۔ کمر میں جواہر نگار پٹکہ تھا۔ ہاتھ میں جو تلوار تھی اس کا دستہ جواہرات سے مزین تھا۔ سورج کی شعاعوں سے اس کی ہر ایک چیز چمک رہی تھی۔"

اس نے عبدالرحمٰن پر حملہ کیا۔ عبدالرحمٰن زیادہ تھک چکے تھے۔ ان میں مقابلہ کی قوت ہی نہ رہی تھی۔ مگر آسانی سے مرنا بھی نہ چاہتے تھے۔ انھوں نے جرأت کر کے اسکا حملہ روکا غزبان کو طیش آ گیا۔ اس نے نہایت پھرتی اور چابکدستی سے حملے شروع کر دیئے۔

عبدالرحمٰن اسکے حملے روکتے رہے۔ جب انکی طاقت بالکل ہی جواب دینے لگی تو مدافعت میں سستی آ گئی۔ غزبان نے پورے جوش اور پوری قوت سے حملے کئے عبدالرحمٰن کا دایاں ہاتھ مجروح ہونے کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن کو طیش آیا۔ وہ زخمی شیر کی طرح بپھرے اور انھوں نے داہنے ہاتھ سے تلوار مارنا چاہی مگر مجروح ہاتھ نے کام نہ دیا۔

اس پر انکیں اور غصہ آیا۔ انھوں نے بائیں ہاتھ میں تلوار لیکر پوری طاقت سے حملہ کیا غزبان نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار ڈھال کو پھاڑ کر گردن پر پڑی۔ جس طرح تارصابون کو کاٹ ڈالتا ہے اسی طرح غزبان کی گردن تلوار نے کاٹ ڈالی۔ عیسائی اسکی یہ جرأت دلیری دیکھ کر حیران رہ گئے۔ لیکن وہ ذرا سنبھلے اور انھوں نے نہایت جوش اور غصہ سے حملہ کر دیا۔

ہاشم اور عبدالرحمٰن نے انکے حملے کو روکا۔ عبدالرحمٰن بائیں ہاتھ سے تلوار چلا رہے تھے ہاشم داہنے ہاتھ سے۔ دونوں سمجھ گئے تھے کہ شہادت قریب ہے۔ شہادت حاصل کرنے ہی کی انکی تمنا تھی۔ اور وہ تمنا پوری ہونے والی تھی۔

لیکن وہ چاہتے تھے کہ جب تک بدن میں طاقت ہاتھوں میں قوت اور دل میں جوش رہے عیسائیوں کو قتل کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے وہ اب بھی جبکہ انکی طاقت جواب دے چکی تھی اور زخموں نے نڈھال کر دیا تھا برابر لڑ رہے تھے عیسائی سخت غضبناک تھے اسلئے کہ وہ ہر حملہ میں یقین کر لیتے تھے کہ اب دونوں مسلمانوں کو مار ڈالیں گے لیکن جب انکے پاس پہنچتے تو خود ہی مر جاتے۔

عیسائیوں نے یورش کر کے عبدالرحمٰن کا گھوڑا مار ڈالا۔ عبدالرحمٰن پیادہ ہو گئے اب انکے شہید ہونے میں کوئی بات ہی باقی نہ رہی تھی۔ دفعتاً انھوں نے قریب ہی سے اللہ اکبر کی پر ہول آواز سنی! ہاشم اور عبدالرحمٰن نے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا۔ انہیں فضل عباس اور انکے ساتھ بنیؔ

پچیس مسلمان آتے نظر آئے۔ ان کو دیکھ کر دونوں کے دل بڑھ گئے۔ انہوں نے نہایت جوش اور قوت کے ساتھ حملہ کیا۔

عیسائی گھبرا گئے۔ اتنے میں کہ وہ سنبھلیں فضل بن عباس اور انکے ہمراہیوں نے حملہ کر دیا۔ فضل نے بڑھ کر ایک مسیحی کے تلوار ماری وہ تیورا کر گرا۔ عبدالرحمٰن نے لپک کر اس کا گھوڑا پکڑا۔ اور جست مار کر اس پر سوار ہو گئے۔

اب ان مسلمانوں نے پوری طاقت سے حملہ کر دیا۔ عیسائی مُردوں کے ڈھیر لگ گئے اگرچہ مسلمان صرف بیس پچیس ہی تھے اور عیسائی اب بھی آٹھ سو سے زیادہ تھے لیکن مرعوب ہو گئے پیچھے ہٹے مسلمانوں نے بڑھ کر انھیں تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا۔

انھوں نے انھیں اسطرح قتل کرنا شروع کر دیا۔ گویا وہ کھیتی تھے اور ان کا کاٹنا ضروری تھا چشم زدن میں چار سو مسیحی مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف مسیحی نہایت تیزی کیساتھ پیچھے ہٹے۔

وہ اپنے لشکر میں گھس گئے۔ عبدالرحمٰن اور ہاشم نے فضل اور انکے ہمراہیوں کا شکریہ ادا کیا۔ ابھی وہ اچھی طرح کھڑے ہونے اور سانس لینے بھی نہ پائے تھے کہ انھوں نے اپنی بائیں جانب ایک شور عظیم سُنا۔

وہ اس طرف دیکھنے لگے۔ انھوں نے دیکھا کہ مسلمان نہایت تیزی سے پسپا ہو کر پیچھے ہٹتے چلے جا رہے ہیں مسیحی نہایت دلیری اور جوش سے بڑھ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کی ہزیمت اور عیسائیوں کی جسارت دیکھ دیکھ کر کمال متعجب ہوئے۔

دُوسرا باب

خونریز جنگ

جبکہ ہاشم اور عبدالرحمٰن مسیحیوں میں گھرے ہوئے جنگ کر رہے تھے اس وقت تمام محاذ پر شدت سے جنگ ہو رہی تھی۔ اور مسیحی مسلمانوں کو ریل کر پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور مسلمان مقدور بھر مدافعت کر رہے تھے۔

عیسائی جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بہت زیادہ تھے۔ مسلمان بہت ہی کم تھے جگہ جگہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا تھا ہر جگہ گھمسان کا معرکہ گرم تھا۔ عیسائیوں نے بائیں بازو پر ہاتھیوں کو ریلا۔

مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ وہ جمے کھڑے رہے لیکن عربی گھوڑوں نے کبھی ہاتھی نہ دیکھے تھے۔ وہ ان سیاہ پہاڑیوں کو دیکھکر بھڑکے۔ ہر چند مسلمانوں نے انکو روکا۔ باگیں کھینچے کھینچے انکی گردنوں کو اپنے سینوں سے ملا لیا۔ مگر گھوڑے نہ رکنا تھے نہ رکے۔

وہ پیچھے ہٹے عیسائیوں نے شور مچایا۔ ہاتھیوں نے پھنکاریں ماریں۔ گھوڑے گھبرا کر بالکل بے قابو ہو گئے تھے۔ انکے پیچھے ہٹنے سے مسلمانوں کے بائیں بازو کو شکست ہو گئی۔

اس شور ہزیمت کو سنکر اور دیکھ کر عبدالرحمٰن۔ ہاشم۔ فضل اور انکے ساتھی مسلمان متعجب ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کو سہارا دینے۔ ہزیمت خوردہ مسلمانوں کو واپس لوٹانے کے لئے اس طرف نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔

شکست خوردہ مسلمانوں کے گھوڑے انتہائی کوشش کرنے پر بھی نہ رکے وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے مسلم عورتوں کے خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ عورتوں کی حفاظت کیلئے کل پانچسو مسلمان غانم بن عیاض الاشعری کی سرکردگی میں مامور کئے گئے تھے۔ جو لوگ ہزیمت اٹھا کر آئے تھے وہ قبیلۂ ادس اور ہمدان سے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ جو مشہور محدث ہیں وہ بھی انکے ہمراہ تھے۔ انھوں نے جوں توں کر کے اپنے گھوڑے کو روکا۔ ان کا گھوڑا رک گیا۔

انھوں نے بلند آواز سے کہا شیران اسلام عرب کے غیور بہادر کیا غضب کرتے ہو میدان جنگ سے بھاگ کر بزدلی کا دھبہ اپنے دامن پر لگاتے ہو اور جیلے جو جنگ کر رہے ہیں تمہیں کیا کہیں گے عار عرب اور ننگ عرب نہ بنو۔ آج بھاگتے ہو کل قیامت کے دن حضرت محمد رسول اللہ کے سامنے کیا منھ لیکر جاؤ گے۔ خدا کے روبرو کیا عذر کرو گے۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ فلا تولوھم الادبار ومن یولھم یومئذ دبرہٗ الخ (ترجمہ) کافروں سے اپنی پشت نہ پھیرو۔ اور جو کوئی ان سے اپنا پیچھا پھیریگا۔ اسے جیلہ

جنگ یا اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جائیں گے تو وہ مستوجب غضب خدا اور سزاوار عذاب جہنم ہوگا۔

ادھر مالک اشتر نے بھی یہی کہا مسلمانوں نے رکنا بھی چاہا لیکن بھڑکے ہوئے گھوڑے نہ رکے۔ وہ عورتوں کے کیمپ سے بھی آگے بڑھنے لگے عورتوں کے خیمے ایک مسطح میدان میں نصب تھے۔

تمام عورتیں سروں سے چادریں باندھے ہوئے چھوٹے چھوٹے بچوں کی انگلیاں پکڑے خیموں کے قریب ایک قطار میں کھڑی تھیں۔ انھوں نے چادروں کے پتے منھ پر اس طرح سے لپیٹ لئے تھے کہ ان کا چہرہ اور ناک کا کچھ حصہ بالکل ڈھک گیا تھا۔ صرف آنکھیں اور پیشانیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ عورتیں جو میدان کارزار میں لڑتی تھیں یا مسلمانوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہی تھی یا مجروحین کی مرہم پٹی کرتی تھیں اسی طرح سے رہا کرتی تھیں۔ لیکن خاص عرب میں اس سے بھی زیادہ پردہ تھا۔ وہ جب باہر نکلتیں تو اول سر سے کچھ باندھتیں اس پر دوپٹہ اوڑھتیں اور دوپٹہ پر چادر اس طرح ڈالتیں کہ وہ جسم کے تمام حصوں کو چھپا لیتی۔ صرف آنکھوں کا کچھ حصہ کھلا رہتا۔

عورتوں نے مسلمانوں کو شکست کھا کر آتے ہوئے دیکھا انھوں نے کہا مسلمانو! کیا غضب کرتے ہو دشمنوں کے سامنے سے بھاگ کر خدا کا غضب مول لیتے ہو۔ بہشت سے دوزخ کی طرف بھاگتے ہو جنت تلواروں کے سائے میں ہے پیچھے پھرو۔ دشمنوں سے لڑو۔ مرو مارو یا شہید ہو جاؤ۔

مسلمانوں نے عورتوں کی آوازوں کو سنا لیکن وہ نہ رک سکے جب میدان کارزار میں کسی قوم کے قدم اکھڑ جاتے ہیں تو پھر دوبارہ مشکل سے جما کرتے ہیں۔ ان عورتوں میں حضرت خولہؓ بھی تھیں۔ خولہ حضرت ضرارؓ کی سگی بہن تھیں۔ نہایت خوبصورت نوجوان بہادر اور جوشیلی تھیں۔ اجنادین اور یرموک کے مقامات میں نہایت دلیری کے ساتھ لڑ چکی تھیں۔

جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان کسی طرح سے بھی نہیں ہٹتے تو انھیں غصہ آ گیا انھوں نے عورتوں کو دیکھ کر کہا :

اے خواتین عرب۔ آگے بڑھو مسلمانوں کے گھوڑوں کے مونہوں پر لکڑیاں مار مار کر روکو۔ یہ کام آسان نہ تھا۔ گھوڑے سرپٹ دوڑے چلے آ رہے تھے جو ان کے سامنے آتا اسے کچل

ڈالتے لیکن عربی عورتیں بہادر تھیں، شیر دل تھیں، نڈر تھیں۔ وہ خیموں کی چوبیں لمبے لمبے بانس چھوٹے چھوٹے ڈنڈے لیکر جھپٹ پڑیں۔

انھوں نے گھوڑے کے سروں اور کانوں پر ضربات لگانا شروع کیں بعض گھوڑوں کی جھپٹ میں آگئیں۔ گریں اور مجروح ہوئیں لیکن جو کام انھوں نے شروع کیا تھا۔ اسے برابر کرتی رہیں۔ حتیٰ کہ انھوں نے بہت بڑی تعداد گھوڑوں کی میدان کارزار کی طرف لوٹا دی مسلمانوں نے پیچھے ہی پیچھے نہیں بلکہ ان میں ملے جلے عیسائی بھی بڑھتے ہوئے چلے آرہے تھے انکے ہاتھی پیچھے آرہے تھے سوار آگے تھے۔ حضرت خولہ نے چوبیں مار مار کر کئی ایک مسیحیوں کو مار ڈالا تھا۔ انکی دیکھا دیکھی اور عورتوں نے بھی عیسائیوں پر حملے کر دیئے۔

مرزوعہ اور حضرت سلمیٰ بھی خولہ کے پاس آگئیں، انکے نازک ہاتھوں میں چوبیں تھیں یہ چوبیں اتنی وزنی تھیں کہ آجکل کی مسلم عورتوں سے شاید اٹھ سکیں۔

خصوصاً بڑے بڑے گھرانوں کی ناز پروردہ نازک اندام عورتیں ہرگز نہ اٹھا سکتیں مگر وہ کمسن نا آشنا ہوتے ہوئے بھی بھاری بھاری چوبیں اٹھا اٹھا کر عیسائی سواروں اور گھوڑوں کے مارنے لگیں۔ اس طرح سے انھوں نے مسیحیوں کو مار ڈالا۔

آج کل کی مسلم عورتیں اور لڑکیاں غور کریں۔ سوچیں تاریخیں پڑھیں۔ انکی بزرگ بہنوں نے کیا کیا کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ کس کس طرح سے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالا کس کس طرح لڑیں۔ کیا کیا مجاہدین کی خدمات کیں۔ ان میں سے بھی اکثر شہزادیاں امیرزادیاں تھیں جنھوں نے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔

کنیزیں اور خادمائیں رکھتی تھیں لیکن کاہل و جود نہ تھیں وہ اپنی پرستاروں سے جسقدر کام لیتی تھیں اتنا ہی خود کرتی تھیں۔ ہر وقت پان چبا کر بکریوں کی طرح منھ نہ چلاتی تھیں بیجا ناز و نخرے نہ دکھاتی تھیں۔ آٹھ آٹھ بجے سو کر نہ اٹھتی تھیں۔ خدا اور خدا کے رسولؐ کو نہ بھولتی تھیں۔ لہو و لعب میں مشغول نہ رہتی تھیں۔ ریشمی کپڑے پہن کر سونے میں زرد۔ موتیوں میں سفید ہو کر کبھی نہ اتراتی تھیں۔

حسد نہ کرتی تھیں غیبت سے بچتی تھیں۔ دشمنوں سے ڈرتی تھیں پنجگانہ نماز پڑھتی تھیں

غرضیکہ کوئی اچھا کام ایسا نہ تھا جو کہ وہ نہ کرتی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج انکے نام تاریخوں میں جگہ جگہ جلی لکھے ہوئے ملتے ہیں۔

بھلا ایسی عورتوں اور لڑکیوں سے خدا کیوں خوش نہ ہوگا کیوں جنت میں داخل نہ کریگا۔

مسلمانوں نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ انھیں غیرت آئی۔ وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہوگئے۔ سب کے سب رکے اور مسیحیوں پر اس طرح سے ٹوٹ پڑے جیسے کہ بھوکا شیر شکار پر ٹوٹتا ہے۔

خالم بن یماس الاشعری نہایت بہادر کتنے بڑے بڑے معرکے سر کئے ہوئے تھے۔ ان کے ہمراہ قیس بن الحارث اور ہاشم بن زہیر المخزومی دونوں بڑے نڈر اور دلیر تھے۔

انھوں نے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ ان تینوں کے ہمراہ پانچسو آزمودہ کار سوار الجندہ سے آئے تھے۔ اپنے سرداروں کے ساتھ انہوں نے بھی حملہ کر دیا۔ یہ حملہ نہایت سخت تھا۔

عیسائیوں نے ان کا حملہ رد کرنا چاہا۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ ہزار کوشش کرتے پر بھی وہ اس حملے کو نہ روک سکے۔ ان کے سیکڑوں جانباز قتل ہو ہو کر گرے اور سروں کے ڈھیر لگ گئے۔

خون سبز سبز گھاس پر گر گر کر لالہ کاری کرنے لگا۔ عیسائیوں کا سیلاب رک گیا۔ اس عرصہ میں شکست خوردہ مسلمان بھی پلٹ پڑے وہ غیرت و شرم میں آ کر پلٹے تھے اپنی ندامت مٹانا چاہتے تھے۔ انھوں نے حد درجہ شدت کے ساتھ حملہ کیا۔

جنگ نہایت زور و شور کے ساتھ شروع ہوگئی عورتیں ابھی تک لڑ رہی تھیں مسلمان اور عیسائی سواروں کے نرغہ میں تھیں۔ ہر ہر قدم پر انھیں موت سے ہمکنار ہونے کا احتمال تھا۔ مگر اسوقت وہ ہوش و جوش سے اپنی ہستیوں کو بھولے ہوئے تھیں برابر عیسائیوں کے سروں پر چوبیں مارنے میں مصروف تھیں۔

حضرت ابوہریرہؓ نے موقع کی نزاکت کا احساس کیا۔ انہیں خوف ہوا کہ کہیں گھوڑے ان سیم و تن نازک انداموں کو نہ کچل ڈالیں۔ چنانچہ انھوں نے بلند آواز سے کہا۔

اے عرب کی مایہ ناز عورتو! اور لڑکیو! تم نے اپنا کام کر دیا بھاگے ہوئے مسلمانوں

کو میدان کارزار کی طرف پلٹ دیا بہت سے مسیحیوں کو مار ڈالا۔ اب تم میدان کارزار سے ہٹ کر اپنے خیموں کی طرف چلی جاؤ۔

حضرت خولہ نے انکی آواز کو سُنا وہ سنبھلیں۔ انھوں نے اپنے گرد و پیش دیکھا۔ وہ اور عورتیں اور لڑکیاں گھوڑوں اور سواروں میں محصور تھیں۔ اب انھیں اپنی نزاکت کا احساس ہوا۔ انھوں نے سریلی آواز سے کہا۔ اے خواتین عرب تم نے وہ کیا جو تمہارے شایان شان تھا۔ اب مسلمان لوٹ پڑے ہیں۔ نہایت ہولناک جنگ شروع ہو گئی ہے۔ اب تمہاری خدمات کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ سب واپس لوٹو اور اپنے خیموں کے سامنے پہنچ جاؤ۔

تمام عورتوں نے انکی آواز سُنی سب میدان کارزار سے پیچھے ہٹ گئیں سب نے اس طرح سے ان کے کہنے پر عمل کیا۔ جیسے کہ وہ انکی افسر ہو۔ تعجب ہوتا ہے ان عورتوں میں دوشیزہ لڑکیاں تھیں۔ اور جوان، ادھیڑ اور کم عمر عورتیں تھیں۔

حضرت خالد جو اسلامی لشکر کے سردار تھے۔ انکی حرم محترم (بیوی) ام تمیم تھیں خولہ نو عمر دوشیزہ تھیں لیکن سب عورتیں ان کا کہا مانتی تھیں۔ نہ کسی کو اپنے بڑے پن کا خیال تھا نہ اپنے شوہر کے سردار ہونے کا تکبر و غرور تھا۔

بات یہ ہے کہ ان عورتوں میں للہیت تھی۔ وہ حضرت خولہ کو جانتی تھیں کہ ان میں جوش اور امنگ ہے مذہب سے ہمدردی ہے۔ وہ انکی نہ صرف قدر کرتی تھیں بلکہ اپنے آپکو ان کا محکوم سمجھتی تھیں۔

آج مسلمانوں میں کتنی عورتیں ہیں جو انکی تقلید کرتی ہیں بلکہ مشاہدہ تو یہ کہتا ہے کہ باستثنائے چند شاید ہی ایسی اللہ والی بیبیاں مسلمانوں میں ہوں۔

جب مردوں میں نفسانیت ہے۔ تو کمزوری عورتوں میں مردوں سے زیادہ ہوگی۔ اور چونکہ اولاد ماں باپ کے قدم بقدم چلتی ہے۔ اس لئے ان میں بھی یہ مسموم ہوا سرائیت کر جاتی ہے جس جگہ بھی مسلمانوں کی بیبیاں اکٹھی ہوتی ہیں اپنی بات اور رائے کو سب سے بالاتر رکھنے کے لئے ایسی چیخ چیخ کر گفتگو کرتی ہیں کہ الہٰی توبہ!!

اس بات کو بھول جاتی ہیں کہ انکی آواز غیر مرد سنتے ہیں۔ خود کو سب سے بہتر رکھنے

کے لئے بعض بعض بیچاریاں تو چیختے چیختے جنگھاڑنے لگ جاتی ہیں تاکہ مرد انکی آواز سنکر معلوم کرلیں کہ فلاں کی بیوی بیٹی اور بہن تمام عورتوں میں ممتاز ہیں۔

کاش! ان عورتوں کو معلوم ہوتا کہ ان کا چیخنا یا زور سے بات کرنا بڑے گناہ کا موجب ہے۔ دنیا چندروزہ ہے حیات مستعار ہے پھر کیوں خدا اور خدا کے رسولؐ کی نافرمانی کرکے بلاوجہ بلامطلب دوزخ خریدی جائے۔

اس میں کچھ مردوں کا بھی قصور نظر آتا ہے۔ جو مغربی تہذیب کے دلدادہ ہیں ان میں اکثروبیشتر مذہب سے دور جا پڑے ہیں۔ انہیں خبر نہیں انکا مذہب انہیں کیا ہدایت کرتا ہے۔

جب وہ خود ہی ناواقف ہیں تو اپنے متعلقین کو کیا ہدایت کرسکتے ہیں کاش ایسے مردوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ وہ نہ صرف اپنے ہی اعمال کا جواب دیں گے بلکہ ان سے انکے متعلقین کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔

خدا جس قدر رحیم ہے اس سے زیادہ قہار ہے قیامت کے دن اس کے قہر و غضب کی انتہا ہوگی۔ اس دن اولیاء اللہ خدارسیدہ بزرگ اور انبیاء علیہم السّلام سخت خوفزدہ ہوں گے۔

جب ایسی ایسی معصوم ہستیاں خوفزدہ اور پریشان ہوں گی تو عوام النّاس جن میں اکثروبیشتر گناہوں کے ٹھیکیدار رہے۔ کس قدر پریشان اور خوفزدہ ہوں گے قیامت کے نام سے جسم کانپتا ہے۔ روح لرزتی ہے۔ خداوند کریم ہر مسلمان کو دوزخ سے بچائے جس کا ایندھن انسان اور جن ہیں۔ خواتین عرب ہٹ گئیں۔

وہ خیموں کے سامنے ایک قطار میں کھڑی ہوگئیں جو عورتیں یا لڑکیاں گھوڑوں کی جھپٹ میں آکر زخمی ہوگئی تھیں انکی مرہم پٹی کی جانے لگی خانم ان کے ساتھی اور ہزیمت خوردہ مسلمان نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

عیسائی بھی ڈٹ گئے۔ نہایت خونریز جنگ شروع ہوگئی۔ اب بھی تمام محاذات پر نہایت زور و شور سے جنگ ہو رہی تھی۔ تلواریں نہایت تیزی سے بلند ہو ہو کر انسانوں کے سرتنوں سے الگ کررہی تھیں۔

خون آلود تلواریں جب بلند ہوتی تھیں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گلابی رنگ کے چھوٹے چھوٹے پودے اُگ آئے ہوں۔ مجروحوں کی چیخ و پکار۔ قومی نعروں کی آواز طبل جنگ کی مہیب صدا۔ آلات حرب کی جھنکار سے فضا بھر ا رہی تھی۔

میدان کارزار لرز رہا تھا۔ اور کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی شرق سے غرب تک لوگ لڑتے نظر آرہے تھے۔ جگہ جگہ کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔ جو آدمی بھی مجروح ہو کر گھوڑے سے نیچے گر جاتا تھا۔ گھوڑے اسے کچل ڈالتے تھے۔

اسوقت آفتاب تین چوتھائی منزل طے کر چکا تھا۔ اور اب دھوپ میں بھی نہ وہ پہلے جیسی تیزی رہی تھی۔ نہ سفید رنگت! دھوپ میں زردی آچلی تھی تمازت دور ہو گئی۔ جس شدت سے جنگ شروع ہوئی تھی۔ اسی شدت سے اب بھی ہو رہی تھی۔ آج مسلمانوں کو ظہر کی نماز پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا تھا۔ اب عصر کا وقت آگیا تھا۔ لیکن جنگ نہایت زور و شور سے ہونے کی وجہ سے اسوقت بھی نماز پڑھنے کا امکان نہ تھا۔

یہ مسلمانوں کا دل گردہ تھا کہ وہ صرف بیس ہزار ہوتے ہوئے تین لاکھ عیسائیوں سے برزور آزما تھے۔ خالد۔ ابو ہریرہ اور انکے ہمراہیوں نے پے در پے اس شدت سے حملے کئے کہ عیسائیوں کو پسپا ہو کر اس جگہ سے ہٹنا پڑا۔ جہاں ان کے ہاتھیوں کی قطار تھی۔

مسلمانوں کے گھوڑوں نے جب ہاتھیوں کو دیکھا تو وہ بھڑ بھڑکنے لگے۔ عیسائی سوار ہاتھیوں کے پیچھے ہٹ گئے۔ ہاتھیوں کو پھر بڑھایا گیا۔ مسلمانوں نے ان بلاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ ان کے گھوڑے پھر قابو سے باہر ہو کر بھاگ پڑیں گے۔

وہ سوچنے لگے کہ کیا تدبیر کریں جس سے کہ ہاتھیوں سے چھٹکارا ملے۔ مسلمانوں میں ایک شخص مفرح بن عنیبہ الفزاری تھے۔ وہ نہایت بہادر جوشیلے اور طاقتور تھے وہ اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آئے۔

انھوں نے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں ڈھال لیکر ایک بہت بڑے ہاتھی کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ مسلمان اور عیسائی حیرت سے انکی طرف دیکھنے لگے۔ وہ تیزی سے چلکر ہاتھی کے قریب پہنچے۔ انہوں نے تلوار میان میں ڈال لی اور نیزہ مارا۔

جب وہ ہاتھی کے بالکل قریب پہنچ گئے تو ہاتھی نے انکی طرف سونڈ چلائی انھوں نے جلدی سے ڈھال پشت پر ڈال کر بائیں ہاتھ سے سونڈ مضبوط پکڑ کر داہنے ہاتھ سے اسکی آنکھ میں نیزہ گھسیڑ دیا۔ اس کے صدمہ سے ہاتھی چنگھاڑ اٹھا۔ وہ تڑپا مفرح فوراً علیحدہ ہٹ گئے۔ وہ عجلت میں اسکی آنکھ میں سے نیزہ بھی نہ نکال سکے۔ ہاتھی نے اس زور سے تھرتھری لی کہ اس پر جو لوگ سوار تھے وہ گر پڑے ان کے گرتے ہی ہاتھی نے انکو کچل ڈالا۔

وہ زخم چشم کیوجہ سے اسقدر بیقرار ہو رہا تھا کہ فیل بان نے ہزار کوشش اسکے روکنے کی کی مگر نہ رکا۔ بلکہ اٹھا بھاگا اور جو چیز اسکے سامنے آئی اسے سونڈ سے گرا کر کچل ڈالا۔

بیسیوں مسیحی اور سیکڑوں گھوڑے مار دیئے جس طرف سے ہاتھی گزرا شور مچ گیا۔ او مسیحی لشکر میں ابتری پیدا ہو گئی۔ مفرح نے یہ کام نہایت دلیری کا کیا تھا۔

انھوں نے عمل سے مسلمانوں کو بتایا کہ اس طرح سے ان ہاتھیوں کی بلا دور کرو۔ فوراً بہت سے مسلمان نیزے لے لیکر اپنے گھوڑوں سے کودے اور ہاتھیوں کی طرف جھپٹے جو مسیحی ہاتھیوں پر بیٹھے تھے انھوں نے تیر پھینکنے اور نیزے مارنے شروع کئے لیکن نڈر مسلمانوں نے انکے کسی حربہ کا اندیشہ نہ کیا۔ وہ بڑھتے رہے انھوں نے نیزوں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑنا اور تلواروں سے سونڈیں کاٹنا شروع کر دیں۔

ہاتھی گھبرا گئے وہ چنگھاڑیں مار مار کر الٹے بھاگنے لگے۔ اور انھوں نے ہر اس شخص اور چیز کو روند ڈالا جو ان کے سامنے آئی۔ اس جانب کے عیسائی لشکر میں سراسیمگی اور بدحواسی طاری ہو گئی۔

دم کے دم میں مسلمانوں نے ایکسو ساٹھ ہاتھیوں کو مجروح کر دیا۔ ان مجروح ہاتھیوں کو بھاگتے چنگھاڑتے اور تلملاتے دیکھ کر دوسرے ہاتھیوں پر بھی دہشت طاری ہو گئی۔

وہ سب کے سب پیچھے لوٹے اور اندھا دھند بھاگنے لگے۔ ان ہاتھیوں کی بھگدڑ سے سیکڑوں عیسائی پیادے سیکڑوں سوار اور سیکڑوں گھوڑے کچلے گئے وہ سخت پریشان اور بدحواس ہو گئے جن ہاتھیوں کو مسلمانوں کے لئے لائے تھے وہ خود انکے لئے وبال جان بن گئے۔

مسلمانوں نے عیسائیوں کی سراسیمگی دیکھی۔ انھوں نے اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگا کر نہایت شدت سے حملہ کر دیا۔ اس نعرہ کی آواز سنکر ہر جگہ کے مسلمان چونکے سنبھلے۔ انھوں نے بھی اس نعرہ تکبیر کی تکرار کی۔

گویا کہ ہر جگہ اور ہر محاذ پر شدت کے ساتھ حملہ کر دیا گیا۔ اس وقت تمام واقعات سے زیادہ زور شور کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی۔ عیسائیوں نے زور زور سے نعرے لگانے اور طبل جنگ بجانا شروع کر دیا۔ اور اسقدر شور وغل برپا ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔

عبدالرحمٰن۔ ہاشم فیض اور انکے ہمراہی ہزیمت خوردہ مسلمانوں کی اعانت کے لئے چلے تھے۔ انکے گرد سیکڑوں عیسائیوں نے حلقہ ڈال لیا۔ اور مسلمانوں نے نہایت شدت سے جنگ شروع کردی اور سیکڑوں عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کیطرح کاٹ کاٹ کر ڈالدیا لیکن تازہ دم عیسائیوں کی آمد کے سلسلہ نے انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیا۔ مجبور ہو کر وہ اسی جگہ جم کر لڑنے لگے۔

خالدؓ۔ ضرار اور انکے ہمراہ اب بھی شد ومد سے مصروف جنگ تھے جس سرعت سے کہ انھوں نے صبح جنگ شروع کی تھی انکے بازو عیسائیوں کو قتل کرتے کرتے شل ہو گئے۔

اسوقت آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا زردی مائل کرنیں سمٹ سمٹ کر درختوں کی کونپلوں پر پہنچ گئی تھیں اور جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔

اس وقت میدان کارزار نہایت مہیب بن گیا تھا۔ سرفروش آفتاب کو غروب ہوتے دیکھ کر آج ہی جنگ کا فیصلہ کرنے کیلئے انتہائی جد وجہد کرنے لگے تھے۔

تلواریں نہایت سرعت سے اُٹھ اُٹھ کر انسانی ہمندروں میں تیر رہی تھیں۔ عیسائی مسلمانوں کو ریلنا اور مسلمان عیسائیوں کو ڈھکیلنا چاہتے تھے۔ مگر فریقین میں سے کوئی بھی ایک انچ پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔

آخر لڑتے لڑتے سورج ڈوب گیا۔ شرقی جانب سے سیاہی اٹھنے لگی۔ اسوقت التوائے جنگ کا اعلان ہوا۔ دونوں لشکر واپس لوٹنے اور آہستہ آہستہ اپنے خیموں کیطرف روانہ ہوئے۔

کچھ عیسائی اور کچھ مسلمان اپنے اپنے مقتولوں کو ٹھکانے لگانے کیلئے رہ گئے مسلمانوں

نے اپنے شہداء کو شمار کیا۔ کل دو سو چالیس آدمی شہید ہو گئے تھے۔ عیسائیوں نے جب اپنے مردوں کو گنا تھا تو وہ پانچ ہزار دو سو تھے۔ انکے کشتگان میں زیادہ تر اہل نوبہ بجاۃ اور روم سے تھے۔

اگرچہ آج کی جنگ میں کسی کو فتح و ظفر نصیب نہ ہوئی۔ لیکن نتیجہ کے طور پر مسلمان کامیاب رہے۔

تیسرا باب

ارسوس اور لینا

میرونہ یہ سمجھنے سے قاصر رہی کہ ارسوس نے کوچ کرنے کا ارادہ کیوں ملتوی کر دیا ہے ارسوس کا جواب "میری مرضی" نہایت ہی برا معلوم ہوا۔ وہ شہزادی تھی۔ مغرور تھی۔ آجتک کبھی اس نے کسی سے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ سنی تھی۔ اسے غصہ آیا اور اس نے جبین ناز پر بل ڈال کر کہا۔ آپ کی مرضی کیوں؟ یہی تو میں دریافت کرنا چاہتی ہوں۔

ارسوس بھی نہایت سمجھدار تھا۔ اور ساتھ ہی مغلوب الغضب تھا۔ وہ خود مختار حکمران تھا۔ رعایا پر حکم چلاتا تھا۔ آجتک اسے کسی نے حکم نہ دیا تھا۔ اسے میرونہ کا تحکمانہ لہجہ ناگوار گزرا اس نے قدرے ترش روئی سے جواب دیا شہزادی صاحبہ آج کوچ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

میرونہ۔ کیوں؟

ارسوس۔ اسلئے کہ میرا لشکر روانگی پر تیار نہیں۔

میرونہ۔ آپ اسے حکم دیجئے۔ گھنٹہ دو گھنٹے میں تیار ہو جائے گا۔

ارسوس۔ جو عظیم الشان لشکر جا رہا ہے وہ اپنے پیچھے اس قدر گرد و غبار چھوڑتا جا رہا ہے کہ تم جیسی نازک اندام اسے برداشت نہ کر سکے گی۔

میرونہ کو یا تو غصہ آ رہا تھا۔ یا اپنی تعریف سُنکر غصہ فرو ہو گیا۔ اس نے ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔ یہ بات ہے تو آج ملتوی کر دو۔

ارسوس نے میرونہ سے دریافت کیا۔ میں نے آپ کے لئے ایک خیمہ نصب کرا دیا ہے

کیا آپ اس عرب دوشیزہ کو بھی اپنے پاس رکھیں گی؟

میرونہ نے فخر و غرور کے لہجہ میں جلدی سے جواب دیا۔ نہیں یہ عرب دوشیزہ قیدی ہے اسے اسی خیمہ میں رہنے دو۔"

ارسوس۔ "شاید آپ کو تنہائی میں کچھ کام دے۔"

میرونہ۔ بیشک مجھے تکلیف ہو گی لیکن میں ایک عرب دوشیزہ کو اپنے خیمے میں رہنے کی کبھی اجازت نہیں دے سکتی۔ خیال کیجئے وہ ایک کم مرتبہ قیدی ہے۔ ایک شہزادی کس طرح اسے اپنے پاس رکھ سکتی ہے۔

خوردش لبنیٰ ارسوس اور میرونہ کی گفتگو سن رہی تھی۔ اسے اپنی بدقسمتی پر رہ رہ کر افسوس آرہا تھا۔ وہ ایک امیر عرب کی دختر تھی۔ ناز و نعم میں پلی تھی۔ قسمت نے اسے قیدی بنادیا تھا لیکن افسوس کرنے سے کیا حاصل تھا۔ وہ سمجھتی تھی کہ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے وہ بالضرور پیش آئے گا۔ عرب دوشیزہ سرد آہ بھر کر خاموش رہی۔

ارسوس میٹھی میٹھی محبت پاش نظروں سے اس پیکرِ حسن و جمال کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ہمہ تن دید بنا لبنیٰ کے سراپا کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا۔ مگر جسقدر دیکھتا تھا اسی قدر بلکہ اس سے بھی زیادہ ہوسِ دید اور بڑھتی تھی۔ لبنیٰ اسقدر خوبصورت تھی کہ جو شخص بھی اسے ایک مرتبہ دیکھ لیتا تھا ہزار کوشش کرنے پر بھی اس کی پیاری اور دلفریب صورت کو نہ بھلا سکتا تھا۔ کچھ وقفہ کے بعد ارسوس نے غمزدہ لبنیٰ سے خطاب کر کے دریافت کیا۔ اے عرب دوشیزہ تم اسی خیمہ میں رہنا پسند کرتی ہو۔ یا کسی اور خیمہ میں بھیجا جائے۔

لبنیٰ سر جھکائے ہوئے تھی۔ اس نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ایک غمزدہ بیکس و بے بس اسیر لڑکی کیا جواب دے سکتا ہے۔

ارسوس اس کے دلفریب چہرہ پر ٹکٹکی لگائے ہوئے تھا۔ اگرچہ پریجمال لبنیٰ بہت زیادہ غمزدہ تھی لیکن اس حالت میں بھی وہ بہت ہی پیاری معلوم ہو رہی تھی اس نے جواب ایسے بے مثل نواز لہجہ میں دیا جو ارسوس کو نہایت ہی بُرا معلوم ہوا۔"

اس نے پھر کہا۔ تمہاری شان کہہ رہی ہے کہ تم کسی امیر عرب کی لڑکی ہو؟

یہ سنکر لبنیٰ کا دل بھر آیا۔ اسے اپنی ثروت یاد آ گئی۔ مگر اس نے ضبط کیا۔ اور اسی مخصوص لہجہ میں کہا۔ اسکے دریافت کرنے سے کیا فائدہ! اب تو میں قیدی ہوں۔

ارسوس۔ تمہارا کیا نام ہے؟

لبنیٰ۔ لبنےٰ!۔

ارسوس۔ لبنیٰ تم غمگین نہ ہو تمہاری شایان شان تمہاری قدر و منزلت کیجائیگی۔

میرونہ نے استہزاد کے طور پر کہا۔ یہ کیوں غمگین نہ ہو جس پر یہ فریفتہ ہے اسے قربانگاہ پر بھینٹ چڑھائے جانے کا حکم ہو گیا ہے۔

ارسوس نے کسی قدر کبیدہ خاطر ہو کر دریافت کیا۔ وہ کون ہے۔

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ ریاض ہے۔

ارسوس۔ کیا ریاض اسی نوجوان کا نام ہے۔ جو اس حور وش لبنےٰ کے ساتھ گرفتار ہو کر آیا ہے۔

میرونہ۔ ہاں اسی کا نام ریاض ہے۔

ارسوس۔ چونکہ یہ خیمہ نہایت بدحیثیت اور خراب ہے اس لئے شہزادی صاحبہ آپکا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ اس خیمہ میں تشریف لے چلئے جو آپکے لئے نصب کیا گیا ہے۔

میرونہ۔ چلئے۔

ارسوس نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تمہارے لئے بھی دوسرا خیمہ نصب کیا گیا ہے۔ تمہیں بھی اس خیمہ میں چلنا چاہیئے

لبنیٰ کو سوائے اچھا کہنے کے اور چارہ ہی کیا تھا۔ وہ قیدی تھی اور قید کی کوئی مرضی نہیں ہوتی ؎

یہ سب اسی خیمہ سے نکلے آفتاب نصف النہار کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیلی ہوئی تھی۔ آفتاب کی گستاخ کرنیں حور جمال لبنیٰ کے روشن چہرہ پر رقصاں ہو رہی تھیں۔ اس کا چہرہ ایسا چمکنے لگا تھا جیسے اس وقت آفتاب چمک رہا تھا۔۔۔

تابش حسن نظر بھر کر اس کے چہرے کی طرف نہ دیکھنے دیتی تھی یہ اس طرف چلے جس طرف ایک مختصر دستہ سواروں کا قیام پذیر تھا۔ چند خیمے درختوں کے سایہ میں کھڑے تھے۔

خیموں سے قدرے فاصلے پر پھلواریاں تھیں۔ چونکہ وہ جگہ کچھ زیادہ فاصلہ پر نہ تھی اس لئے بہت جلد یہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ ارسوس نے ایک مختصر خیمہ کی طرف اشارہ کر کے میرونہ سے کہا۔

یہ خیمہ آپکے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ میرونہ اس خیمہ کی طرف چلی ارسوس نے مینحائیل سے کہا تم شہزادی صاحبہ کو انکے خیمہ تک پہنچا آؤ۔!!

مینحائیل بغیر جواب دیئے شہزادی کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ ارسوس لبنیٰ کو لے کر ایک شاندار خیمہ میں پہنچا۔

یہاں چند سنتری پہرہ دے رہے تھے۔ ارسوس نے ان سنتریوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم لوگ خیمہ سے چلے جاؤ۔ سنتری وہاں سے ہٹ گئے۔ ارسوس معہ لبنیٰ کے اندر داخل ہوا۔ یہ خیمہ نہایت وسیع تھا۔ اس میں کاشانی مخمل کا فرش ہو رہا تھا۔ اور درمیان میں گدے دار کرسیاں پڑی تھیں۔ خیمے کے قانات پر چاروں طرف کچھ ہتھیار اور ڈھالیں آویزاں تھیں۔ ایک کوچ مغرب کی جانب بچھی ہوئی تھی۔ خیمہ کی شان کہہ رہی تھی کہ وہ کسی ذی شان کا خیمہ ہے۔"

ارسوس بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور لبنیٰ کرسیوں کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی ارسوس نے اس ستم روزگار کو دیکھا۔ وہ اسکا پرتنویر چہرہ دیکھنے میں منہمک تھا۔ لبنیٰ کو اس کا اس طرح سے بے باکانہ طور پر دیکھنا ناگوار گذرا۔ وہ چاہتی تھی کہ۔ ارسوس کو اس بیباکانہ انداز سے دیکھنے کو روک دے۔"

لیکن اسے معلوم تھا کہ اسکی سرزنش کچھ کارگر نہ ہوگی۔ کیونکہ وہ قیدی ہے اور قیدی کی کوئی بات سنی نہیں جاتی۔ اس نے اپنا نازک سر جھکا لیا۔ اور اسکی دلفریب نظریں زمین پر لوٹنے لگیں۔ ارسوس دیر تک اسے ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا۔ کچھ توقف کے بعد وہ چونکا اور اس نے کہا۔ ہائیں میری فدا اڈر کی تم ابھی تک کھڑی تھیں۔

ارسوس محو دید ہو کر کچھ کھو سا گیا تھا۔ وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ ناز آفرین لبنیٰ کھڑی ہے اسکی
از خود رفتگی دور ہوئی تب اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا۔ لبنیٰ پھر بھی چپ رہی اسنے کہا۔
اے رشک خوباں یہاں آکر کرسی پر بیٹھ جاؤ۔
لبنیٰ نے افسردگی سے کہا۔ میں ایک قیدی ہوں کرسی پر بیٹھنے کا کیا حق رکھتی ہوں۔
ارسوس نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ تم قیدی نہیں ہو۔ ایسی خوبرو دوشیزہ لڑکی آنکھوں
اور دلوں میں رکھنے کے قابل ہے۔
لبنیٰ اس بات کا کیا جواب دیتی وہ ارسوس کے تیور دیکھ کر پہلے ہی کھٹک گئی تھی اسنے
اپنے دل میں کہا کہ میری خوبصورتی میری لئے وبال جان ہو رہی ہے۔ کاش میں اسقدر خوبصورت نہ ہوتی۔
یہ الکوہے اپنی صورت آفرین سے گا۔ غضب میں ڈال دیا لاجواب کرکے مجھے
ارسوس اسکی طرف بڑھا۔ اس نے کہا۔ پُر جمال دوشیزہ تمہارے اسطرح سے کھڑے
رہنے سے میرے دل کو تکلیف ہو رہی ہے۔ آؤ بیٹھ جاؤ۔
اسوقت اس "عرب کے چاند" کے سر سے دوپٹہ کھسک گیا تھا جس سے اسکی سیاہ ریشم
جیسی الجھی دار زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔ اسکے بال گھونگھر یالے تھے۔ گوری پیشانی پر کچھ گستاخ
بال جھک آئے تھے جو کہ نہایت بھلے معلوم ہو رہے تھے۔ لبنیٰ نے ایک ادائے جانانہ کیساتھ
بائیں ہاتھ سے دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے کہا "یہ آپکی مہربانی"
ارسوس نے از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ اے پارہ ماہ لڑکی تیری بھولی صورت نے میرے
دلمیں قبضہ کر لیا ہے۔ تو بہترین حسینہ ہے۔ دنیائے جہاں کی جو دہے تیری صورت دلفریب
اور دلستاں ہوشربا ہے۔ لبنیٰ پہلے سے ہی معلوم کر رہی تھی وہ اپنے حسن کی تعریف سنکر شرما
گئی۔ اسکے شرمانے کی ادا۔ زاہدوں ولیوں اور فرشتوں کو لبھانیوالی تھی۔ ارسوس تو
بالکل ہی مر مٹا اور اس نے کہا۔
اے عرب کے چاند مجھ پر مہربانی کر۔ تیری بھولی صورت دلفریب ادا ؤں۔ برقپاش نگاہوں
نے مجھے لوٹ لیا مسحور کر دیا۔ دیوانہ بنا دیا ہے۔ لبنیٰ کے پیارے چہرے سے کبیدگی کے آثار ظاہر ہوئے
اور اس نے کہا۔ آپ شہزادہ ہیں۔ شریف عیسائی ہیں آپکو ایسی گفتگو زیبا نہیں ہے۔

ارسوس نے کہا۔ میں سب کچھ تھا۔ مگر اب تجھے تیری بھولی صورت پیاری اداؤں ہوشربا نگاہوں کو دیکھ کر کچھ بھی نہیں رہا۔

اب میں تجھ سے تیری مہربانی کا خواستگار ہوں۔ تیرا صرف ایک لفظ تسکین کیلئے کافی ہے۔ لبنیٰ نے سنجیدگی سے کہا۔ میں مسلمان ہوں تم عیسائی۔ مذہب کی تفریق۔ معاشرت کی تفریق اور تمدن کی تفریق حائل ہے۔

ارسوس دوسری کوئی چیز نہیں ہے۔ لوگوں کو اپنا محکوم رکھنے مذہبی جذبات کے تحت میں محیر العقول کام لینے ایک قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کیلئے نئے مذہب کا ڈھکوسلہ گھڑ لیا گیا ہے۔ یہ بڑے لوگوں کی جدت ہے۔

ارسوس کی گفتگو سے لبنیٰ کو حیرت ہوئی۔ اس نے ان لوگوں میں پرورش پائی تھی جو کہ مسلمان تھے۔ مذہب کے دلدادہ تھے۔ مذہب کے فدائی تھے۔ اور مذہب کیلئے ہر وقت سر بکف رہتے تھے۔ اسکی نظروں میں مذہب کی توقیر بیحد تھی۔ اس نے کہا مذہب کی تحقیر نہ کیجئے۔ مذہب خدا تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہے۔ جس طرح سے ایک بادشاہ کو اسکی رعایا ایک خاص نظام کی وجہ سے اسے اپنا بادشاہ مان کر اس کی اطاعت کرتی ہے۔ اس طرح مخلوق مذہب کے تحت میں مذہبی پابندیوں کے ساتھ خدا کے وجود کی قائل ہوتی ہے اور اسکی عبادت کر کے اسے سراہتی ہے۔

ارسوس حیرت سے اس بت طناز کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ عرب حور مجسم پیکر نور کا مرقع لاجواب ہو کر عاجز آ جائے گی لیکن اسکی گفتگو نے اسے بہت جلد بتا دیا کہ وہ عاجز آنے والی نہیں۔ بلکہ مذہبی باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس نے کہا۔ اچھا اگر مذہب واقعی کوئی چیز ہے تو عیسائی ہو سکتی ہو؟"

لبنیٰ۔ عیسائی مذہب اس صورت میں نہیں رہا جس کو حضرت عیسیٰ لیکر آئے تھے اس میں بہت کچھ تغیر و تبدل کر لیا گیا ہے۔ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا جاتا ہے حالانکہ خدا اس الزام سے پاک ہے اسکے نہ کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی ہے۔ اسکی ذات ان باتوں سے مبرا و منزہ ہے۔"

ارسوس "لیکن تمہارا مذہب۔۔۔"

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ یہ مذہب نیا نہیں ہے۔ ابتدائے آفرینش سے حضرت آدم علیہ السّلام کی پیدائش سے یہی مذہب چلا آتا ہے۔ اصول پر غور کیجئے آدم علیہ السّلام کا عقیدہ تھا کہ خدا ایک ہے۔ تمام مخلوق کا تنہا مالک ہے اور پیدا کرنیوالا ہے۔ وہی عزت کے لائق ہے۔ اسی کی تلقین تمام انبیاء علیہم السلام کرتے چلے آئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا بھی یہی مقولہ تھا۔ جب مسیحی اس سے بھٹک کر دور جا پڑے مشرک بن گئے اسے خدا کا بیٹا کہنے لگے تو خدا نے حضرت محمد صلعم کو مبعوث فرمایا۔

انھوں نے اسلام کو نئے سرے سے نئے رنگ میں پیش کیا۔ اور سالقہ تمام کتابیں منسوخ ہوگئیں۔ نئی کتاب قرآن شریف نازل ہوگیا۔ اس کتاب میں گذشتہ انبیاء اور صحائف کا ذکر ہے۔ یہ مذہب نیا کیسے ہوا۔

ارسوس اس کو نہایت حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اسکی سحر بیانی اسے تعجب میں ڈال رہی تھی۔ جب وہ خاموش ہوئی تو اس نے کہا۔ اے عرب کے چاند عیسائی ہونے سے تو شہزادی ہوجائے گی۔ عیسائی دنیا تیری قدر کرے گی۔ سیم و زر تیری ٹھوکروں میں پڑے ہوں گے موتی ہیرے جواہرات اور لعل تیری ضرورت سے زیادہ تجھے دیئے جائیں گے خادم غلام کنیزیں تیری خدمت کے لئے ہوں گے۔ ملک کا . . . .

لبنیٰ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ دولت عشرت کا پیش خیمہ ہے عشرت گناہوں کی جڑ ہے۔ گناہوں سے خدا ناراض ہوتا ہے۔ دولت کی خواہش حریص کیے بندے کیا کرتے ہیں۔

ارسوس۔ اگر تو میری محبت کا اقرار کرے تو میں مسلمان ہوجاؤں۔

لبنیٰ۔ کسی غرض کو لیتے ہوئے مسلمان ہونے سے کچھ فائدہ نہیں۔

ارسوس نے انتہائی حیرت سے اسے دیکھا وہ دیر تک دریائے حیرت میں غرق رہا کچھ عرصے کے بعد اس نے کہا۔ لبنیٰ میں تجھے آزماتا تھا۔ دیکھتا تھا تو میرے مذہب پر کیا کہتی ہے میں عیسائی ہوں اور راسخ عیسائی کسی طرح سے کبھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا مجھے تجھ سے محبت ہوگئی ہے تو بھی میری محبت کا اقرار کرلے۔ دمشق ارکی حکومت تیرے قدموں پر ڈال دی جائے گی۔

لبنیٰ۔ مجھے حکومت کی خواہش نہیں ہے۔

اب ارسوس کو غصہ آنے لگا۔ اس نے قدرے ترش روئی سے دریافت کیا، کیا تم کسی طرح میری محبت کا اقرار نہ کرو گی؟

لبنیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ کسی طرح نہیں۔

ارسوس کو طیش آگیا۔ اس نے کہا بدبخت لڑکی تو قتل کر دی جائے گی۔

لبنیٰ نے اسے سنجیدگی سے جواب دیا۔ بےحیائی کی زندگی سے موت ہزار درجہ بہتر ہے

ارسوس نے دانت پیستے ہوئے تلوار میان سے کھینچ کر بلند کی۔ اس نے انتہائی غیظ بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ او اجل گرفتہ سر جھکا۔ لبنیٰ نے اپنا نازک سر جھکا دیا اس کے چہرہ سے خوف و انتشار کے بجائے خفیف سی مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ غالباً وہ کلمہ پڑھ رہی تھی۔ ارسوس نے اسے دیکھا۔ وہ اسکو مرنے کیلئے تیار دیکھ کر کمال متحیر ہوا۔ اس نے تلوار میان میں کرتے ہوئے کہا۔ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تیرا ایک ہی وار میں خاتمہ کر دوں۔ ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں تجھے سخت سے سخت تکالیف دے دیکر ماروں گا۔ دہشوار کے قلعہ میں لیجا کر تجھے تنگ و تاریک جیل خانہ میں قید کر دوں گا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ لبنیٰ نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک ارسوس کھڑا رہا اور اسے گھورتا رہا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ خیمے سے باہر چلا گیا۔ لبنیٰ سرو قد کھڑی ہو گئی۔ اور اپنی حالت پر غور کرنے لگی۔

وہ نازک تھی۔ ناز آفرین تھی۔ زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے اسکے نازک پاؤں دکھنے لگے تھے۔ مگر وہ بیٹھی نہیں کھڑی رہی۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر ارسوس خیمہ میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک اور مسیحی آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں لوہے کی زنجیر تھی۔

ارسوس نے کہا۔ یہ عرب دوشیزہ قیدی ہے۔ نہایت سرکش و مغرور۔ مدنیع گستاخ اور عیار ہے۔ مجھے اس کے بھاگ جانے کا اندیشہ ہے اسے زنجیروں میں جکڑ کر سامنے والے خیمہ میں قید کر دو۔

خیمہ کے باہر پہرہ لگا کر سنتریوں کو ہدایت کردو کہ اسکی نگرانی سے ہرگز ہرگز بھی غفلت نہ کریں۔

اس نے سر تسلیم خم کیا۔ وہ آگے بڑھا۔ اس نے حور وش لبنیٰ کے ہاتھوں میں زنجیر ڈالدی غریب بے بس و بیکس لڑکی کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے لیکن اس نے ضبط کیا۔

وہ آنسو پی گئی یہ ظالم و بیرحم شخص اس حور نژاد مسلم دوشیزہ کو لیکر خیمہ سے باہر نکلا اور دوسرے مختصر خیمہ میں لے جا کر اسے قید کر دیا۔ وہ بقیہ دن اور دوسرا دن ارسوس وہیں رہا تیسرے دن صبح سویرے ہی اس نے کوچ کیا۔

اس کا لشکر مختصر تھا۔ صرف دو سو سوار تھے۔ تمام سوار سردار بلکہ خود ارسوس گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس نے یہ عنایت کی کہ ایک گھوڑے پر لبنیٰ کو سوار کر دیا۔ اور ایک گھوڑے پر سیرونہ بیٹھی۔

مختصر لشکر دہشوار کی جانب روانہ ہوا مظلوم لبنیٰ کے ہاتھوں میں اس وقت بھی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

دہشوار یہاں سے فاصلہ پر تھا۔ وہ تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ جب آفتاب بلند ہو کر نصف النہار پر پہنچ گیا۔ اور اس کی ترچھی کرنیں شعاعیں بالکل سیدھی ہو گئیں تو یہ لوگ ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک چھوٹی پہاڑی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

چونکہ دوپہر کا وقت تھا۔ دھوپ تیز پڑ رہی تھی۔ ہوا بالکل بند تھی۔ اس لئے گرمی زیادہ ہو گئی تھی۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے ان سب کو پسینہ آ رہا تھا۔ ان لوگوں نے پہاڑی کا کر تھوڑا ہی سا حصہ طے کیا تھا۔ کہ انکے گھوڑے چونکے۔

انہوں نے کنوتیاں کھڑی کیں۔ سوار سنبھلے۔ ارسوس نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ قریب ہی کوئی خونخوار جانور ہے۔

ابھی کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ کہ دفعتاً اللہ اکبر کے ہیبتناک نعرہ کی آواز آئی۔

اس نعرہ سے آواز باز گشت پیدا ہوئی زمین ہل گئی اور پہاڑی تھرا گئی۔ مسیحی لرزنے لگے۔ گھوڑے کانپ گئے عیسائیوں نے حیرت اور خوف بھری نظروں سے اسکی طرف دیکھا

جس طرف سے نعرہ کی آواز آئی تھی۔ اسی طرف سے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آرہی تھی دیکھتے ہی دیکھتے ایک چٹان کے پیچھے سے مسلمان نمودار ہوئے۔ وہ نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آرہے تھے۔

جب وہ سب چٹان کے پیچھے نکل آئے۔ عیسائیوں نے دیکھا۔ وہ کل ساٹھ سوار تھے پہلے تو عیسائی سخت خوفزدہ ہو گئے تھے۔ مگر جب انھوں نے اس قدر کم مسلمان دیکھے تو انکا خوف جاتا رہا۔ اور ارسوس نے کہا۔ دلیروان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو عیسائیوں نے دونوں لڑکیوں کو پیچھے کر دیا۔ اور خود آگے بڑھ کر تلواریں میانوں سے کھینچ لیں مسلمان بھی قریب آکر رکے۔ انھوں نے بھی تلواریں بلند کیں۔ دونوں فریقین بڑھے۔ تلواریں جھکیں اور جنگ شروع ہو گئی۔

چوتھا باب

"کامیابی"

قصہ کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کچھ پچھلے واقعات بیان کرنے ضروری ہیں جب سعدؓ۔ ضرارؓ اور ان کے دوسو ہمراہی مسیب وررافع کی کوششوں سے عیسائیوں کے پنجہ سے آزاد ہو گئے تھے۔ اور انھوں نے ان عیسائیوں کو بھی شکست دیدی تھی۔ جو فضل بن عباس کے سامنے سے بھاگ کر آئے تھے۔ وہ مظفر و منصور ہو کر واپس لوٹے تھے مگر اس فتح پر خوش نہیں تھے۔ بلکہ ملول و افسردہ خاطر غمگین تھے۔ کیونکہ پری زاد دلہنؓ اور نوجوان ریاضؓ کو انھوں نے کھو دیا تھا۔ وہ انہیں نہ مل سکے تھے۔ چونکہ انکے متعلق کوئی علم نہ تھا جو عیسائی اسیر ہوئے تھے۔ وہ خود ناواقف تھے۔ وہ بھی انکے متعلق کچھ نہ بتا سکے تھے اسلئے مجبور ہو کر وہ لوٹ آئے تھے۔

یوں تو سارے ہی مسلمان آزردہ تھے لیکن سعدؓ کو سب سے زیادہ غم تھا۔ وہ اس قدر بیقرار تھا۔ کہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتا تھا۔ اسے کیسے چین آسکتا تھا کیونکہ اسکی سگی

ہمشیرہ عیسائیوں کے پنجے میں پھنس گئی تھی۔ اس کا دوست جس کے لئے وہ اپنا سب کچھ نثار کر سکتا تھا بیرحم عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو چکا تھا۔ وہ جس قدر بھی غمگین اور بیچین ہوتا حق بجانب تھا۔

اس کی بیچینی غمگینی اور تڑپ مسلمانوں سے دیکھی نہ جاتی تھی خصوصاً حضرت خالدؓ سے۔ وہ اسے تسلی دے کر سمجھا سمجھا کر اسکے غم کے خیال کو ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن جو غم اٹھتے بیٹھتے بے قرار کر رہا تھا۔ جس نے دلمیں ناسور کر دیا تھا۔ وہ کیسے بھولا جا سکتا۔

سعد کے دل پر اس کی ہمشیرہ۔ اسکے دوست کی یاد کا چرکا لگا تی تھی اس نے کئی وقت کھانا نہ کھایا۔ غم اٹھانے کھانا نہ کھانے سے وہ اس قدر مضمحل ہو گیا تھا کہ بیمار سا نظر آنے لگا تھا۔

خالدؓ سے اس کی یہ کیفیت نہ دیکھی گئی۔ انھوں نے جاسوسوں کو بلا کر حکم دیا کہ وہ لبنیٰ اور ریاض کا پتہ لگا کر لائیں ان سے انعام کا وعدہ کیا گیا۔ انہوں نے اقرار کیا اور وہ روانہ ہو گئے۔

مسلمانوں کے جاسوس وہ عیسائی تھے جن پر مسلمانوں نے بیحد احسان کئے تھے پھر جاسوسی محض احسان ہی کے صلے میں نہ ہوتی تھی۔ بلکہ ان کو اس کے معاوضہ میں گرانقدر انعام اور بخششیں دی جاتی تھیں۔ وہ نہایت خوشی سے جاسوسی کی خدمت انجام دیتے تھے کئی دن کے بعد سراغرساں واپس آئے۔ انہوں نے کہا۔ لبنیٰ اور ریاض اسوقت تک بخیر ہیں۔ قید ہیں۔ ریاض کو قربان گاہ پر زندہ چڑھایا جائے گا۔ اور لبنیٰ کو قلعہ دمشق ارہی تا اختتام جنگ قید رکھا جائے گا۔ دونوں خبریں حوصلہ شکن تھیں۔ سعد کو بیحد رنج ہوا۔ مگر وہ مجبور تھا۔ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ لبنیٰ کی طرف سے اسے قدرے یہ اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ وہ ابھی قید رکھی جائے گی لیکن ریاض کے بھینٹ چڑھائے جانے کی خبر نے اسے بہت زیادہ غمزدہ کر دیا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ بیدرد و بیرحم مسیحی بھینٹ چڑھائیں گے وہ نماز پنجگانہ کے بعد پہلے ریاض اور پھر لبنیٰ کے بخیریت رہنے اور دوبارہ آملنے کی دعائیں مانگتا تھا۔ ایک دن جبکہ وہ نماز مغرب پڑھ کر آیا تھا۔ خالدؓ نے اسے بلایا۔ وہ انکے خیمے پر پہونچا

خالدؓ نے کہا۔ ایک خوشخبری سن لو!!

سعد نے ایسی غمزدہ اور افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا گویا ان کیلئے خوشخبری کی کوئی امید نہ تھی۔ خالد انکی درد بھری نگاہوں کو دیکھ کر بیقرار ہو گئے انھوں نے کہا سعد بالکل مایوس نہ ہو جاؤ۔ خدا پر بھروسہ رکھو وہ بہتر کریگا۔ مجھے خدا کی ذات پر قوی امید ہے کہ وہ ہمیں ہمارے دوستوں کی طرف سے بالکل مایوس نہ ہونے دیگا یہ اسکی طرف سے آزمائش ہے۔ ابتلاء آزمائش کے لئے ہی ہوتی ہے بے صبر ہو کر گنہگار نہ بنو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔

ترجمہ (اے محمد صلعم) اور صبر کرنیوالوں کو خوشخبری سناؤ۔ جب انھیں مصیبت پہنچے وہ کہیں کہ ہم اللہ کا مال ہیں اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگ مبارکبادی کے قابل ہیں۔ خدا کی طرف سے رحمت کے حقدار وہی ہیں اور راہ پر ہیں۔

سعدؓ نے کہا۔ خدا کی قسم میں اس خوف سے ضبط و صبر کر رہا ہوں میں ہی جانتا ہوں کہ کسقدر مجھے غم ہے۔ حیرت ہے کہ میں وفور غم سے ہلاک کیوں نہیں ہو جاتا۔

خالدؓ۔ قبل از وقت کوئی ہلاک نہیں ہو سکتا۔ سنو لبنیٰ بخیریت ہے۔ ارسوس والی دہشوار کی حراست میں دہشوار جانے والی ہے۔

سعدؓ۔ غور سے سن رہا تھا۔ اس نے دریافت کیا وہ کہاں ہے؟

خالدؓ۔ دہشوار سے دوسری طرف جس جگہ عیسائیوں کا کیمپ ہے۔

سعدؓ۔ وہاں کیوں؟

خالدؓ۔ وہ ارسوس کی حراست میں دی گئی ہے۔ ارسوس بہ نظر اوباش ہے۔ وہ قیطارس کی ہمشیرہ میرونہ اور لبنیٰ کو حراست میں لئے کسی خاص مقصد سے پڑا ہے۔

سعدؓ۔ اسکے ہمراہ کسقدر لشکر ہے؟

خالدؓ۔ بہت تھوڑا صرف دو ڈھائی سو سوار۔

سعدؓ نے جلدی سے کہا۔ بس تو مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے قبیلہ کے پچیس سوار لیکر روانہ ہو جاؤں۔

خالدؓ۔ پچیس نہیں سو سوار لے جاؤ۔

سعد۔ تو کیا کرنے ہیں۔ اول تو اتنے لوگ تیز نہ دوڑ سکیں گے دوسرے اندیشہ ہے کہ مبادا عیسائیوں کے سراغرساں جو کہ ہمارے لشکر میں بکھرے پڑے ہیں اتنے آدمیوں کو روانہ ہوتے دیکھ کر کچھ کھٹک نہ جاویں۔ اور ہماری روانگی کی اطلاع عیسائیوں کو نہ کردیں۔

خالدؓ۔ یہ سچ ہے۔ اچھا تم ساٹھ مسلمانوں کو لے جاؤ۔ آدھی رات کے بعد کوچ کردو نہایت احتیاط سے روانہ ہونا۔ میں عشاء کی نماز کے بعد اس جاسوس کو جس نے یہ خبر مجھ سے بیان کی ہے تمہارے خیمہ پر روانہ کردوں گا۔ وہ راستہ سے بخوبی واقف ہے تمہیں ایسے راستہ سے لے جائیگا جو قریب بھی ہو اور خطرہ بھی نہ ہو۔

سعدؓ نے کہا بہتر ہے۔ اور وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمہ میں آیا۔ اس نے اپنے غلام کے ذریعہ سے ساٹھ آدمیوں کو بلایا۔ وہ آگئے تو اس نے کہا مجھے ایک خفیہ مہم پر جانا ہے صرف ساٹھ آدمی لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے۔ ساٹھوں آدمیوں کو اسی لئے بلوایا ہے اگر تم مناسب سمجھو تو میرے ہمراہ چلو۔"

ایک شخص نے کہا۔ آپکی مہربانی ہے۔ آپ نے ہمیں خفیہ مہم پر جانے کے لئے منتخب کیا ہے۔ اس انتخاب پر ہم آپ کا بے پایاں شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہم سب کے سب آپکے ہمراہ چلنے کے لئے بسروچشم تیار ہیں۔

سعدؓ۔ کسی صاحب کو کوئی اعتراض ہو تو نہ جائیں؛

سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا۔ کسی کو اعتراض نہیں۔ اور اگر آجکل کے مسلمان ہوتے تو پہلے یہ دریافت کرتے کہ کیا کام ہے؟ کہاں جانا ہے؟ کوئی اندیشہ تو نہیں۔ اور کسقدر فاصلے پر جانا ہوگا۔

جب تک انہیں انکے تمام سوالات کا تسلی بخش جواب ملجاتا تو شاید کہتے کہ اتنی دور جبکہ غیر ملک میں عیسائی زمین کے چپہ چپہ پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ایسی جرأت حماقت پر

بنی ہے۔ اسی بحث ومباحثہ میں افشائے راز ہو جاتا۔ اور اوّل تو کام پر روانہ ہی نہ ہوتے۔ اور اگر روانہ بھی ہوتے تو ناکام واپس آتے۔

لیکن وہ قرون اولیٰ کے مسلمان تھے انھیں کسی بات کے دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو کام بتادیا جاتا کرنے پر تیار ہو جاتے تھے۔ بحث وتجسس کو محض تضیع اوقات جانتے تھے۔

سعدؓ نے ان لوگوں سے کہا۔ آج ہی آدھی رات کے وقت روانہ ہونا ہے۔ آپ جاکر تیاری کرلیں لیکن نہایت خاموشی کیساتھ کسی کو آپکی تیاری اور کہیں روانہ ہونیکی خبر نہ ہونے پائے۔ آدھی رات کو آپ خود بخود گھوڑوں پر سوار ہو کر تشریف لے آویں۔

سب نے بہت اچھا کہا۔ اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ سعدؓ نے اپنی زرہ نکالی ہتھیار اٹھائے۔ انھیں صاف اور صیقل کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اسود، ریاض کا غلام حاضر ہوا۔ اسکے بشرہ سے بھی غم و فکر کے آثار ظاہر ہوئے۔

اس نے حضرت سعدؓ سے کہا۔ مجھے سالار اعظم نے بتایا ہے کہ آپ آدھی رات کو کسی مہم پر جانے والے ہیں کیا آپ مجھے اپنے ہمراہ لے چلیں گے۔

سعدؓ نے کہا۔ اسود آؤ بیٹھو۔ معلوم ہوا ہے کہ لبنیٰ دو سو عیسائی کی حراست میں قلعہ دشوار میں جانیوالی ہے میں خدا کا نام لیکر اسکی رہائی کیلئے جانیوالا ہوں۔ اگر تم اسکا سبب سمجھو تو چلو۔ میں بڑی خوشی سے اپنے ساتھ لے چلوں گا۔

اسود بیٹھ گیا۔ اس نے کہا میں ضرور آپ کے ساتھ چلوں گا میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔ میں اپنے آقا ریاض کے پاس پہنچنا چاہتا ہوں۔ شاید اس حیلہ سے میں ان تک پہنچ جاؤں۔

سعدؓ۔ ضرور چلو تیار ہو کر آجاؤ۔

اسود اٹھ کر چلا گیا۔ سعدؓ پھر ہتھیار صیقل کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد عشاء کی نماز ہوئی۔ اس نے ہتھیار اور زرہ کو سمیٹ کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور نماز پڑھنے کیلئے روانہ ہوا۔

مسلمانوں نے نماز کیلئے پہاڑی کے دامن میں ایک وسیع میدان تجویز کر رکھا تھا۔ تمام مسلمان اذان سنتے ہی اس میدان میں آکر نماز پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ جب سعدؓ اس

میدان میں پہنچا تو ہزاروں مسلمان آ چکے تھے۔ اور ہزاروں آ رہے تھے۔

لوگوں کے آنے کا تانتا لگا ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے تیز قدمی سے لپکے چلے آ رہے تھے۔ جیسے کہ اس میدان میں کوئی نعمت بٹنے والی ہے اور وہ اسے حاصل کرنے کیلئے جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتے ہیں۔ چشم زدن میں مسلمانوں سے وہ میدان لبریز ہو گیا سب نے وقت معینہ پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر سعدؓ اپنے خیمہ پر آیا۔ انکے آتے ہی انکا غلام حاضر ہوا اس نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ سعدؓ نے بھوک نہ ہونے کا عذر کر دیا۔

غلام نے کہا۔ یا سید جی۔ آپ مہم پر روانہ ہونے والے ہیں۔ نہ معلوم کیا واقعہ پیش آئے اور کب کھانا ملے۔ اسلئے تھوڑا بہت کھا لیجئے۔ کھانے سے قوت بنی رہتی ہے سعدؓ کو غلام کی یہ بات پسند آئی۔ اسلئے اس سے کھانا لانے کیلئے کہا۔ غلام چلا گیا۔ اور بہت جلد کھانا لیکر حاضر ہوا۔ سعد نے جس قدر اسے بھوک تھی کھایا۔ غلام پس خوردہ کھانا لیکر چلا گیا۔ سعدؓ بیٹھ کر کچھ غور کرنے لگے۔

غالباً وہ مہم سر کرنے کی تدبیر سوچنے میں مستغرق تھا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ایک عیسائی خیمے میں داخل ہوا۔ اس نے سعدؓ کو سلام کیا۔ سعد سمجھ گئے کہ یہ وہ جاسوس ہے وہی جاسوس جس کو حضرت خالدؓ بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ انھوں نے کہا آؤ بیٹھ جاؤ۔ عیسائی ان سے کسی قدر فاصلے پر بیٹھ گیا۔ اس نے دیکھا کہ سعدؓ کے خیمہ میں کمبلوں کا فرش ہو رہا تھا۔ اسے اس پر کچھ تعجب نہ ہوا۔ کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا۔ کہ مسلمانوں کے سپہسالار کا خیمہ بھی کمبلوں سے مزین تھا۔

اگرچہ مسلمان متمول ہو گئے تھے۔ انکے پاس دولت کی کمی نہ رہی تھی۔ وہ اپنے خیموں میں قالین اور مخمل کا فرش بچھا سکتے تھے۔ لیکن وہ عیش و عشرت میں غرق ہونا نہ چاہتے تھے۔ انکی معاشرت سادہ تھی۔

سعدؓ نے کہا تم ہی بنی کی خبر لیکر آئے ہو۔

عیسائی نے جواب دیا جی ہاں۔

سعدؓ۔ ہمیں کتنی دور چلنا ہوگا؟
عیسائی۔ شاید پندرہ میل۔
سعدؓ نے متحیر ہو کر اس مسیحی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پندرہ میل! سنا ہے کہ اتنے فاصلہ پر تو قلعہ دہشوار ہی ہے۔
عیسائی۔ جی نہیں۔ دہشوار صرف دس میل کے فاصلے پر ہے۔ اور دہشوار سے پندرہ میل دور ارسوس خیمہ زن ہے۔
سعدؓ۔ اس طرح بھی وہ ہم سے پچیس میل کے فاصلے پر ہے۔
عیسائی۔ جی ہاں لیکن ہمیں دہشوار کیا لینے جانا ہے۔ ہم سیدھے اس پہاڑی کے دامن میں چل کر وہاں پہنچ جائیں گے۔ سیدھا چلنے سے ہمیں دس میل کی مسافت بچ جائے گی۔
سعدؓ۔ شاید تم یہاں کے راستہ سے بخوبی واقف ہو؟
عیسائی۔ میں اس سرزمین کے چپہ چپہ کو جانتا ہوں۔ اشموئین میرا وطن ہے۔
سعدؓ۔ کیا یہ وہی اشموئین ہے جہاں کا بادشاہ شاؤل ہے۔
عیسائی۔ جی نہیں۔
سعدؓ۔ تم نے لبنیٰ کو تو نہیں دیکھا۔
عیسائی۔ دیکھا ہے۔
سعدؓ نے اشتیاق آمیز نظروں سے عیسائی کو دیکھ کر دریافت کیا۔ تم نے اسکو کیسا پایا؟
عیسائی۔ نہایت غمزدہ۔ غریب بیکس دوشیزہ کو بارِ غم کچلے ڈالتا ہے۔
سعدؓ کو قلبی صدمہ ہوا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ ہونٹوں پر خشکی دوڑ گئی۔ اس نے ضبط کیلئے اپنے لبوں کو دانتوں میں دبا لیا۔
عیسائی نے اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ان سے کہا۔ غم نہ کیجئے۔ آپ اس معصوم حسینہ کو چھڑا لیں گے۔
سعدؓ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ خدا کرے میں اسے چھڑا سکوں۔ اسکے بعد تھنتنف

امور پر گفتگو ہوتی رہی جب آدھی رات کا عمل ہوا۔ تو ان دونوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنی۔

سعد رضؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ آدھی رات آگئی ہے۔ میرے ہمراہ جانے والے لوگ تیار ہوکر آگئے ہیں۔

عیسائی نے ابھی کوئی جواب نہ دیا تھا کہ سعدؓ کا غلام حاضر ہوا۔ اس نے کہا کیا سیٹل ہی مجاہدین تیار ہوکر آگئے ہیں۔

سعدؓ جلدی سے اٹھا۔ اس نے زرہ بکتر پہنا ہتھیار لگائے اور عیسائی کو ساتھ لیکر باہر آیا۔ اس نے ساٹھ مجاہدین اسلام کو گھوڑوں پر سوار دیکھا۔ غلام نے انکے گھوڑے پر پہلے سے ہی زین کس دیا تھا۔ وہ اور عیسائی دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے فوراً ہی اسود بھی آگیا۔

یہ سب آہستہ آہستہ چلے لشکر سے باہر نکلتے ہی تینوں نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا اس وقت آدھی رات سے کسی قدر زیادہ گذر چکی تھی۔ اندھیری رات تھی اور ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

چاروں طرف سیاہ چادر سی تنی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ آسمان کا رنگ سیاہ ہوگیا تھا۔ تارے تمام آسمان پر بکھرے پڑے تھے نہایت آب و تاب سے چمک رہے تھے۔ ان تاروں کی ہلکی سی ضیا نے زمین پر اس قدر اجالا تھا کہ قدم دو قدم کی چیز نظر آجاتی تھی۔ دور کی چیزیں نہایت بھیانک اور خوفناک معلوم ہو رہی تھیں۔ تاریکی بڑھتے ہوئے اندھیرے میں کھوئی جاتی تھیں۔ اسوقت کائنات بالکل خاموش تھی اور فضا ساکت تھی۔

یہ لوگ نہایت تیزی سے چلے جا رہے تھے۔ عیسائی جاسوس رہبر رہا ہے کہ سب آگے تھا۔ اس نے ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو پہاڑ کے دامن تھا۔

صبح تک یہ لوگ برابر چلتے رہے۔ جب صبح صادق کے آثار ظاہر ہوئے اور مشرق سے زردی نما سفیدی نمودار ہوئی۔ پرندوں نے چہچہا کر صبح کی آمد کا پیغام دینا شروع کیا

تک ایک چشمہ کے کنارے پہنچ گئے۔ گھوڑوں سے اترے۔

حوائج ضروری سے فراغت کر کے صبح کی نماز پڑھی نماز سے فارغ ہو کر پھر گھوڑوں سوار ہوئے۔ اور ایک درہ میں گھس کر پھر چلنے لگے۔ پھر تین گھنٹے سفر کرنے کے بعد رہبر نے ان کو روک کر کہا۔

اس جگہ ٹھہر جاؤ۔ کچھ دیر آرام کر لو۔ میں عیسائیوں کی خبر لے آؤں جاسوس یہ کہتے ہوئے روانہ ہو گیا مسلمان گھوڑے سے اتر کر سبزہ زار چٹانوں کے اوپر بیٹھ گئے۔

یہ جگہ نہایت پر فضا تھی۔ چٹانیں سبزہ زار تھیں۔ درختوں کے جھنڈ کثرت سے کھڑے تھے۔ اگرچہ دوپہر کا وقت قریب آ گیا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ چونکہ خفیف خفیف ہوا کے جھونکے چل رہے تھے۔ ہوا پاس کے درختوں میں سے ہو کر آ رہی تھی۔ اسلئے کسی قدر خنکی آمیز تھی۔

مسلمانوں کو اس جگہ بیٹھے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ عیسائی واپس آ گیا اس نے قریب آتے ہی کہا۔ مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ۔ عیسائی دشوار پہنچنے کیلئے روانہ ہو چکے ہیں۔ سعد نے اس کے قریب آ کر دریافت کیا۔ وہ ہم سے کتنے فاصلے پر ہیں؟

عیسائی۔ بہت قریب۔ زیادہ سے زیادہ چار فرلانگ کا فاصلہ ہو گا۔

سعد۔ کیا تم نے لبنیٰ کو انکے ساتھ دیکھا ہے

عیسائی۔ نہیں میں دور سے ان کو دیکھ کر آپ کو اطلاع کرنے کیلئے دوڑا چلا آیا۔ میرا خیال ہے کہ لبنیٰ انکے ساتھ ضرور ہے۔

سعد نے کچھ اور دریافت نہ کیا۔ وہ اور تمام مسلمان گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ وہ عیسائی کے پیچھے پیچھے جا کر ایک بہت بڑی چٹان کی آڑ میں چھپ گئے۔ ابھی وہ اچھی طرح چھپنے بھی نہ پائے تھے کہ انہوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنی جو کہ دم بدم قریب ہوتی جا رہی تھی۔ مسلمان سنبھل گئے۔ ہوشیار ہو گئے۔

جب آواز بالکل قریب آ گئی۔ تو عیسائی نے کہا۔ اب ہمیں ان پر حملہ کرنا چاہیے اتنے میں مسلمان بڑھے۔ وہ چٹان سے آگے نکلے عیسائیوں نے انہیں دیکھا عیسائی لارنگ

اور اسکے ہمراہی تھے۔ پہلے تو وہ مسلمانوں کو دیکھ کر خوفزدہ ہوئے لیکن جب انھیں مسلمان تھوڑے نظر آئے تو ان کا خوف جاتا رہا۔ ارسوس نے کہا۔ دلیرو ان گنتی کے چند مسلمانوں کو گھیر کر مار ڈالو۔

عیسائی فوراً مسلمانوں کی طرف جھپٹے۔ مسلمان انکی طرف لپکے فریقین نے تلواریں کھینچ لیں۔ اور نہایت خونریز جنگ شروع ہوگئی۔

عیسائی اس خیال سے کہ مسلمان تھوڑے ہیں نہایت بیباکی سے ان پر حملہ آور ہوئے مسلمان ایسے عزم و استقلال سے جیسے کہ انھیں یہ کام ختم ہی کرنا ہے سر جھکا کر مصروف پیکار ہوگئے۔

سعدؓ نہایت جوش۔ دلیری اور شدت سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ جس پر بھی حملہ کرتے اسے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتے۔ اسے جوش تھا اور غصہ تھا۔ اور وہ تنہا تمام عیسائیوں کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ عیسائیوں کی صفوں میں گھسا ہوا نہایت دلیری اور جوانمردی کے ساتھ لڑ رہا تھا۔

اسود بھی غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ وہ ایسی سختی سے لڑ رہا تھا۔ گویا اس تنہا نے ہی تمام عیسائیوں کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اور اپنا ارادہ پورا کرنے کے لئے جھپٹ جھپٹ کر جلدی جلدی جنگ کر رہا تھا۔ اس نے آٹھ دس عیسائیوں کو قتل کر کے ڈال دیا تھا۔ دراصل سعدؓ اور اسود ہی کیا سارے مسلمان ہی کمال شدت سے لڑ رہے تھے سب یہی چاہتے تھے کہ ہم ہی ان عیسائیوں کو قتل کر کے ڈالدیں عیسائی بھی کچھ موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔ وہ بھی بڑے جوش بڑی دلیری اور جرأت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔

لیکن انکی تلواریں جیسے کند ہو گئی تھیں کام ہی نہ کرتی تھیں۔ وہ جوش میں آکر اور غصہ میں بھر کر حملے کرتے تھے لیکن مسلمان جیسے زرہیں پہنے ہوں ان پر کسی عیسائی کی تلوار اثر نہ کرتی تھی۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائیوں کو بہت غصہ آیا اور مزید شدت سے حملہ کئے جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ تجر دحہ۔ چیخ رہے تھے۔

آلات حرب کی جھنکار ہو رہی تھی۔ قومی نعرے لگائے جا رہے تھے۔ ان تمام آوازوں سے تمام میدان گونجنے لگا تھا۔

ارسوس عیسائیوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہا تھا۔ وہ خود بھی لڑ رہا تھا۔ عیسائی اس کی آواز پر جوش میں ابھر ابھر کر حملے کر رہے تھے۔ اسود نے ارسوس کی طرف دیکھا وہ اسکی طرف بڑھا۔

دو تین عیسائی سد راہ ہو گئے۔ وہ ان سے بھڑ گیا۔ اس نے ان تینوں کو کاٹ کر ڈالا۔ اب وہ بڑھ کر ارسوس کے پاس پہنچ گیا۔ ارسوس نے اسے اپنے قریب دیکھا۔ اپنی تلوار ماری اسود نے ڈھال بڑھا دی۔ تلوار ڈھال سے اچٹ کر گھوڑے کی گردن پر پڑی۔ گھوڑے کی آدھی گردن کٹ گئی۔ گھوڑا ایکدم گرا۔ اور اسود کو کودنے کا موقع نہ ملا۔ وہ گھوڑے کے نیچے دب گیا۔

فوراً دو عیسائی گھوڑوں سے نیچے آ گئے۔ انہوں نے اسود کو مضبوط باندھ کر ایک گھوڑے پر لاد دیا۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کی یہ بہیمانہ کارروائی دیکھی۔ وہ سمٹ کر نہایت جوش سے حملہ آور ہوئے۔

عیسائیوں نے پوری طاقت سے ان کا حملہ روکا۔ لیکن وہ نہ روک سکے۔ ان کے بچاس سوار موت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ عیسائی گھبرا گئے۔ وہ پیچھے ہٹے مسلمان بڑھے!

انھوں نے ایک اور حملہ کیا۔ جس سے عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ قلعہ دمشوار کی طرف پسپا ہوئے مسلمانوں نے بڑھ کر چند عیسائیوں اور دونوں لڑکیوں کو اپنے نرغہ میں لیلیا اور ان گرفتار شدگان مسیحیوں کا نہایت سرعت کے ساتھ فیصلہ کر دیا۔

ارسوس جنگ کی یہ کیفیت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ بھی ذہنی اور لیعطرت بھاگا اسکے پیچھے پیچھے عیسائی بھاگ گئے۔

مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور وہ دور تک انھیں مارتے کاٹتے چلے گئے۔ عیسائی ایسے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں کی زد سے باہر نکل گئے۔

وہ اس گھوڑے کو بھی ہانک لائے جس پر اسود کو باندھ دیا گیا تھا۔ مسلمان اس خوف سے واپس لوٹے کہ کہیں اور کوئی گروہ عیسائیوں کا انکی مدد کیلئے نہ آجائے۔ انھیں شدید ترین رنج پہنچا کہ آج انھوں نے ریاض کی یادگار اسکے غلام کو بھی کھو دیا۔

سب مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے۔ پردہ نشین کے پاس گیا لبنی گھوڑے سے نیچے اتر آئی۔

سعد رضی اللہ عنہ بھی اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ وہ لبنیٰ کی طرف بڑھا۔ لبنیٰ آغوش کشادہ ہو کر سعد کے پاس آئی۔ اور آہ بھائی کہتے ہوئے اس سے لپٹ گئی۔

اسکی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ وہ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگی سعد اگرچہ مرد تھا۔ مستقل مزاج تھا۔ مگر عرصہ کے بعد اپنی ہمشیرہ سے ملنے اور ان کے رونے سے چشم پر نم ہو گیا۔

دیر تک اسے اپنے سینہ سے لگائے رہا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے لبنیٰ کو آہستہ آہستہ اپنی آغوش سے الگ کرتے ہوئے کہا۔

لبنیٰ نہ روؤ۔ اب نہ روؤ۔ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔

لبنیٰ اب رو رہی تھی۔ اس نے اپنے آنچل سے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ آہ رونا اچھا میں نہیں۔ دل خود بخود بھرا چلا آتا ہے۔

سعد رضی اللہ عنہ۔ خدا کا شکر ادا کرو۔ اس نے تم کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہائی دلائی۔

یہ کہتے ہی سعد رضی اللہ عنہ نے نازک اندام لبنیٰ کے ہاتھوں کو دیکھا۔ اس کے نرم نازک ہاتھوں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ سعد یہ دیکھ کر تڑپ گئے۔ اور انہوں نے نہایت سرعت سے اس کی زنجیر کاٹی۔

لبنیٰ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ میں خدا کی بیحد شکر گزار ہوں اس نے بڑا کرم کیا ہے۔ میرونہ کا چہرہ فق تھا۔ خوبصورت آنکھوں سے خوف ہراس ٹپک رہے تھے وہ دہشت سے کانپ رہی تھی۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پیاری ہمشیرہ گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ ادروس اور جمعیت لیکر واپس نہ آ جائے۔ ہمیں اس جگہ سے فوراً ہی چل دینا چاہئے۔

لبنیٰ نے پھر اپنے آنسو پونچھے۔ وہ اپنے گھوڑے کی طرف چلی۔ سعد نے اسے سہارا دیکر سوار کرایا۔ اور خود بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ تمام مسلمان اسکے قریب آ گئے۔

یہ سب لوگ میرونہ کو حراست میں لیکر جس راستہ سے آئے تھے اسی راستہ سے روانہ ہو گئے۔ اس مختصر لڑائی میں بھی ایک سو تیس قتل ہوئے۔ اور مسلمان ایک بھی شہید نہ ہوا۔

البتہ چند ایک مسلمان زخمی ہو گئے تھے۔ اسود اسیر ہو گیا۔

پانچواں باب

ایک اور اسیر محبت

سعدؓ اور اسکے ہمراہی نہایت تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ انہیں اپنا تعاقب کئے جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لئے جسقدر تیز وہ چل سکتے تھے چلے جا رہے تھے۔ لبنیٰ، میرونہ، سعدؓ تمام مسلمانوں سے تقریباً ایک فرلانگ آگے بڑھتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ انکے پیچھے مسلمان چار چار کی قطاریں آ رہے تھے۔

باوجودیکہ لبنیٰ عیسائیوں کی قید سے آزاد ہو گئی تھی۔ اور اپنے بھائی کے ساتھ جا رہی تھی۔ اسے خوش ہونا چاہیئے تھا لیکن وہ خوش نہ تھی اس کے روشن چہرے سے حزن وملال کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ ہوشربا آنکھوں سے غم واندوہ ٹپک رہے تھے وہ اب بھی مجسمہ غم معلوم ہوتی تھی لیکن اس غمگینی میں بھی وہ کمال دلربا معلوم ہوتی تھی۔

اگرچہ ایک انسان جو ذی ہوش ہوتا ہے۔ بندۂ نفس نہیں ہے ایک پری پیکر کو آزردہ خاطر نہیں دیکھ سکتا حتی الامکان اس کے خوش کرنیکی کوشش کرتا ہے کیونکہ ایک پری زاد کا ہنس مکھ چہرہ نہایت دلکش معلوم ہوتا ہے لیکن خفگی اور خصوصاً بناوٹی خفگی خندہ پیشانی سے بسا اوقات سبقت لیجاتی ہے اور کبھی کبھی حسینوں کی غمزدہ صورت بھی بہت پیاری معلوم ہونے لگتی ہے۔

لبنیٰ جو چاند تھی۔ غلط چاند سے زیادہ روشن دلفریب اور دلکش تھی۔ اسوقت غمزدہ تھی۔ مگر وہ اس حالت میں بھی بڑی ہی بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ لبنیٰ کی آزردگی حق بجانب تھی اسے ریاض سے محبت تھی۔

ریاض عیسائیوں کے پنجہ میں اسیر تھا۔ اس کے لئے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھائے جانیکا حکم ہو چکا تھا۔ غریب دوشیزہ کو ریاض کی محبت بیقرار کئے ہوئے تھی۔

جسوقت میرونہ گرفتار کی گئی تھی - وہ سخت غمزدہ تھی - اسکے چہرہ کی بشاشت رخصت ہو گئی تھی - شہابی رنگ پرواز کر گیا تھا - غم اور غصّہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا لیکن اب تھوڑی ہی دیر میں اس کی حالت میں انقلاب پیدا ہو گیا تھا - غم و فکر رخصت ہو گئے تھے - چہرہ پر بشاشت ٹپکنے لگی تھی - گورے اور چکنے گالوں پر سرخی جھلک آئی تھی - مدھ بھری آنکھوں میں کہربائی چمک پیدا ہو گئی تھی -

یہ محبت کی افسوں کاری تھی - جب سے اس نے سعد کو دیکھا تھا - اسکے دل میں اسکی محبت اثر کر گئی تھی - وہ دزدیدہ نگاہوں سے کبھی کبھی اسے دیکھ لیتی -

ہر مرتبہ دیکھنے پر اس کا دل محبت کے نئے مزے لیتا تھا - سعدؓ خوبرو تھا - نوجوان تھا حسین تھا - ایک مسیحی لڑکی کو اس سے محبت ہو جانا کچھ تعجب بات نہ تھی - لیکن تعجب یہ تھا کہ سعدؓ بھی فتنہ زا کی زلف گرہ گیر کا اسیر نظر آنے لگا تھا -

کبھی کبھی وہ بھی آنکھیں چرا کر اس پریزاد کو دیکھ لیتا تھا - جب کبھی دونوں کی آنکھیں چار ہو جاتی تھیں تو دو تیر نظر دونوں کے دل و جگر میں پیوست ہو جاتے تھے - اور دونوں کے دل مجروح ہو کر تڑپنے لگ جاتے تھے نظریں اٹھ کر جھک جاتیں یہ تمام لوگ اب بھی نہایت تیزی سے رواں ہو رہے تھے - اس وقت وہ پہاڑی کے دامن کو طے کر رہے تھے چلتے چلتے سعدؓ نے لبنیٰ سے دریافت کیا -

لبنیٰ - یہ حسین لڑکی کون ہے ؟

دراصل سعدؓ میرونہ سے براہ راست گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن رعب حسن سے اسے یہ جرأت نہ ہوتی تھی - اس لئے اس نے سلسلۂ گفتگو شروع کرنے کیلئے لبنیٰ سے سوال کیا -

لبنیٰ نے جواب دیا - یہ شہزادی ہے - قیطارس کی ہمشیرہ ہے -

سعدؓ - قیطارس کون ہے ؟

لبنیٰ - کوئی عیسائی فرمانروا ہے - میں اسے نہیں جانتی کہ وہ کہاں کا بادشاہ ہے -

میرونہ گفتگو کرنا چاہتی تھی - اس نے کہا میرا بھائی قیطارس جرجیس کا چچازاد بھائی ہے -

سعدؓ نے میرونہ کیطرف دیکھا - وہ محبت بھری نظروں سے سعد کی طرف دیکھ رہی تھی سعد

اس کی خدنگ افگن نظروں سے مجروح ہو گیا۔ اس نے اس غزالی رعنائی سے دریافت کیا۔ یہ جرجیر، کون ہے؟

میرونہ۔ افریقیا کا بادشاہ ہے۔

سعد نے کچھ عرصہ غور کرنے کے بعد کہا۔ کیا قیطاریس وہی ہے۔ جو اس دن حامی بن رہا تھا جس نے ضرار کو اور ہمارے ہمراہیوں کو گرفتار کر لیا تھا؟ میرونہ نے بے ساختگی سے کہا وہی ہے!

یہ کہتے ہی اس نے اپنی نازک سی زبان موتی جیسے دانتوں میں دبا لی۔ گویا اس سے سخت غلطی ہو گئی۔ اسے خیال ہوا کہ سعد کہیں اس سے ناخوش نہ ہو جائے کہ اس کے بھائی نے مسلمانوں سے جنگ کی تھی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے سعد کو دیکھا۔

سعد کے چہرہ سے کسی قسم کی کبیدگی کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے قدرے اطمینان ہوا۔ سعد نے اس سے دریافت کیا۔ اب قیطاریس کہاں ہے؟

میرونہ۔ عیسائی لشکر کے ساتھ محاذ جنگ پر گیا ہے۔

اب ظہر کا وقت ہو گیا تھا۔ سعد رک گیا اور اس نے کسی چشمہ کی تلاش شروع کی۔ تھوڑی دیر میں تمام مسلمان اس کے قریب آ گئے۔ عیسائی جاسوس بھی آ گیا۔

سعد نے اس سے دریافت کیا۔ کیا یہاں قریب کوئی چشمہ ہے؟

جاسوس نے جواب دیا۔ چشمہ قریب ہی پہاڑی کے پیچھے بہہ رہا ہے۔ چشمہ پر جا کر کیا کیجئے گا؟

سعد۔ ظہر کا وقت ہو گیا ہے۔ وضو کر کے نماز پڑھنا ہے۔

جاسوس۔ نماز پڑھنے میں دیر لگے گی۔ عیسائیوں کے تعاقب میں آنے کا اندیشہ ہے۔ اس وقت نماز کو رہنے دیجئے۔

سعد۔ ایک مسلمان تلواروں کے سایہ میں بھی نماز کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مسلمان نماز پڑھنے ہی سے مسلمان کہلاتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوگا۔ عیسائیوں کے آ جانے کے خدشہ سے نماز قضا نہیں کی جا سکتی۔

عیسائی جاسوس نے کہا۔ خدا کی قسم تمہاری کامیابی کی بھی یہی وجہ ہے۔ تم سفر میں سفر

ہیں خوشی میں، دکھ میں، تندرستی میں، غم میں، فکر میں کسی وقت بھی نماز نہیں چھوڑتے
برابر خدا کو یاد کرتے ہو۔ خدا تم کو یاد کرتا ہے۔ تمہاری خبر لیتا ہے۔ تمہاری اعانت کرتا ہے
ورنہ تم مٹھی بھر مسلمان ٹڈی دل عیسائیوں پر کیسے فتحیاب ہو جاتے۔!!

سعد نے کہا۔ یہی بات ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ جو مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں
جسے خدا یاد کرے وہ کبھی غم و آلام میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ جب مسلمان خدا کو یاد کرنا
چھوڑ دیں گے وہ مغضوب الٰہی ہو کر غم و مصائب کے بھنور میں پھنس جائیں گے۔

جاسوس۔ آیئے میں آپکو چشمہ بتا دوں۔

سارے مسلمان اسکے پیچھے چلے۔ پہاڑی کے نیچے ہی لمبی لمبی گھاس سے ڈھکا ہوا
چشمہ بہہ رہا تھا۔ سب مسلمان گھوڑوں سے نیچے اتر آئے۔ لبنیٰ اور میرونہ بھی اتریں۔

میرونہ گھاس پر بیٹھ گئی مسلمانوں نے وضو کیا۔ نماز پڑھی، نماز پڑھ کر گھوڑوں
پر سوار ہو گئے اور پھر اسی سرنشتہ سے چل پڑے۔ چونکہ مسلمان اس ملک کے راستوں سے
ناواقف تھے۔ اسلئے وہ نہ جانتے تھے کہ اس وقت کہاں ہیں اور اسلامی لشکر ان سے کتنی
دور ہے۔ انہوں نے راستہ ہی میں ظہر اور عصر کی نمازیں گزاریں اور نماز پڑھتے ہی وہ چل پڑے۔

اب آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ اور مشرق کی جانب سیاہی کی چادر پھیلتی بڑھتے مغرب
تک پھیل گئی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا تھا۔ آسمان کی قندیلیں (تارے) روشن ہو گئی تھیں گرمیوں
کا موسم تھا۔ ہوا تدریجاً خنکی آمیز چلنے لگی تھی۔ موسم نہایت خوشگوار ہو گیا تھا۔ یہ لوگ نہایت
نہایت سرعت سے چلے جا رہے تھے۔ [illegible] انہیں دور سے متعدد جگہ آگ جلتی ہوئی
نظر آئی۔ انھوں نے اپنی رفتار کو اور تیز کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ اسلامی لشکر میں داخل
ہو گئے۔ یہ وہی دن تھا جس دن مسلمانوں اور عیسائیوں کی جنگ ہوئی تھی۔ مجاہدین اسلام
جنگ سے واپس آ کر عشاء کی نماز پڑھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔

جو لوگ جنگ میں مجروح ہو گئے تھے [illegible] انھوں نے مرہم پٹی نہ کی تھی جب سے
پہلے وہ نماز سے فارغ ہو جانا چاہتے تھے۔ [illegible] تمام مسلمان اپنے اپنے خیموں پر پہنچے ...
لبنیٰ اور میرونہ کو لشکر کے خیموں میں [illegible] کیا۔ سب [illegible] جلدی جلدی [illegible] نماز کو

نماز پڑھنے کیلئے روانہ ہوئے۔ اسوقت جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ ان سب نے بھی وضو کیا اور نماز میں شریک ہو گئے۔ سارے مسلمان نماز پڑھ کر لوٹے اپنے اپنے خیموں میں آ گئے۔

سعدؓ حضرت خالدؓ کے خیمہ میں پہنچے۔ اسوقت خالدؓ تنہا بیٹھے تھے۔ انھوں نے سعدؓ کو دیکھتے ہی دریافت کیا۔ سعدؓ تم آ گئے۔ کہو لبنیٰ ملی؟ سعد بیٹھ گئے انھوں نے کہا۔ ہاں خدا کی مہربانی سے مل گئی۔ حضرت خالدؓ یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئے انھوں نے سجدہ سے اُٹھ کر کہا خداوند کا ہزار ہزار شکر ہے۔ اور یقین کامل ہے کہ تم آزردہ خاطر نہ رہو گے۔

سعدؓ نے غم آلودہ لہجہ میں کہا خدا کا احسان ہے کہ اس نے لبنیٰ کو آزادی دلائی لیکن میرا دوست ریاض ابھی تک عیسائیوں کے پنجہ ستم میں اسیر ہے۔

خالدؓ۔ فکر نہ کرو انشاء اللہ وہ بھی آزاد ہو جائے گا۔ آج مجھے صبح ایک جاسوس نے بتایا ہے کہ وہ بولص کے لشکر میں قید ہے۔ اسے رہا کرانے کی فکر کی جائے گی۔ مجھے یہ قصہ سناؤ کہ تم نے لبنیٰ کو کس طرح سے آزادی دلائی۔

سعدؓ نے نہایت اختصار انہ طور پر جنگ کی تمام کیفیت سنائی۔ اس نے آخر میں کہا۔ جرجیس کا بھائی قیطارس ہے۔ قیطارس کی ہمشیرہ میرونہ گرفتار ہو گئی ہے۔

خالدؓ نے بجد مسرور و انبساط کہا۔ اب ریاض کی طرف سے کچھ زیادہ فکر نہیں رہا۔ اگر قیطارس اپنی بہن کو واپس لینا چاہے گا۔ تو اسے اسکے بدلے میں ریاض کو دینا پڑے گا۔

سعدؓ نے غم بھرے لہجہ میں کہا۔ افسوس یہ ہے کہ آج میں نے ریاض کی یادگار اس کے غلام اسود کو بھی اپنے ہاتھوں سے کھو دیا۔

خالدؓ۔ غم نہ کرو انشاء اللہ ریاض کے ساتھ ہی اسے بھی طلب کیا جائے گا۔

سعدؓ۔ فی الحال میرونہ کے متعلق کیا حکم ہے۔

خالدؓ۔ اسے لبنیٰ کے پاس رہنے دو۔ لیکن لبنیٰ سے کہہ دو کہ اسکی نگہداشت رکھے کہیں وہ فریب دیکر غائب نہ ہو جائے۔

سعدؓ نے کہا۔ میں اس کی خود بھی نگرانی رکھوں گا۔ اب خالدؓ نے آج کی جنگ کی روئیداد مختصر طور سے سنائی۔

سعد تمام حال سنکر نہایت خوش ہوا ۔ خصوصاً بولص کے قتل کئے جانے کی خبر سنکر بہت ہی مسرور ہوا ۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر اپنے خیمہ پر آیا ۔ کھانا کھایا اور سو رہا ۔

صبح جب آفتاب طلوع ہوا ۔ اور اس کی عالم تاب کرنیں اقصائے عالم میں پھیلنے لگیں تو مسلمان جنگ کی تیاریاں کرنے لگے لیکن انھوں نے عیسائی لشکر میں کوئی نقل و حرکت نہ دیکھی ۔

قبل اس کے کہ جنگ کی خستگی دور کرنے کیلئے آج وہ بھی آرام کرنا چاہتے تھے وہ عیسائیوں کو صف بستہ دیکھ کر کسی قدر خوش ہوئے ۔ سب کے سب اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو گئے ۔

میرونہ لبنیٰ کے خیمہ میں رہی تھی ۔ لبنیٰ نے اس کی مدارات میں کسی قسم کا دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا ۔ اس نے ہر ممکن طریقے سے اسے آرام پہنچانے کی کوشش کی ۔

میرونہ اپنا برتاؤ ۔ اور لبنیٰ کا لطف و کرم دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہو گئی لبنیٰ کے آنے کی خبر رات ہی عورتوں کو ہو گئی تھی لبنیٰ ابھی جب اپنے خیمہ میں پہنچی تھی ۔ تو عورتیں نماز کی تیاری کر رہی تھیں وہ بھی نماز پڑھنے لگی عورتوں نے اسے دیکھا وہ خوش ہو کر اس سے بغلگیر ہو کر ملیں سب نے اس کی رہائی پر اسے مبارکباد دی ۔

تمام عورتیں اسقدر خوش ہوئیں جیسی آجکل مسلمانوں کو عید کی خوشی ہوتی ہے ۔ نماز کے بعد ہر خیمہ میں لبنیٰ کی واپسی کا تذکرہ تھا ۔ صبح جب جنگ کے آثار نہ دیکھے تو عورتیں لبنیٰ سے ملنے کے لئے آنا شروع ہوئیں تو تانتا لگ گیا ۔ اگرچہ سب رات ہی اس سے مل چکیں تھیں ۔ لیکن ذرا سی دیر کی ملاقات سے انکے دل سیر نہ ہوئے تھے ۔

بڑی بوڑھیاں اسے آ کر پیار کرتی تھیں ، چھاتی سے لگاتی تھیں ۔ نوجوان اور اس کی ہم عمر لڑکیاں بغل گیر ہو رہی تھیں ۔ سب کے چہروں سے بے حد مسرت و انبساط کا اظہار ہو رہا تھا ۔

یہ عالم گیر ہمدردی ۔ یہ لازوال مسرت و بے پایاں اخوت دیکھ کر میرونہ کو رشک ہوا ۔ جس قوم میں اس نے پرورش پائی تھی ۔ اس کی عورتوں میں اس ہمدردی اور اخوت کا عشر عشیر بھی نہ تھا ۔

سب نے لبنیٰ کی کیفیت ابھی شوق دریافت کی ۔ لبنیٰ نے بھی تمام حال مفصل کہہ دیا ۔

مگر اس نے میرونہ کی سختیوں کا تذکرہ بالکل نہ کیا۔ میرونہ کو تعجب ہوا۔ اسے اسکی عالی ظرفی پر بے حد حیرت ہوئی۔

تب عورتوں نے میرونہ کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک شہزادی ہے۔ ذی مرتبہ۔ نہایت نیک اور خوش خلق ہے۔ تمام خواتین نے اسے محبت و وقعت کی نظروں سے دیکھا۔ میرونہ اس کی شرافت نگاہی اعلیٰ ظرفی بلند خیالی دیکھ کر بار حیاء سے دب گئی۔

وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ اس نے مظلوم لبنیٰ پر کیسے ستم برسائے تھے۔ اسے کم مرتبہ اور ذلیل سمجھا تھا۔ اس نے التجا کی رحم کے لیے تب اسکے پاؤں پکڑے تھے تو اسنے انہیں انتہائی فخر و نخوت سے ٹھکرا دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آج میرونہ اسکے قبضہ میں تھی وہ اس اسکی تمام بے رحمیوں کا انتقام لیتی اور کچھ بھی نہیں تو اسکے ظلم و ستم کی داستان دہرا کر اسے خفت و ندامت دلاتی۔ اپنے بھائی سے اسکی شکایت کرتی لیکن اس نے اسکے خلاف ایک لفظ بھی نہ کہا۔ بلکہ سب سے اسکی تعریف کی میرونہ پر اسکی اس بات کا کافی اثر ہوا۔ اسکی عادت میں انقلاب عظیم پیدا ہو گیا۔ اس نے فخر و غرور ترک کرنے کا تہیہ کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ایک دو دو کر کے تمام عورتیں اور لڑکیاں چلی گئیں۔ جب صرف یہ دونوں رہ گئیں تو میرونہ نے بڑھ کر بے اختیارانہ طریقہ پر لبنیٰ کو اپنے سینہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

لبنیٰ مجھے معاف کر دو میں نے ایسی عالی ظرف لڑکی پر ظلم و ستم کیا۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے۔

لبنیٰ مسکرائی اس نے کہا شہزادی ایسی بات نہ کرو تم شہزادی ہو اور شہزادی کو معافی مانگنا مناسب نہیں۔

میرونہ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اپنے ہاتھ جوڑ کر کہا مجھے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا چاہیے اس طرح سے اس ظلم و ستم کا کچھ بدل ہو سکتا ہے جو میں نے تم پر کیا ہے۔

لبنیٰ نے جلدی سے اسکے ہاتھ الگ کرتے ہوئے کہا شہزادی صاحبہ مجھے گنہگار نہ کریں میں تمہاری خادمہ ہوں۔ اور جب تک تم یہاں رہو گی خادمہ ہی رہوں گی۔

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ خدا کی قسم آج سے تم میری بہن ہو۔ سنو لبنیٰ غور کرکے سنو میں شہزادی ہوں خود دار ہوں۔ اس ڈر سے میں تمہارے سامنے ہاتھ نہیں جوڑ رہی ہوں کہ تمہاری قوم میں قید ہوں ہرگز نہیں۔ اگر میرے جسم کے ٹکڑے بھی اڑا دیئے جاتے تو میں نہ جھکتی عاجزی نہ کرتی۔ مجھے تیرے خلق نے تیری عالی ظرفی نے مجھے اپنا گرویدہ کر لیا میرا غرور ٹوٹ گیا۔ آج سے تم میری ہمشیرہ ہو۔ مجھے معاف کردو۔ خدا کیلئے معاف کردو لبنیٰ اس کی گفتگو سے کمال متاثر ہوئی۔

اس نے کہا۔ شہزادی صاحبہ میں نے معاف کر دیا۔ خدا بھی معاف کر دے میرونہ نے اس سیم وتن کو پھر اپنے گداز سینہ سے لگا کر بھینچا اس کی چاندی سی منور پیشانی کو چوما۔ رشک آفتاب چہرہ اوپر کر کے کہا۔

سنو آج سے تم مجھے شہزادی نہ کہنا میں تمہاری بہن ہوں۔ اور بہن ہی کہا کرنا

لبنیٰ نے سادہ پن سے کہا۔ ایک عرب لڑکی مسلم دوشیزہ کی بہن مسلمان لڑکی ہی ہو سکتی ہے۔ مسیحی لڑکی بہن کیسے ہو جائے گی۔

میرونہ سوچ میں پڑ گئی۔ اس نے سوچا کہ معصوم اور بھولی لڑکی ٹھیک کہتی ہے مسلم لڑکی کی بہن مسلمان لڑکی ہی کو ہونا چاہئے۔ کیا مسلمان ہو جاؤں؟ لبنیٰ کی محبت یہی چاہتا ہے لیکن مذہب تبدیل کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کے دل نے اپنے مذہب کی شیفتگی نے اسے روکا۔ اس نے کہا لبنیٰ مجھے افسوس ہے کہ میں مذہب تبدیل نہیں کر سکتی۔ لبنیٰ نے مسکرا کر کہا۔ میں بھی زور نہیں دیتی۔ نہ زور دینے کا حق۔ مجھے تم نے مجھے اپنی بہن کہا ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ میں تم کو ایک ہی مرتبہ بہن کہتی ہوں بہن سے زیادہ سمجھوں گی۔ تم بدل جاؤ اور زمانہ بدل جائے میں نہ بدلوں گی۔ یہ ایک عرب دوشیزہ کا اقرار ہے۔ مرتے دم تک نباہا جائے گا۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ سلمیٰ نے لبنیٰ کو باہر سے آواز دی۔ سلمیٰ اس کی پیاری سہیلی تھی۔ اس نے میرونہ سے کہا تم میرے ساتھ ہی جانا چاہتی ہو یا یہیں آرام کرو گی؟

میرونہ تھوڑے کسلمند ہو رہی تھی۔ میرونہ نے اسے جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ نیک سادہ

بھولی دوشیزہ تو نے میری زندگی میں تغیر پیدا کر دیا ہے۔ میں مرتے دم تک تیری وفادار رہوں گی۔

چونکہ صبح سے اب تک عورتوں کی آمد و رفت کا تانتا لگا رہا تھا۔ وہ برابر بیٹھی رہی تھی اس لئے کسلمند ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے اس نے مندرجہ بالا فقرہ کہا تھا کہ ہم جادہ پیمائی کروں گی۔

میرونہ چپ ہو گئی۔ وہ کچھ سوچنے لگی۔ کیا سوچ رہی تھی یہ اسے خبر تھی یا خداوند عالم کو اس حالت میں اسے بیٹھے ہوئے کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ سعدؓ آ گیا۔ اس نے خیمہ میں داخل ہوتے ہی میرونہ کو تنہا بیٹھے ہوئے دیکھا تو وہ جھجکا اور اس نے کہا۔ او ہو شہزادی تنہا بیٹھی ہیں یہ کہتے ہی اس نے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا۔

میرونہ نے اسے خیمہ میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ اسے میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔ اس کا خیال تھا یا وہ سمجھتی تھی کہ سعد بڑھ کر اس کے پاس آ بیٹھے گا۔ مگر جب اس نے اسے واپس لوٹتے دیکھا تو اسے سخت تعجب آیا۔

وہ مسیحی لڑکی تھی۔ عیسائیوں کی معاشرت میں کسی دوشیزہ کے پاس کسی نوجوان کا آ بیٹھنا عیب نہ تھا۔ اس لئے وہ ایسا سمجھتی تھی لیکن اسے کیا خبر تھی کہ عربوں کی معاشرت جداگانہ ہے۔ وہ کسی غیر لڑکی کے پاس نہیں بیٹھ سکتے۔

جب اس نے سعدؓ کو لوٹتے دیکھا تو اٹھ کر جلدی سے کھڑی ہو گئی اور محبت بھرے لہجہ میں کہا۔ تشریف لایئے مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔

سعد شاید کسی اور حلیہ سے اس کے پاس جانا پسند نہ کرتا۔ مگر اس بات نے اسے مجبور کر دیا۔ وہ لوٹ کر شہزادی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر اس بت خوش جمال کو دیکھا۔

میرونہ کی آنکھیں ایسی چمک رہی تھیں گویا ان میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں آنکھیں چار ہوتے ہی برق تمثال نظر نے سعد کے دل پر بجلی گرا دی۔ اس کی آنکھیں جھپک گئیں چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ میرونہ نے دریافت کیا۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟

سعدرضؔ نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ اچھی ہے۔ آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

میرونہ۔ آپ واپس کیوں لوٹ چلے تھے؟

سعدؔ۔ میں لبنیٰ کے پاس آیا تھا۔ تمہیں تنہا دیکھ کر لوٹ چلا تھا۔

میرونہ۔ میری تنہائی سے تم کو کیا خوف ہے؟

سعدؔ۔ اول تو ہم مسلمان غیر لڑکی کے پاس نہیں جاتے۔ دوسرے خیال ہوا کہ کہیں تمہاری تنہائی میں مخل ہو کر بار خاطر نہ بن جاؤں!!

میرونہ نے مسکرا کر کہا۔ یہ آپکا خیمہ ہیں آپکی قیدی۔ مجھے کیوں بار خاطر ہوتا؟

سعدؔ۔ پھر ڈرتے ڈرتے اس سیم بر ور کو دیکھنے لگا۔ میرونہ کی موہنی آنکھیں اب بھی بدستور چمک رہی تھیں۔ اس نے کہا۔ مجھے لبنیٰ نے بتایا ہے کہ آپ شہزادی ہیں۔ شہزادیاں نازک مزاج ہوتی ہیں۔ خیال ہوا کہ کہیں آپکی نازک مزاجی ۔ ۔ ۔ ۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں شہزادی ضرور ہوں لیکن ایسی نازک مزاج نہیں جو انسانوں سے بھاگوں۔

اب سعدرضؔ نے اسکے رخ روشن کیطرف دیکھا۔ اس کے پھول سے عارض نہایت دلفریب معلوم ہو رہے تھے۔ اس نے دریافت کیا۔ تم کو اس جگہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے

میرونہ نے شوخی سے کہا۔ بہت زیادہ تکلیف ہے۔

سعدرضؔ نے حیرت سے اس شوخ دوشیزہ کو دیکھ کر کہا۔ کیا تم نے لبنیٰ سے تذکرہ نہیں کیا۔ اس کا فرض تھا کہ وہ تمکو تکلیف نہ ہونے دیتی۔

میرونہ نے شوخی سے متبسم ہو کر کہا۔ وہ دھان پان لڑکی میری تکلیف کیا دور کر سکتی ہے؟

چونکہ سعد بار بار اس کے رخ انور کو دیکھ رہا تھا۔ اسلئے وہ نظر جما کر دیکھ سکتا تھا۔ اس نے اس کے پیارے چہرے پر نظریں جما کر کہا۔ کیا تکلیف ہے۔ مجھ سے ارشاد کیجئے میں اسے دور کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرونہ نے بیساختگی کے ساتھ کہا آپ ۔ ۔ ؟ ۔ ۔ ۔ ہاں دور کر سکتے ہیں۔ مگر آج نہیں پھر بتاؤں گی۔

سعدؒ کو الجھن سی ہوگئی۔ اس نے کہا نہیں آج ہی بتا دیجئے۔ کیونکہ مجھے الجھن سی رہے گی
میرونہ نے سنجیدگی سے کہا "کوئی خاص تکلیف نہیں ہے۔ آپ الجھن میں نہ رہئے۔
سعدؓ نے محبت بھری نظروں سے اس پیکر حسن کو دیکھ کر کہا۔ اب تو میں آپ سے دریافت

کر کے ہی رہوں گا۔

میرونہ مسکرائی۔ اس نے کہا۔ کیا زبردستی ہے؟

سعدؓ۔ کس کی مجال ہے جو آپ کے ساتھ زبردستی کر سکے۔

میرونہ۔ بس تو جب میں مناسب سمجھوں گی بتا دوں گی۔

سعدؓ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لبنیٰ آگئی۔ اس نے کہا بھائی جان تشریف رکھئے۔ سعدؓ نے
کہا لبنیٰ شہزادی صاحبہ کا کافی انتظام آسائش نہیں کیا گیا۔ کچھ تکلیف ہوئی ہے ان سے
دریافت کر کے اس تکلیف کا ازالہ کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ نے میرونہ سے دریافت کیا۔ کہیے بہن آپ کو کیا تکلیف ہے۔
میرونہ نے شوخی بھری نظروں سے پہلے سعد اور پھر لبنیٰ کو دیکھ کر کہا۔ کچھ بھی نہیں۔
لبنیٰ مسکرائی اور اس نے کہا۔ لیکن بھائی صاحب تو فرماتے ہیں۔
میرونہ نے ہنس کر لگاوٹ آمیز ادا سے کہا۔ شاید انھوں نے کوئی خواب دیکھا ہے۔
سعدؓ نے کہا لبنیٰ یہ ٹالتی ہیں۔ شاید میرے سامنے نہیں بتاتیں تم علیحدگی میں دریافت کرنا۔
لبنیٰ نے کہا۔ ہاں میں دریافت کر لوں گی۔

میرونہ نے کہا۔ بہن لبنیٰ ماشاء اللہ مجھے تکلیف نہیں ہوئی تمہارے پاس رہ کر کسی کو
بھی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اب سعد کی سمجھ میں آیا کہ میرونہ اسے چھیڑ رہی تھیں۔ اس نے
اپنے دل میں کہا۔ کیا میرونہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ کیا میں بھی اس سے محبت کرنے لگا
ہوں۔ اس کے دل نے کہا۔ یہی بات ہے۔

سعدؓ جانتا تھا کہ محبت بری بلا ہوتی ہے خصوصاً غیر مذہب کی وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ
میرونہ شہزادی ہے قیدی ہے۔ اس کا بھائی اسے واپس لینے کیلئے کوشش کریگا اسکے
تبادلہ میں قیدی دے گا۔ زر فدیہ دیگا اور اسے چھڑا لے گا پھر اس محبت کا کیا حشر ہوگا؟

ناکامی اور نامرادی۔ وہ کانپ گیا۔ اس نے کہا۔ خداوند میری مدد کر۔ مجھے محبت میں ثابت قدم رکھ۔ مجھے محبت میں غرق ہونے سے بچا لے۔ وہ خاموش ہو کر خیمے سے واپس چلا گیا میرونا اور لبنی بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

چھٹا باب

غیبی امداد

جب مسیحی لشکر میدان کارزار سے واپس لوٹا تو وہ کسی قدر شکستہ دل تھا۔ پانچ ہزار دو سو عیسائی مارے گئے تھے۔ اور قریب قریب اتنے ہی مجروح ہوئے تھے کئی افسر مارے گئے تھے۔ سب سے زیادہ رنجیدہ یہ بات تھی کہ ان کے لشکر کا قائد اعظم کفور کا بادشاہ بولس بھی مارا گیا تھا۔ وہ خالدؓ کو قید یا قتل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چاہ کندہ را چاہ درپیش کی مثل کے مطابق خود ہی ندر اجل ہو گیا تھا۔ عیسائیوں کو اس کے مارے جانے کا بہت ہی رنج تھا۔ مگر اس جنگ میں بہت سے لوگ شامل نہ ہوتے تو جنگ کا اسی وقت فیصلہ ہو جاتا یقیناً عیسائی بھاگ جاتے۔ مگر دوسرے بادشاہوں کی موجودگی نے لشکر کی ہمت بندھائے رکھی وہ رات مسیحیوں نے بڑے رنج و اضطراب سے بسر کی۔ دوسرے دن وہ اس وجہ سے میدان کارزار میں نہ نکلے کہ انہیں بولس کی جگہ کسی نئے شخص کو قائد اعظم مقرر کرنا تھا۔ بادشاہوں کی مختصر کمیٹی ایک خیمہ میں منعقد کی گئی۔ بکسوح۔ بلیعت۔ تیطارس۔ داودیس لپطرس مقتول بولس کا بھائی تشاؤل اور دوسرے ملوک جمع ہوئے۔ یہ سب لوگ غمزدہ۔ ملول تھے تفکرو تشویش معلوم ہوتے تھے۔

صرف ایک بادشاہ بولس مارا گیا تھا۔ اسکی موت نے انہیں ملول اور پریشان کر دیا۔ مختصر بحث و مباحثہ کے بعد بولس کے بھائی پطرس کو ہی قائد اعظم مقرر کیا گیا۔

جب یہ کارروائی ختم ہو چکی تو شاؤل نے کہا۔ مسلمانوں نے ہمارے بڑے بادشاہ کو قتل کر کے جو صدمہ پہنچایا ہے ہمیں اس کا انتقام لینا چاہیے۔

علیف نے کہا۔ ریاض بھی کوئی سر بر آوردہ مسلمان ہے۔ اگر ہم اس کو قتل کر ڈالیں تو ضرور مسلمانوں کو رنج و افسوس ہوگا۔

پطرس نے جوش میں آکر کہا یقیناً قتل کر ڈالنا چاہیئے اس سے زخم خوردہ دل کو قدرے اطمینان ہو جائے گا۔ چونکہ اس رائے کی کسی نے مخالفت نہ کی۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ ریاض کو آج ہی قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ ایک سردار کو حکم دیا گیا کہ وہ ریاض کو پطرس کے خیمے کے سامنے لائے۔

افسر چلا گیا۔ تمام بادشاہ اٹھ کر پطرس کے خیمہ پر پہنچے پطرس کا خیمہ لشکر کے وسط میں ایک وسیع میدان میں نصب تھا۔ اس میدان میں تمام ملوک کھڑے ہو گئے۔ کچھ افسروں کو بلایا گیا۔ تھوڑی دیر میں ریاض پابجولاں لایا گیا۔ اس کے چہرہ سے کسی قسم کے حزن و ملال کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔ چہرہ بشاش، طبیعت شگفتہ، خندہ پیشانی تھی۔ البتہ بشاش چہرہ کے نیچے خفیف سے غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ یہ غم کی جھلک دردِ دل کا ثبوت دے رہی تھی۔ اور دردِ دل بڑھی ہوئی محبت کی وجہ سے تھا۔

ریاض پطرس کے سامنے پیش کیا گیا۔ پطرس نے اسے غور سے دیکھا اس نے کہا مسلم نوجوان۔ آج تمہیں قربان گاہ کے جنگی دیوتا کی بھینٹ چڑھایا جائے گا اس لئے بلائے گئے ہو کہ تمہیں اس میدان میں قتل کر دیا جائے۔ لیکن تمہاری زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔ اگر تم اب بھی عیسائی ہو جاؤ۔ تو نہ صرف مرنے سے بچا لئے جاؤ گے۔ بلکہ تمہاری ہر خواہش پوری کی جائے گی۔ شہزادہ کی شان سے رہو گے۔ سوچ کر بتاؤ۔ تم نوجوانی میں موت چاہتے ہو یا زندگی۔ مسرت، عشرت؟!

ریاض نے جواب دیا موت کا ایک وقت یقینی ہے ایک لمحہ آگے و پیچھے نہیں آ سکتی اول تو زندگی کا اعتبار نہیں۔ اور اگر کوئی آدمی ہزار برس بھی جیئے تو پھر اسے مرنا ہے مر کر خدا کے سامنے پیش ہونا ضروری ہے۔ اپنے اعمال کا جواب دینا لازمی ہے۔ پھر کس زندگی پر عشرت کی خواہش کی جائے۔ خدا پرستی کی موت شیطان پرستی کی ہزار سالہ زندگی سے بہتر ہے۔

پطرس۔ گویا تم مرنا ہی چاہتے ہو۔

ریاض۔ میں تو اسوقت تک مرنا چاہتا ہوں۔ جب تک نظام عالم قائم رہے لیکن یہ ممکن نہیں۔

پطرس۔ بہت اچھا تمہیں ابھی جام مرگ پلایا جائے گا۔

پطرس کو اس بات پر غصہ آگیا تھا۔ اس نے ایک افسر سے کہا اسے سامنے والے میدان میں کھڑا کردو اور دس تیر اندازوں سے کہو کہ وہ میرے اشارہ کرتے ہی اس پر تیروں کی بارش شروع کردیں۔

ریاض نے نہایت استقلال سے اس کے حکم کو سُنا افسر نے بڑھ کر اسے میدان میں لے جاکر ایک چوب گاڑ کر اس سے باندھ دیا۔ دس تیر انداز بلائے گئے۔ انہیں چند قدم کے فاصلے پر ہلالی دائرہ میں کھڑا کردیا گیا۔

پطرس نے ریاض سے کہا۔ اب تم موت کا استقبال کرنے کیلئے تیار ہو جاؤ ریاض نے استقلال بھرے لہجہ میں کسی قدر مسکرا کر کہا۔ تیار ہوں۔

پطرس نے تیر اندازوں سے کہا۔ تیر کمانوں میں رکھ کر چلّہ چڑھا لو۔ میرے اشارہ کرتے ہی ایک ساتھ تیر چھوڑ دو۔

تیر اندازوں نے جلدی سے کمانیں ہاتھوں میں لیکر تیر رکھے اور کمانیں کھینچ کھینچ کر تیر چھوڑنے کیلئے تیار ہو گئے۔ پطرس نے دیکھا اسنے اشارہ کرنیکے لئے ہاتھ اٹھایا ریاض نے تیروں کی نساں میں موت کا بھیانک چہرہ دیکھا لیکن وہ ڈرا نہ سہما نہ گھبرایا۔ بلکہ نہایت اطمینان بڑے استقلال کمال دلیری سے اسکا استقبال کرنے کیلئے تیار ہو گیا۔

ابھی پطرس کا ہاتھ پورا نہ اٹھا تھا کہ سامنے سے ارسوس گھوڑے پر سوار آتا ہوا نظر آیا۔ پطرس نے اپنا ہاتھ جھکا لیا۔ ارسوس قریب آکر گھوڑے سے اترا پطرس نے دریافت کیا۔ ارسوس وہ مسلم دوشیزہ کہاں ہے۔ ارسوس نے کہا۔ اسے مسلمان چھین لے گئے۔

یہ دونوں فقرے دونوں بادشاہوں نے کچھ ایسی بلند آواز سے کہے تھے جنکو اجل گرفتہ ریاض نے بھی سُن لیا تھا۔ اسے مسرت ہوئی کہ ماہ طبیعت بشریٰ کو مسلمان چھوڑا کر

اپنے پاس لے گئے ہیں۔

ارسوس کے اس جواب نے تمام مسیحیوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔ پطرس نے دریافت کیا۔ مسلمان کہاں سے آ گئے ہیں؟"

ارسوس نے نہایت مختصر طور پر تمام روئیداد سنا دی۔ جب قیطارس، وردو اور عیسائی ملوک کو معلوم ہوا کہ مسلمان نہ صرف لبنیٰ کو چھڑا کر لے گئے۔ بلکہ میرونہ کو بھی گرفتار کر کے لے گئے ہیں تو سب کو افسوس ہوا۔ پطرس نے کہا۔ خدا ان مسلمانوں سے سمجھے یہ اس جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں ان کے پہنچنے کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

اب قیطارس پطرس کے پاس آیا۔ وہ اپنی ہمشیرہ کی گرفتاری کی خبر سن کر بہت غمزدہ نظر آنے لگا تھا۔ اس نے کہا۔ اے عظیم بادشاہ مسلمانوں نے میرونہ کو گرفتار کر کے میرے دل کو مجروح کر ڈالا ہے۔ آپ اس وقت اس مسلمان کو قتل کر رہے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ اس نوجوان کے قتل کی خبر سن کر مسلمان میرونہ کو قتل نہ کر ڈالیں۔ اسلئے میری درخواست ہے کہ تا اختتام جنگ اس نوجوان کو قتل نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کے تبادلہ میں میرونہ کو طلب کیا جائے۔ پطرس نے کچھ دیر سوچا اس نے اپنا سر اٹھا کر کہا۔ بیشک یہی مناسب معلوم ہوتا ہے ابھی اس نوجوان کی زندگی کے کچھ دن اور باقی ہیں۔ پطرس کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ کہ چند عیسائی ایک مسلمان کو گرفتار کئے ہوئے لائے۔ یہ آدمی ارسوس کے ہمراہ تھے پطرس نے ارسوس سے دریافت کیا۔ یہ مسلمان کون ہے؟ ارسوس نے کہا۔ میں نہیں جانتا میں نے اس وقت گرفتار کیا جبکہ مسلمان لبنیٰ اور میرونہ کو چھڑا لے گئے تھے۔

پطرس۔ اچھا اس کو بھی ریاض کے پاس قید رکھو۔ اور ایک قاصد میرونہ کے تبادلہ کیلئے اسلامی لشکر میں روانہ کر دو۔

یہ مسلمان قیدی ریاض کا غلام تھا۔ پطرس کے حکم دیتے ہی افسر ریاض اور اسود کو اپنی حراست میں لیکر چلا گیا۔ پطرس نے کہا۔ مسلمانوں کی جسارت حد سے بڑھ گئی ہے اسکا فیصلہ کن جنگ ہونی چاہئے۔ تمام لشکر کو آج ہی یہ حکم پہنچا دو۔ علی الصباح آفتاب طلوع ہونے سے پہلے تمام لشکر میدان کارزار میں پہنچ جائے۔ خلیفہ نے کہا ایسا ہی ہوگا۔

اب پطرس واپس لوٹ کر اپنے خیمہ میں چلا گیا۔ دوسرے ملوک بھی اپنے اپنے خیموں کی طرف روانہ ہوئے۔ اس طرح امداد غیبی نے ریاض کو آج بھی موت کے چنگل سے بچا لیا قیطارس نے ایک ضعیف العمر تجربہ کار مسیحی کو اسلامی لشکر میں میر دنہ کی واپسی کیلئے گفت و شنید کرنے کیلئے روانہ کیا۔

ساتواں باب

خون آشام جنگ اور حیرت انگیز ملاقات

دوسرے دن جب سپیدی صبح نمودار ہوئی۔ رات کی تاریکی بتدریج چھٹ کر اجالا بڑھنے لگا تو عظیم الشان مسیحی لشکر میں ہل چل شروع ہوئی۔ سوار پیادے۔ افسر۔ بادشاہ سب کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدان کارزار کیطرف روانہ ہونے لگے جنگی باجے نہایت زور و شور سے بجائے جا رہے تھے پلٹنوں پر پلٹنیں۔ رسالوں پر رسالے محاذ جنگ پر پہنچ کر صف بستہ ہوتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر ہی میں تمام مسیحی لشکر میدان کارزار میں صف بستہ ہو گیا تھا۔ آج عیسائیوں نے اپنے تمام لشکر کی کل پانچ صفیں کیں۔ یہ صفیں شرقاً غرباً حد نگاہ تک پھیلی تھیں۔ میمنہ اور میسرہ کو کئی میل کا فاصلہ تھا۔ ایک صف دوسری صف سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھی آج قلب لشکر میں ہاتھیوں اور زنگیوں کو صف بستہ کیا گیا۔ زنگی کئی قسم کے تھے ایک معمولی انسانوں جیسے تن و توش رکھتے تھے۔ ایک ان سے کسی قدر لمبے قد کے تھے۔ ایک وہ تھے جو بہت لمبے عظیم الجثہ نہایت خوفناک تن و توش کے تھے۔ انکو قواد (سرکش) کہتے تھے تمام زنگیوں کا رنگ سیاہ دانت چوڑے بڑے بڑے زرد رنگ کے تھے۔ آنکھیں سرخ انگارہ سی ہونٹ موٹے موٹے تھے سر پر گنجان اور لمبے لمبے بال تھے۔ سب کے سب ننگے بدن رہتے تھے صرف لنگوٹ باندھتے تھے۔ البتہ قواد شیروں اور ہاتھیوں کی کھالیں پہنتے تھے۔ جو انکے سیاہ جسموں کی گردن تک لٹک رہی تھیں انکے ہونٹ بھی دوسرے زنگیوں سے موٹے تھے ان کے ہونٹوں میں سوراخ کر کے تانبے کے کڑے ڈالے گئے تھے۔ کڑوں میں زنجیریں پڑی تھیں۔ اور یہی زنجیریں انکی باگیں تھیں۔

قزاد اس قدر لمبے قد کے تھے کہ انھیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا انکی صورتیں آبنی بھیانک اور سیاہ تھیں کہ وہ اگر کسی بہادر سے انسان کو رات کے وقت تنہا مل جائیں تو دیکھنے والا دہشت سے بیہوش ہو جائے۔ ہندوستان کی اکثر عورتیں اپنے بچوں کو رات کے رونے پر کلوا جن سے ڈرایا کرتی ہیں۔ یہ قزاد حقیقی معنوں میں کلوا جن تھے۔ آج کسقدر مسلمان اور مسلمانوں کی عورتیں بدل چکی ہیں۔ ایک وقت تھا جبکہ بچوں کو اخلاقی کہانیاں نصیحت آمیز قصے بہادری اور جوش پیدا کرنیوالے افسانے سُنایا کرتی تھیں آج ڈرنے ڈرانے والے بے سود قصے جھوٹی روایتیں بزدل بنانے والے افسانے سناتی ہیں۔ بچے ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بچپن میں جو بات انکے ذہن نشین ہو جائے۔ بڑے ہوکر بھی انکے ذہن سے نہیں نکلتی جو بچے خلقی کمزور کم ہمت ہوتے ہیں۔ ڈراؤنے قصے انکو کمزور دل بنا دیتے ہیں۔ دل کمزور پڑ جانے سے وہ بڑے ہوکر بھی ڈرا کرتے ہیں۔ اور جو شیر دل بچے ہوتے ہیں انکے دل بھی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہ خوف بڑے ہوکر بھی مشکل سے نکلتا ہے۔ مجھے خود بہت افسانے یاد ہیں جو عہد طفولیت میں سنے تھے۔ بچوں کو بزدل نہ بنانا چاہئے۔ لولو اور کلوا جن کوئی چیز نہیں ہیں بچوں بچوں کو ڈرانیوالے قصے سُنا کر کمزور کرنے سے ساری قوم کو بزدل بنانا ہے۔ بلکہ بچوں کو بتانا چاہئے کہ انکے اسلاف ایسے شجاع تھے جو ایک ایک دس دس ایک ایک ہزار سے نبرد آزما ہوتا تھا انسانوں سے وہ لڑے جنوں سے وہ لڑے سب کو شکست دی۔ سب پر فتح پائی دنیا نے انکی بہادری کا لوہا مانا مسلمان کبھی کسی سے نہ ڈرا۔ وہ صرف ایک خدا سے ڈرتا ہے۔ جب مسلمانوں کو جوش آجاتا ہے۔ تو کوئی طاقت اس کے جوش کو نہیں روک سکتی مسلمان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے۔ مسلمان کو قوت ایمانی کبھی خوفزدہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ ہمیشہ راست گو اپنے ضمیر کی آواز تلوار کے سایہ میں بھی ببانگ دہل بلند کرتا ہے اگر مسلم خواتین اپنے بچوں کو اسلامی بہادروں کے قصے سنائیں تو قوم کے نونہالوں میں جو بزدلی پیدا ہو چلی ہے بہت جلد دور ہو جائے۔

تمام زنگی قلب لشکر میں سب سے اگلی صف میں کھڑے کئے گئے، انکے دونوں طرف بربری عیسائی زنگیوں کی زنجیریں ہاتھوں میں پکڑے کھڑے تھے۔ بربریوں کے قریب داہنے

اور بائیں ہاتھیوں کی صفیں تھیں۔ ہاتھیوں کے قریب شیردل عیسائی سوار اور پیادے کھڑے تھے۔ قواد عیسائیوں کی گفتگو نہ سمجھتے تھے۔ وہ اشاروں پر کل کے آدمیوں کی طرح کام کرتے تھے۔ ان سب کے ہاتھوں میں لوہے کے بڑے بڑے وزنی گرز تھے۔ عیسائیوں کو صف بستہ ہوتے ہوئے دیکھ کر مسلمان بھی میدان کارزار میں آ کر صف بستہ ہو گئے تھے۔ انھوں نے بھی اپنا میمنہ اور میسرہ قائم کر لیا تھا لیکن وہ اتنے تھوڑے تھے کہ انھوں نے اپنے تمام لشکر کی طرف ایک ہی صف قائم کی تھی۔ چونکہ عیسائیوں کی ایک صف میں تقریباً چالیس ہزار سوار اور پیادے تھے اس لیے وہ کئی میل میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور مسلمانوں کی کل تعداد بیس ہزار تھی گویا عیسائیوں کی ایک صف کے بقدر نصف۔ اس لئے انھوں نے اپنے لشکر کو اس طرح کشادہ کر کے صف بستہ کیا کہ وہ عیسائیوں کی صف کے بالمقابل انکے برابر پھیل گئے۔

خالدؓ نے زیاد بن ابی سفیان کو ایک ہزار سوار دیکر خواتین عرب کی حفاظت کیلئے مقرر کر دیا تھا۔ اور میمنہ پر زبیر بن العوام۔ مقداد بن اسود الکندی۔ اور مسیب بن نجیتہ الفزاری جیسے شیردل دلیروں کو میسرہ پر۔ قعقاع عمر التمیمی۔ ہاشم بن مرقال۔ خاتم بن عیاض الاشعری ابوذر غفاری۔ جابر بن عبد اللہ انصاری جیسے دلاوران صف شکن کو قلب لشکر میں فضل بن عباس، ضرار، جعفر، مسلم، سعد جیسے رستم نژاد کو متعین کیا تھا۔ خالدؓ اور عمرو بن العاص بھی قلب لشکر ہی رہے۔

جب آفتاب طلوع ہوا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ عیسائی لشکر ان سے دو میل کے فاصلے پر کمر بستہ کھڑا تھا۔ فاصلہ زیادہ ہونے کیوجہ سے انکی صورتیں نظر نہ آتی تھیں۔ خالدؓ نے سربرآوردہ عربوں سے خطاب کر کے کہا۔

کون ایسا شخص ہے جو دشمن کے قریب جا کر حالات کی خبر کر دے۔

فضل بن عباس نے کہا مجھے اجازت دیجئے یہ خدمت میں انجام دوں گا۔

خالدؓ نے کہا۔ جاؤ۔ لیکن اپنے آپ کو خطرہ میں نہ ڈالنا۔

فضل نے اپنا گھوڑا بڑھایا۔ وہ تیزی سے چلکر عیسائی لشکر کے قریب پہنچا۔ انھوں نے عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکر کو دیکھا۔ عیسائیوں کی زرق برق پوشاکیں اور ہتھیار آفتاب

کی شعاعوں کے پڑنے سے چمک رہے تھے۔ کہ انھوں نے بتیس سواروں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔

بات یہ ہوئی کہ فضل کو عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا۔ بطرس نے بتیس عیسائیوں کو اسے گرفتار کر لانے کا حکم دیا۔ عیسائی گھوڑے دوڑا کر اسے گرفتار کرنے کیلئے بڑھے۔

فضل نے ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھا تو اپنا گھوڑا، اسطرح واپس دوڑایا گویا وہ انکے خوف سے بھاگے جاتے ہیں۔ عیسائیوں نے انکے پیچھے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے انکی بھاگ دوڑ سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے فضل بھاگے جا رہے ہیں۔ اور عیسائی ان کے تعاقب میں ہوں۔ ایک میل تک بدستور بھاگ دوڑ رہی۔ ایک میل چل کر فضل نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

عیسائی نہایت تیزی سے دوڑے آ رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک شخص یہی چاہتا تھا کہ وہی دوڑ کر فضل کو پکڑ لے تاکہ بوشنا باشی جو شہرت جو انعام ملنے والا ہے وہ اسے مل جائے۔ وہ بہت جلد انکے قریب پہنچ گئے۔ فضل انھیں اپنے نزدیک آتے دیکھ کر جلدی سے انکی طرف پھرے۔

انھوں نے پھرتی سے تلوار میان سے کھینچی۔ اور جو عیسائی سب سے آگے آ رہا تھا۔ اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائی انکا مقابلہ کرنے کیلئے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ وہ انعام کی ہوس میں انہیں گرفتار کرنے کیلئے بھاگا چلا آ رہا تھا۔ جب فضل نے اس پر حملہ کیا تو وہ گھبرا گیا۔ نہ تلوار کھینچ سکا۔ نہ ڈھال اٹھا سکا۔ فضل کی تلوار اس کے سر پر پڑی سر کھیرے کی طرح کٹ کر دور جا گرا۔ فضل نے آگے بڑھ کر نہایت پھرتی سے دوسرے عیسائی پر جو پہلے کے پیچھے چلا آ رہا تھا حملہ کیا وہ بھی سراسیمہ ہو گیا اسکا بھی سر کٹ کر گرا فضل تیسرے کیطرف لپکے وہ بھی خلاف قیاس خلاف امید انہیں حملہ آور دیکھ کر ڈر گیا فضل نے اسے بھی واصل جہنم کر دیا۔

یہ تینوں یکے بعد دیگرے ایسی پھرتی سے مارے گئے کہ انکے ہمراہی انکی مدد نہ کر سکے اب بھی رک گئے۔ انھوں نے سنبھل کر تلواریں کھینچ کر فضل پر حملہ کیا۔ فضل نے

نہایت جرأت اور چابکدستی سے انکے حملوں کو روکا اور بجلی جیسی سرعت سے خود بھی حملہ کیا، انھوں نے ایک مسیحی کو مار ڈالا۔ اب مسابقہ جنگ شروع ہو گئی۔ مفضل کو عیسائی سواروں نے چاروں طرف سے نرغہ میں لے لیا مسیحی جوش میں آ آ کر غصہ کھا کھا کر بڑھتے حملہ کرتے لیکن مفضل کی برق وش تلوار کی چمک ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی جب وہ تلوار لے کر حملہ کرتے ان پر حملہ کرنے والے ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے یہ بڑی دلیری اور جرأت و ہمت کا کام تھا۔ ایک شخص کا تیس آدمیوں سے مقابلہ کرنا معمولی بات نہ تھی یہ قرآن اور الٰہی کے مسلمانوں کا جوش و ولولہ تھا۔ انکی دلیری کے بے نظیر کارنامے پڑھ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے مسیحی مفضل کو زیر کرنا چاہتے تھے لیکن جس طرح شیر کو دیکھکر انسان مارنے کی تو فکر کرتے ہیں مگر اس طرح کہ اپنے کو بچاتے ہوئے اسی طرح عیسائی شیر دل مفضل کو مارنا اسیر کر لینا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے رعب کی وجہ سے انکے پاس جانے کی کسی کو ہمت نہ پڑتی تھی۔

مفضل نہایت جوش اور پھرتی سے لڑ رہے تھے۔ جس مسیحی پر انکی تلوار پڑتی تھی اسے کشتہ کئے بغیر نہ چھوڑتی تھی۔ انھوں نے دس سواروں کو مار ڈالا تھا۔ عیسائیوں پر انکا رعب طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ سمجھ گئے تھے کہ مفضل کو زیر کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے۔

انھیں یہ بھی خیال نہ گذرا کہ اگر اسی طرح اور تھوڑی دیر جنگ رہی تو ایک مسیحی بھی زندہ نہ بچے گا۔ اس خیال کا آنا تھا کہ وہ سب واپس لوٹ کر نہایت تیزی سے بھاگے مفضل نے انکا تعاقب کیا وہ لپک لپک کر حملے کرکے انہیں قتل کرنے لگے عیسائی خوفزدہ ہو کر اس بری طرح سے بھاگے جا رہے تھے کہ جیسے مسلمانوں کے تمام لشکر نے ان پر حملہ کر دیا ہو۔

وہ پیچھے پھر کر دیکھتے تھے۔ اس وجہ سے بھاگ رہے اور قتل ہو رہے تھے۔ مفضل نے دس بھگوڑوں کو اور مار ڈالا۔ تیس میں سے بیس مارے گئے اور دس مشکل سے اپنی جان سلامت لے جا سکے۔

چونکہ عیسائی لشکر قریب آ گیا تھا۔ اسلئے اب مفضل لوٹے وہ تیزی سے چل کر حضرت حارثؓ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے اب بھی عیسائی لشکر کو دیکھتے۔ عیسائیوں کے حملہ کرنے

بھیں[1] کو وارڈ اسلئے کی روئیداد مفصل طور پر کہہ سنائی۔

جب مسلمانوں نے اس کیفیت کو سُنا سب کے سب مسرور ہوئے خالدؓ بھی خوش ہوئے مگر انہوں نے کہا فضل آئندہ احتیاط رکھنا ایسی جسارت مناسب نہیں ہوتی۔ فضل کچھ جواب دینا چاہتا تھا۔ کہ انہوں نے ایک راہب[2] کو گھوڑا دوڑائے آتے ہوئے دیکھا تمام مسلمان اسکی طرف دیکھنے لگے وہ مسلمانوں سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر آکر رکا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ اَیُّکُمْ اَمِیْرُ الْقَوْمِ فَیُخَاطِبُنِیْ (ترجمہ) تم میں سردار کون ہے مجھ سے گفتگو کرے۔ مسلمانوں نے اس راہب کو دیکھا۔ وہ سیاہ ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر لمبی ٹوپی تھی۔ سینہ پر سرخ رنگ کی صلیب آویزاں تھی۔

راہب بوڑھا تھا۔ اسکی ڈاڑھی لمبی اور سفید تھی۔ راہب کو مسلمانوں کے اسقدر قریب آنے کی اسلئے جرأت ہوئی کہ اسے معلوم تھا مسلمان بچوں، عورتوں، بڈھوں اور بیماروں اور راہبوں کو کچھ نہیں کہتے ہیں!

خالدؓ نے انکی آواز سُنی وہ گھوڑا بڑھا کر اسکے پاس پہنچے راہب نے ان سے کہا۔ اَنْتَ اَمِیْرُ الْقَوْمِ (کیا تم ہی قوم کے سردار ہو؟)

خالدؓ نے جواب دیا۔ کَذٰلِکَ یَزْعُمُوْنَ مَا دُمْتُ عَلٰی اطاعۃ اللہ۔ ترجمہ:۔ لوگ ایسا ہی گمان کرتے ہیں۔ اسوقت تک جبتک کہ میں خدا کی فرمانبرداری پر قائم ہوں۔

راہب عربی جانتا تھا وہ عربی میں گفتگو کر رہا تھا اس نے کہا۔

یا امیر المسلمین تمہارا چہرہ کہہ رہا ہے تم جسقدر بہادر ہو اسی قدر ذی فہم بھی ہو۔ یقین ہے تم خونریزی کو پسند نہ کروگے۔

حضرت خالدؓ نے کہا خونریزی کسی طرح سے بھی مناسب نہیں۔

راہب یہی بات ہے تم مفلس تھے وحشی تھے جاہل تھے بیرحم تھے سرزمین ریگ آب وگیاہ میں رہتے تھے۔ دنیا کی نعمتوں کو ترستے تھے۔ دنیا تمکو بہ نظر حقارت دیکھتی تھی۔ خدا نے تمہاری طرف سے کروٹ لے رکھی تھی۔ ہم بدترین انسان تھے۔ لیکن خداوند عالم تمہاری کسی بات سے خوش

---

[1] از فتوح العجم [2] راہب عیسائیوں کے مذہبی بزرگ پادری یا عالم دین کو کہتے ہیں۔

ہو گیا۔ تم تو تونگر بن گئے۔ مہذب ہو گئے۔ عالم بن گئے۔ خدا ترس بن گئے۔ سرسبز شاداب ممالک کے قابض ہو گئے۔ دنیا بھر کی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہو گئے۔ دنیا تمہاری عزت کرنے لگی لیکن فتوحات نے تمہاری آنکھیں تحریص آشنا کر دیں۔ تم ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتے ہو۔ دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہو۔ بندگان خدا کو بیرحمی سے قتل کر ڈالتے ہو۔ خدا مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا تمہارا ظلم خدا کو ناراض کر دیگا۔ پھر وہ تم سے تمہاری قوم سے ناخوش ہو جائے گا۔ تمہاری حالت پہلے سے بھی بدتر ہو جائے گی۔۔۔۔"

راہب سانس لینے کیلئے رک گیا۔ خالدؓ غور سے اسکی گفتگو سنتے رہے تھے۔ جب راہب خاموش ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے کہا۔ اے راہب! گفتگو میں حد سے بڑھ گیا ہے کیا تو نہیں جانتا کہ خدا سے شرک کرنیوالا خدا کا بندہ نہیں۔ ایک بادشاہ کی باغی و سرکش رعایا، رعایا کہلانے کی مستحق نہیں ہے۔ ہماری قوم بت پرست تھی۔ مشرک تھی۔ خدا ہماری قوم سے ناخوش تھا۔ ہم بدترین خلائق تھے۔ جب ہم مسلمان ہو گئے خدا خوش ہو گیا۔ آج ہم بہترین خلائق ہیں ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو مشرک ہیں۔ خدا سے پھرے ہوئے ہیں۔ خدا کے بندے کہلانے کے مستحق نہیں۔ ہیں ایسے لوگوں کے قتل کرنے سے نہ خدا ناراض ہوتا ہے نہ خدا کے ماننے والے خدا کے غضب میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔

راہب نے ہاتھ کے اشارے سے خالدؓ کو روکتے ہوئے کہا۔ میں سمجھ گیا کہ تم سپاہی نہیں ہو اہل علم سے ہو۔ مباحثہ میں عاجز آنے والے نہیں تم نے دیکھا ہوگا کہ ہمارا لشکر کسقدر ہے شاید صحیح تعداد تمکو معلوم نہ ہو میں بتاتا ہوں تین لاکھ تو آزمودہ کار جانباز سپاہی ہیں بیس ہزار قواد ہیں۔ یہ قواد ایسے طاقتور ہیں کہ درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ چٹانوں کو گرز مار کر سرمہ کر دیتے ہیں۔ انسانوں کی انکے سامنے کوئی ہستی نہیں ہے ایک ہزار سے زیادہ ہاتھی۔ تم کل بیس ہزار ہو۔ عیسائیوں کا مقابلہ کسی طرح سے بھی نہیں کر سکتے میں تمکو سمجھانے اور آخری مرتبہ سمجھانے کے لئے آیا ہوں تم اپنے اوپر اپنے بچوں پر اپنی عورتوں اپنی قوم پر رحم کرو واپس چلے جاؤ۔ ورنہ سب کے سب اس میدان میں مارے جاؤ گے۔ تمہاری عورتیں کنیزیں بنائی جائیں گی۔ بچے غلام بنیں گے انسانی منڈیوں میں فروخت کئے جائیں گے۔۔۔۔

حضرت خالدؓ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ آپ ہم کو اپنی کثرت سے ڈراتے ہیں۔ حالانکہ ہم بجز خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ ہم ذوق شہادت میں جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلے ہیں۔ شہید ہونا ہماری عین آرزو ہے۔ پھر ڈریں کیوں۔ اے راہب سن ہم سے خدا نے خدا کے حبیب نے فتح وظفر کا وعدہ فرمایا ہے۔

تم لاکھوں نہیں کروڑوں تعداد میں آؤ۔ فتح ہماری ہوگی۔ ہم ڈرنے یا مرعوب ہونیوالے نہیں۔ مسلمانوں کی سرشت ہی میں ڈرنا نہیں ہے!!

راہب نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا۔ میں ڈراتا نہیں سمجھاتا تھا۔ اچھا سنو ہماری قوم کے بڑے لوگوں اور بادشاہوں نے یہ طے کیا ہے کہ ہم تمہارے ایک ایک سپاہی کو ایک ایک ریشمی چادر اور ایک ایک ریشمی عمامہ ایک ایک دینار۔ ایک ایک بار شتر گندم اور جو کے اور تمہارے خلیفہ یا بادشاہ (حضرت عمر فاروقؓ) کو دس ہزار چادریں۔ دس ہزار عمامے دس ہزار دینار دس ہزار بار شتر گندم اور جو دیں گے۔ تم یہ دولت لیکر واپس چلے جاؤ۔ ہم تم سے دب کر ڈر کر یہ سب ہو کو نہیں کہتے بلکہ خونریزی سے بچنے کیلئے یہ تجویز پیش کرتے ہیں اسے تسلیم کر لو.....؟

حضرت خالد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ملک دولت اور عزت خدا کے قبضہ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں پیش کرتے ہیں۔ آپ جو صورت مناسب سمجھیں منظور کر لیں۔ تم مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن جاؤ۔ ہمیں نہ تمہاری دولت سے غرض نہ ملک سے واسطہ۔ تم بدستور اپنے شہروں پر حکمراں رہنا۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو ہماری اطاعت کرو۔ ہم تمہاری حفاظت کریں گے۔ اور اس حفاظت کے صلہ میں تم کو ہمیں جزیہ دینا ہوگا اگر یہ منظور نہ ہو تو لڑو تلوار ہمارا تمہارا فیصلہ کر دے گی جو حق پر ہوگا خدا اسے فتح دیگا۔

راہب نے کہا اس طرح تو جنگ لازمی ہے تمہاری قسمت اچھا تم مقابلہ کے لئے آمادہ ہو یقیناً آج ہی میں ڈالے جاؤ گے۔

یہ کہتے ہی راہب واپس چلا گیا۔ خالدؓ بھی واپس لوٹ کر اپنی جگہ پر جا پہنچے انھوں نے تمام

سنہ فتوح اعجم

گفتگو عمرو بن العاص اور ان لوگوں کو جو کہ قریب ہی کھڑے تھے سنادی۔

خالدؓ نے ابھی گفتگو ختم ہی کی تھی کہ عیسائیوں کے نعروں اور طبل جنگ کی آواز آئی خالدؓ نے سامنے کی طرف دیکھا۔ انہیں اور تمام مسلمانوں کو افق جنوب میں غبار اڑتا ہوا نظر آیا حضرت خالدؓ نے کہا۔

عیسائیوں نے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں بھی پیشقدمی کرنا چاہئے یہ کہتے ہی حضرت خالدؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ سارا میدان اس ہولناک نعرہ کی آواز سے گونج اٹھا۔ نعرہ لگاتے ہی شیران اسلام نے قدم قدم بڑھنا شروع کیا۔

تھوڑی ہی دور چلکر انھوں نے دیکھا کہ عیسائی مور دملخ کی طرح سارے میدان کو ڈھکے ہوئے بڑھے چلے آرہے ہیں۔

چونکہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بڑھ رہے تھے اس لئے بہت جلد مقابل آ گئے اب مسیحیوں نے مسلمانوں کو اور مسلمانوں نے عیسائیوں کو دیکھا ایک تیر کے فاصلے پر آکر دونوں لشکر رک گئے۔

خالدؓ نے صف سے آگے بڑھ کر بلند آواز سے کہا اے مسلم شیرو دشمنوں کی کثرت سے خوفزدہ نہ ہو جانا۔ وہ تثلیث پرست ہیں انکے دلوں میں شرک کی بیماری ہے وہ تمہارا مقابلہ نہیں کر سکتے خدا تمہاری طرف دیکھ رہا ہے وہ تمہاری مدد کریگا صرف مسلمان ہی جنت کا حقدار ہے اللہ جل شانہٗ عم نوالہٗ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (ترجمہ)

"اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے انکی جانوں اور انکے مالوں کو جنت کے بدلے میں مول لیا ہے۔ بہشت کے دروازے کھل گئے ہیں حوریں شہداء کے استقبال کے لئے کھڑی ہیں۔ لڑو۔ خدا کی خوشنودی کے لئے لڑو جنت کے حقدار بن جاؤ!

جس وقت حضرت خالدؓ نے اپنی تقریر ختم کی اسی وقت ہاتھیوں کے اوپر سے عماریوں

کے اندر سے تیروں کی بارش شروع ہو دی۔ عماریوں میں زنگی سوار تھے انھوں نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ تیر اس کثرت سے آ رہے تھے کہ آفتاب انکے نیچے چھپ جاتا تھا مسلمانوں نے ان تیروں کو ڈھالوں پر روکا۔ لیکن بہت سے تیر کارگر ہوئے۔

کئی مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو طیش آگیا۔ انھوں نے اللہ اکبر کا لرزہ براندام نعرہ لگایا اور نہایت جرأت و بے خوفی سے آگے بڑھے۔

حضرت خالدؓ نے بھی تیر اندازی کا حکم دیدیا۔ مسلمانوں نے بھی تیروں کی بارش شروع کر دی کچھ بربری ان تیروں سے مجروح ہو کر گرے۔

مسلمانوں کو بڑھتے ہوئے دیکھکر عیسائیوں نے بھی بڑھنا شروع کیا۔ بربری ان تیروں سے مجروح ہو کر گرے مسلمانوں اور عیسائیوں کے سرداروں نے بھی بڑھنا شروع کیا بڑھتے بڑھتے دونوں لشکر ٹکرا گئے۔ لشکروں کے ملتے ہی تلواریں میانوں سے کھینچ لی گئیں صاف و شفاف تلواریں دھوپ میں بجلی کیطرح چمکیں ستاروں کیطرح انسانوں پر ٹوٹیں اور شعلوں کیطرح زندگیوں کو جلانے لگیں۔ جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت خونریز۔ بڑی خوفناک عیسائیوں نے زور زور سے قومی نعرے لگانے اور طبل جنگ بجانے شروع کر دیئے سارا میدان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔

عیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان عیسائیوں میں گھس گئے۔ صفیں درہم برہم ہو گئیں اسائے جنگ نہایت شدت سے چلنے لگی۔ سرفروش لڑنے مرنے اور کٹنے لگے۔ خون کے چھینٹے اڑنے لگے۔ صیقل شدہ سفید تلواریں خون میں نہا کر سرخ ہو گئیں۔ خالدؓ نہایت جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ وہ میمنہ سے میسرہ اور میسرہ سے میمنہ کیطرف گھوڑا دوڑا کر جاتے اور جو عیسائی راستہ میں مل جاتا اسے قتل کر ڈالتے۔ ایک گھنٹہ میں انھوں نے پچاس عیسائیوں کو ٹھکانے لگا دیا تھا۔

ضرارؓ ننگے بدن گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ سے لڑ رہے تھے۔ وہ ایسی پھرتی سے جنگ کر رہے تھے گویا وہ ہی تمام عیسائیوں کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ وہ جس طرف بھی گئے انھوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔

عمرو بن العاص افسر مال بھی کافی سرفروشی سے مصروف پیکار تھے وہ بھی بڑے بہادر اور مدبر تھے۔ کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انکی تلوار نے بھی بیسیوں عیسائیوں کو جام مرگ پلا دیا تھا۔

ادھر سعد بھی انتہائے جوش سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ ہر اس عیسائی کو مار ڈالتے تھے۔ جو انکے سامنے آجاتا تھا۔

تمام مسلمان اس جوش و غضب سے لڑ رہے تھے کہ مخالفین بھی انکی جوانمردی کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے۔

پطرس پہلی صف کے پیچھے قلب میں ایک زری کے شامیانے کے نیچے کھڑا جنگی تماشا دیکھ رہا تھا اسے مسلمانوں کا عزم استقلال جوش اور دلیری دیکھ کر تعجب ہو رہا تھا۔

اس کے پاس ہی شاؤل اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کھڑے تھے۔ یہ سب لوگ میدان کارزار کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے ایک عظیم شور سنا۔ جس سے آئینہ دار حیران ہو کر اس نے کہا۔

ایک شخص گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار عیسائی صف کو چیر کر آگے بڑھتا ہوا نظر آیا۔ پطرس اور اسکے ہمراہیوں نے اسے دیکھا۔ اس کے تمام جسم پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔ اس کے چہرے سے شجاعت و مردانگی کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

پطرس نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا۔ یہ شخص کون ہے؟ بڑا بہادر معلوم ہوتا ہے؟"

شاؤل نے کہا۔ اس کا نام ضرار ہے۔ اسی نے تمہارے بھائی بولص کو قتل کیا ہے کمبخت بڑا ہی شجاع اور نڈر ہے، ہمیشہ ننگے بدن لڑتا ہے۔

پطرس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ آہ یہ میرے بھائی کا قاتل ہے میں اس سے انتقام لوں گا۔ اپنے ہاتھ سے اسے قتل کروں گا۔

داورس نے بڑھ کر پطرس سے کہا۔ آپ مجھے اجازت دیجئے میں اسے قتل کر کے اس کا سر حضور کے سامنے پیش کروں گا۔

پطرس نے کہا۔" جاؤ اس مسلمان کا سر لا کر میرے سامنے پیش کرو۔

ادریس ضرار کی طرف بڑھا۔ ضرار کے پیچھے حضرت خالدؓ عمرو بن العاص فضل سعد اور کئی دوسرے سردار عیسائیوں کی صف کو کچلتے ہوئے بڑھ آئے تھے۔

اس عرصہ میں شیران اسلام نے سنبھل کر نہایت جوش اور ہمت سے حملہ کیا تھا۔ عیسائیوں کی ساری صف پسپا ہو کر لیطرس سے جا ملی تھی۔ اب لیطرس شاؤل اور دوسرے لوگ صف سے آگئے۔ ادریس حضرت ضرار کے قریب پہنچ گیا۔

مسلمانوں نے دیکھ لیا۔ وہ رک گئے تھے۔ اور عیسائیوں نے بھی ہاتھ روک لئے تھے قلب میں جنگ بند ہو گئی تھی۔ گویا دونوں لشکر ضرار اور اس کی جنگ کا تماشا دیکھنا چاہتے تھے۔ حضرت ضرار ادریس کے مقابلہ میں آگئے۔ ادریس زرہ کے اوپر پشمین کپڑے پہنے تھا چاندی کا خود اوڑھے تھا۔ جس پر سونے کی کلغی لگی ہوئی تھی۔ سینہ پر جواہرات سے مزین صلیب آویزاں تھی۔

اس نے صلیب کو بوسہ دیا۔ حضرت ضرار نے سنکر کہا۔ "مردک تو صلیب سے اعانت چاہتا ہے میں خدا سے مدد کا طلب گار ہوں۔ دیکھوں صلیب تجھے فتح دلاتی ہے۔ یا خدا مجھے فتحیاب کرتا ہے۔

ادریس نے طیش میں آکر ضرار پر حملہ کر دیا۔ ضرار نے ادریس کا وار ڈھال پر روکا۔ اور اس نے جلدی سے دوسرا وار کیا۔ اور حضرت ضرار نے اسے بھی خالی دیا۔

اب سنبھل کر انھوں نے حملہ کیا۔ ادریس نے نہایت لاپرواہی سے حملہ روکا ضرار سمجھ گئے کہ ادریس بھی فنون جنگ سے پورا پورا ماہر ہے۔ دونوں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور مقابل کا وار بچاتے تھے۔ عیسائی اور مسلمان خاموش کھڑے دیکھ رہے تھے۔

ان دونوں لشکروں کے درمیان نصف فرلانگ کا فاصلہ ہو گیا تھا۔ یہ دونوں اس میدان میں لڑ رہے تھے۔ چونکہ دونوں بہادر تھے۔ فنون جنگ کے ماہر تھے۔ نہایت ہوشیاری سے جنگ کر رہے تھے۔ اس لئے دیکھنے والوں کو لطف آرہا تھا۔ دونوں فریق اپنے اپنے آدمی کا دل بڑھانے کیلئے تعریفی الفاظ بھی استعمال کرتے جاتے۔ دونوں اتنی دیر

لڑے کہ دونوں کے گھوڑے پسینہ سے شرابور ہو گئے۔ چوں کہ حضرت ضرار اکہرے بدن کے دبلے پتلے آدمی تھے۔ اور ادریس دوہرے جسم کا گرانڈیل تھا۔ اس لئے اسے خیال ہوا کہ وہ اگر گھوڑے سے اتر کر کشتی لڑے تو ضرار کو ضرور قابو میں کر کے مار ڈالے گا۔ اس لئے اس نے کہا۔ ضرار دونوں گھوڑے پسینہ میں نہا گئے ہیں۔ آؤ نیچے اتر کر کشتی لڑیں حضرت ضرار نے بسر وچشم منظور کر لیا۔

دونوں گھوڑوں سے نیچے اترے اور کشتی شروع ہو گئی۔ ادریس کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ ضرار دبلے پتلے ضرور ہیں لیکن کمزور نہیں ہیں۔ ان کا جسم لوہے کا معلوم ہوتا ہے۔ ادریس پر ضرار کی طرف سے خوف طاری ہو گیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے اترنے پر پچھتایا۔

پطرس نے گھوڑے کو پسینہ آتے اور ادریس کو گھوڑے سے اترتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے اس کے لئے ایک گھوڑا بھیجا۔ جس پر جھل اور پاکھر حریر کے پڑے ہوئے تھے۔

حضرت خالدؓ نے جب دیکھا کہ ضرار کی لڑائی نے طول کھینچا تو انھوں نے پکار کر کہا۔ ضرار یہ کیا سستی ہے۔ کیوں جنگ کو طول دے رہے ہو۔ ادریس کو گھوڑا پہنچ گیا تھا۔ وہ اپنے اس نئے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ضرار بھی جلدی سے اپنے گھوڑے پر جا بیٹھے اور گھوڑے کو ڈانٹ کر کہا۔ اے گھوڑے اس وقت ثابت قدمی کر نہیں تو میری تیری شکایت رسول خدا سے کروں گا۔"

گھوڑا ہنہنانے لگا۔ اس کی آنکھوں سے اشک بہنے لگا۔ وہ زیادہ تیز رو ہو گیا ایسا گویا ابھی تازہ دم ہو کر آیا ہے۔ ضرار ادریس کی طرف جھپٹے۔

انھوں نے اللہ اکبر کا لرزہ اندام نعرہ لگایا۔ اور نیزہ مارا نیزہ سینہ پر اسناں زرہ توڑ کر پشت کے پار نکل گئی۔ ادریس نے ایک دل خراش آہ کی اور چکرا کر زمین پر گرا۔

مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ یہی شکستہ دل ہوئے ضرار نے اپنا گھوڑا چھوڑ دیا۔ اور نہایت عجلت سے اس گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ جو ..... پطرس نے ادریس کے واسطے بھیجا تھا۔

اب بطرس نے اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا۔ ایک اور عیسائی جس کا نام بلاس تھا ضرار کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ بلاس بھی نہایت عظیم الجثہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کسی گھوڑے پر پہاڑ رکھ دیا ہو۔

وہ بھی زرہ کے اوپر ریشمی پوشاک پہنے ہوئے تھا۔ سر پر چاندی کا خود اوڑھے تھا جس پر سنہری مینا کاری بنی ہوئی تھی۔ اس نے ضرار کے پاس آتے ہی ان پر تلوار سے حملہ کر دیا۔

حضرت ضرارؓ نے ڈھال سامنے کر دی۔ اس کی تلوار نے ڈھال کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا ضرار نے طیش میں آکر نیزہ مارا۔ نیزہ کاری لگا۔ اور بلاس کا سینہ توڑ کر اس کی پشت کے پار نکل گئی بلاس نے ایک دل دوز چیخ ماری اور چکرا کر گھوڑے سے گرا۔ ضرار نے زور کر کے نیزہ کھینچا بلاس نیزہ پر لٹک گیا۔ ضرار نے نیزہ کو جھٹک دیا۔

بلاس کی نعش عیسائیوں کی طرف جا گری۔ مسلمانوں نے خوش ہو کر پھر نعرۂ تکبیر لگایا عیسائیوں کو بڑا غصہ آیا۔ بطرس نے کہا۔ یہ شخص آدمی نہیں ہو سکتا۔ ضرور کوئی جن ہے اس کے مقابلہ کیلئے مجھے ہی نکلنا پڑے گا۔

شاؤل نے کہا۔ آپ اطمینان رکھئے۔ میں اس جن کو پکڑ کر لاؤں گا۔ یہ کہتے ہی سا تھ سواروں کو ہمراہ لیکر ضرار پر حملہ آور ہوا۔

شاؤل بادشاہ تھا۔ وہ دیباد حریر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اس کے کپڑوں کے حاشیوں پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے لعل تراش کر بوتام بنائے گئے تھے۔ سر پر سونے کا درخشاں تاج تھا۔ اس کے کپڑے تاج ہتھیار دھوپ میں چمک رہے تھے شاؤل کے گروہ نے حضرت ضرار کو نرغہ میں لے لیا۔ ضرار نے نہایت استقلال سے جنگ شروع کر دی۔ مسلمانوں نے عیسائیوں کے اس غول کو دیکھا۔

سعیدؓ ضرارؓ کو تنہا دیکھ کر تڑپ گیا۔ انھوں نے حضرت خالدؓ سے کہا یا سردار المسلمین کیوں نہ ہم بھی ضرار کی مدد کریں۔ خالد نے کہا۔ ضرور کرنی چاہئے۔ کہاں ہیں، فضل عبداللہ بن جعفر۔ عبداللہ بن عمر فاروق، اور عبدالرحمن بن ابوبکر، عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ عبداللہ بن المقداد، سعد، مسلم بن عقیل، سب ضرار کی مدد کیلئے چلو۔

خالد رضجس جس کا نام لیتے جاتے تھے۔ وہ ایک طرف کھڑا ہوتا جاتا تھا۔ ان سب کو لے کر حضرت خالد رضہ بڑھے۔

ضرار نہایت استقلال سے مشغول جنگ تھے۔ انھوں نے نہ مسلمانوں کو آتے دیکھا نہ انکی خواہش کی۔ وہ سر جھکائے ہوئے لڑ رہے تھے۔

عیسائی چاروں طرف سے ان پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ شاؤل عیسائیوں کو جوش دلا دلا کر بڑھا رہا تھا۔ خالد اور انکے ہمراہی نیزہ تانے ہوئے شاؤل کے قریب پہنچے۔ خالد رضہ نے بلند آواز سے کہا ضرار دشمنوں سے اندیشہ نہ کرنا فتح و نصرت تمہارے پاس آپہنچی ہے ضرار نے کہا خدا حامی و ناصر ہے کشائش و رستگاری اسی طرف سے ہے۔ خالد اور انکے ہمراہیوں نے عیسائیوں پر نیزوں سے حملہ کیا۔ انہوں نے جوش میں آ کر حملہ کیا تھا۔ عیسائی انکی طرف سے غافل تھے۔ تو سپاہی پہلے ہی حملہ میں کشتہ ہو کر گرے۔

عیسائیوں میں گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے۔ خالد شاؤل کی طرف لپکے شاؤل خالد کو جانتا تھا۔ وہ گھبرا گیا اسے اپنی موت قریب تر معلوم ہوئی۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔ اور بدن کانپنے لگا۔

اس نے اپنی مدد کے لئے اپنے ساتھیوں کو پکارا۔ عیسائیوں نے بڑھ کر اسے اپنے حلقے میں لے لیا۔ جنگ پھر شروع ہو گئی۔ مسلمان مسیحیوں پر نہایت جوش اور غضب سے حملے کرنے لگے۔

ضرار ایک فربہ اندام مسیحی سے لڑ رہے تھے۔ یہ عیسائی کوئی افسر معلوم ہوتا تھا بڑا بہادر دلیر اور آزمودہ کار تھا۔ وہ نہایت ہوشیاری سے جنگ کر رہا تھا۔ ضرار رضہ نے جوش میں آ آ کر اس پر کئی حملے کئے۔ ہر حملہ میں گمان غالب رہتا تھا کہ وہ اسے ضرور مار ڈالیں گے، مگر وہ ان کا ہر حملہ پختہ کاری سے رد کر دیتا تھا۔ آخر ضرار نے جھلا کر بڑے جوش اور پوری طاقت کے ساتھ ایک حملہ کیا۔

عیسائی نے ڈھال سامنے کر دی۔ تلوار نے ڈھال کو پھاڑ ڈالا عیسائی گھبرا گیا وہ ڈھال پھینک کر بھاگا۔ ضرار نے اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا۔ گھوڑا تیز نہ دوڑ سکا ضرار گھوڑے

سے اتر کر پیادہ اس کے پیچھے دوڑے۔ عیسائی نے جب انہیں پیدل دیکھا اس نے خیال کیا کہ اب وہ ضرار کو مار ڈالے گا۔ اس نے جلدی سے گھوڑا لوٹایا اور تلوار سے ضرار پر حملہ کیا۔

ضرار نے اس کی تلوار ڈھال پر روکی اور ساتھ ہی اس کا پاؤں پکڑ کر کھینچا عیسائی بہت سنبھلا لیکن پاؤں رکاب سے نکل چکے تھے۔ وہ گھوڑے سے نیچے گرا ضرار خنجر لیکر جھکے قبل اس کے کہ عیسائی اٹھے خنجر نے اس کا گلا کاٹ ڈالا قتل کے وقت اس نے اس زور سے چیخ ماری کہ تمام میدان گونج اٹھا۔ عیسائی کانپ گئے۔

پطرس دور سے یہ کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ یہ ضرار جنوں سے بھی بڑھ کر ہے کم بخت نے کیسے کیسے بہادروں کو مار ڈالا۔

اب اس نے بربریوں کو اشارہ کیا۔ بربری قواد کو لیکر بڑھے ان کے پیچھے عیسائیوں کا ریلا چلا۔ ہاتھیوں کی فوج بھی بڑھائی گئی۔ طبل جنگ نہایت زور زور سے بجنے لگا نرسنگھے پھونکے گئے۔ قومی نعرے چیخ چیخ کر لگائے جانے لگے۔

تمام میدان ہلنے لگا۔ خالد ضرار جواب گھوڑے پر سوار ہو گئے تھے۔ اور ان کے چند ہمراہیوں نے ان بلاؤں کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ اور بھی شدت سے جنگ کرنے لگے۔

ابھی تک شاؤل سہما ہوا عیسائیوں کے حلقہ میں کھڑا تھا لیکن جب اس نے سارے عیسائی لشکر کو بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اس کا خوف دور ہوا۔

اس نے للکارتے ہوئے کہا۔ لینا لینا! یہ چند مسلمان جانے نہ پائیں۔

حضرت خالدؓ شاؤل کے پاس پہنچے انھوں نے جوش میں آکر نیزہ مارا نیزہ شاؤل کی زرہ اور سینہ توڑ کر پشت کے پار نکل گیا۔ شاؤل کشتہ ہو کر گرا۔ اگرچہ لشکر کو حملہ آور دیکھ کر تمام عیسائیوں کے دل بڑھ گئے تھے لیکن شاؤل کی موت نے انھیں گھبرا دیا۔

عمرو بن العاص نے عیسائی لشکر کو بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ انھوں نے بھی مجاہدین اسلام کو بڑھنے کا اشارہ کیا۔ تمام مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ خیز نعرہ لگا کر بڑھے پھر دونوں لشکر ٹکرا گئے۔

تلواریں میانوں سے کھینچ آئیں اور جنگ نہایت زور شور سے شروع ہو گئی مسلمان

عیسائیوں میں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔ سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ زخمیوں کی آہ و کرب مرنے والوں کی دلدوز چیخوں نے شور و غل کو المضاعف کر دیا۔

ایسا شور بلند ہوا کہ کانوں کے پردے پھٹنے لگے۔ جس طرف بھی نظر جاتی تھی۔ خون میں ڈوبی ہوئی تلواریں بلند ہو کر جھکتی نظر آتی تھیں۔ عیسائی اور مسلمان دونوں جوش میں بھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ ہر فریق دوسرے کو زک دینے کی فکر میں تھا۔

سعد۔ عبدالرحمٰن۔ فضل۔ جعفر۔ مسلم۔ عبداللہ بن عمر قیامت خیز جنگ کر رہے تھے۔ ان چھ سرفروشوں کا ایک گروہ بن گیا تھا۔ یہ چھ کے چھ جا گئیں ملائے نہایت خونریز لڑائی لڑ رہے تھے۔

جس طرف انکا رُخ ہو جاتا تھا پرے کے پرے صاف کر دیتے تھے۔ صفوں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ وہ مسیحیوں کی تین صفوں کو توڑ چکے تھے۔ انکا رُخ سامنے کی طرف تھا عیسائیوں کو مارتے کاٹتے سامنے ہی کی طرف بڑھتے چلے آرہے تھے۔ کوئی کشش انہیں کھینچے لئے جا رہی تھی۔ اگرچہ انکی غلطی تھی ان کا ہر قدم مسلمانوں سے دور ہوتا جاتا تھا۔ غلطی دل عیسائیوں میں گھرے جاتے تھے مگر انہیں اس بات کی پرواہ نہ تھی۔ عیسائی لشکر کے کشتوں کے ڈھیر لگاتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ چونکہ عالمگیر جنگ شروع ہو گئی تھی۔ اسلئے صفیں قائم نہ رہی تھیں۔ سارے میدان میں مسیحی اور مسلمان بکھر گئے تھے۔ ہر طرف جنگ ہو رہی تھی۔ اور جنگ بھی نہایت خون آشام تھی۔

جب یہ گروہ چوتھی صف کے قریب پہنچا تو انھوں نے اللہ اکبر کے نعرے کی آواز سنی ان لوگوں کو تعجب ہوا کہ ان سے آگے کون مسلمان پہنچ گئے ہیں۔ انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا انہیں عیسائیوں کا غول جنگ کرتا نظر آیا۔ نعرہ لگانے والے مسلمان غول کے بیچ میں ہونے کی وجہ سے نظر نہ آتے تھے۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کو نرغہ میں لے لیا ہے۔ وہ تڑپ کر اس طرف بڑھے جو مسیحی سامنے آئے انہیں قتل کر کے بڑھتے رہے سیکڑوں عیسائیوں کو قتل کرنے کے بعد بڑی دشواریوں کیساتھ وہ اس جگہ پہنچے۔

انہوں نے دیکھا کہ دو مسلمان عیسائی کپڑے پہنے مصروف پیکار ہیں۔ یہ دیکھ کر اور بھی حیرت

ہوئی۔ کہ آج جبکہ ہولناک جنگ ہو رہی تھی۔ دوست اور دشمن کی پہچان مشکل تھا کہ کون کیا ہو
مسلمان تھے جو عیسائی پوشاکیں پہنے میدان کارزار میں جنگ کرنیکے لئے نبرد آزما ہوں۔
یہ لوگ دلیرانہ بڑھ کر اس غول میں جا پہنچے۔ انہوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس
نعرہ سے عیسائی خائف ہوئے وہ پیچھے پھر کر ان آنے والے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔
اللہ اکبر کا پرہیبت نعرہ ہمیشہ سے دشمنوں کے دل میں تہلکہ ڈالتا رہا ہے۔ اس پرہول
نعرہ سے عیسائی خائف ہوئے وہ پیچھے پھر کر ان آنیوالے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔
سعد اور اسکے ہمراہیوں نے نہایت شجاعت و مردانگی سے ان خوفزدہ عیسائیوں
پر حملہ کر دیا۔ اور انہوں نے دم کے دم میں بیسیوں عیسائیوں کو مار ڈالا جس پر بھی انکی
تلوار پڑی وہی کشتہ ہو کر گرا۔
عیسائی گھبرا گئے۔ دب کر پیچھے ہٹ گئے۔ یہ چھ سر فروش مسلمان بڑھ کر ان دونوں
شیران اسلام کے پاس پہنچے۔ جو عیسائیوں کے نرغہ میں گھرے ہوئے لڑ رہے تھے۔ سب سے پہلے
سعد نے انکو دیکھا وہ حیران رہ گیا۔ اس نے فرط مسرت سے بیخود ہو کر کہا۔ اہا ہا ریاض خدا
کا ہزار ہزار شکر ہے۔ بیحد و بیشمار باعث مسرت ہے۔ اور وہ اس کے آگے کچھ نہ کہہ سکا
باقی الفاظ منہ ہی منہ میں رہ گئے۔ وہ گھوڑا بڑھا کر اس کے پاس پہنچا۔ وہ دونوں شیران
اسلام ریاض اور اسود تھے۔
ریاض کے بشرے سے کمال مسرت کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس نے سعد کے قریب آ کر
مصافحہ کیا۔ سعد کے بعد سب سے ہاتھ ملائے۔ سعد نے کہا خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم مل گئے۔
عبدالرحمن نے کہا۔ یہ وقت اظہار مسرت یا استفسار حال کرنے کا نہیں ہے ہم دشمنوں
میں گھرے ہوئے ہیں۔ خدا ہمیں ان دونوں کی اعانت کیلئے یہاں لایا تھا۔ اب واپس
لوٹو اور جہاد کرو۔"
سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ اب یہ چھ کے بجائے آٹھ ہو گئے۔ ان آٹھوں نے
واپس لوٹ کر عیسائیوں پر کوہ شکن حملہ کیا۔ عیسائی گھبرا گئے اور پیچھے ہٹے۔ یہ شیر دل
آٹھوں مسلمان مارتے کاٹتے اسلامی لشکر کیطرف روانہ ہو گئے۔

آٹھواں باب

رہائی کے اسباب

تسلسل واقعات کیلئے ہمیں ریاض کا حال بیان کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے جب تائید غیبی سے موت کے پنجہ سے ریاض بال بال بچ گیا۔ اور ایک عیسائی افسر اسے اور اسود کو لیکر اس جگہ پہنچا جہاں ریاض کو قید رکھا جاتا تھا۔ تو افسر نے اسود کو ایک زنجیر میں جکڑنا شروع کر دیا۔

اسود لمبے قامت اور دوہرے بدن کا آدمی تھا۔ اس نے زنجیروں میں جکڑتے وقت اپنا بدن اور بھی پھیلا لیا تھا۔ افسر اسے جکڑ کر خیمہ کے اندر ایک چوب سے باندھ کر چلا گیا ریاض کو بھی اس چوب سے باندھ دیا تھا۔ یہ دونوں ایک معمولی خیمہ کے اندر محبوس کئے گئے تھے۔ جب افسر چلا گیا۔ تو ریاض نے کہا۔ اسود تم کیسے قید ہو گئے؟

اسود نے کہا۔ سیدی میں قصداً اسیر ہو کر آیا ہوں۔

ریاض نے حیرت سے اسے دیکھ کر دریافت کیا۔ "قصداً کیوں آئے ہو؟"

اسود نے اطمینان بھرے لہجہ میں کہا۔ آپ کو آزادی دلانے کے خیال سے۔

ریاض نے آہ سرد بھر کر کہا۔ اسود میری رہائی غیر ممکن ہے۔ تم نے فضول اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالا۔

اسود۔ آپ مایوس کیوں ہیں؟

ریاض۔ کیا تم اس لشکر کو نہیں دیکھتے جو ہمارے گرد پڑا ہے۔

اسود۔ میں نے دیکھا ہے لیکن ہمکو خداوند کریم کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے۔

ریاض۔ ہاں خدا میں سب کچھ طاقت ہے۔

اسود۔ تم دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔

ریاض۔ تم ان عیسائیوں کے ہاتھوں میں کیسے پڑ گئے؟

اسود۔ سالار اعظم کو جاسوسوں نے اطلاع دی تھی۔ کہ ارسوس والئی دمشق اور لبنیٰ کو حراست میں لئے اس جگہ مقیم ہے۔ جہاں مسیحی لشکر پہلے خیمہ زن تھا۔
سعد ساٹھ مجاہدوں کو لیکر روانہ ہوئے۔ میں نے بھی انکے ہمراہ چلنے کی اجازت لیلی۔ ہم سب اچانک عیسائیوں پر جا پڑے میں قصداً انکے ہاتھوں میں گرفتار ہو گیا۔ سعدؓ لبنیٰ اور ایک عیسائی دوشیزہ کو ہمراہ لیکر چلے گئے۔ اور میں آپکے پاس پہنچ گیا۔
ریاض نے دریافت کیا۔ اسلامی لشکر میں کوئی نئی بات تو مشہور نہیں ہوئی؟
یہ کہتے ہی اس نے غور سے اسود کو دیکھا اور جواب کا نہایت بیچینی سے انتظار کرنے لگا۔ در اصل وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آیا اسکی محبت کا افسانہ تو لشکر میں مشہور نہیں ہو گیا!
اسود نے جواب دیا کوئی نہیں!۔
اس جواب سے اس کی تشفی نہ ہوئی۔ لیکن وہ صاف طور پر دریافت بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس نے پھر پوچھا۔ سعدؓ اچھے تھے؟
اسود۔ یوں تو اچھے تھے۔ لیکن آپکی گرفتاری کا انہیں بیحد ملال تھا۔
ریاض نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیا وہ مجھے دریافت کرتے رہتے تھے؟
اسود۔ بہت زیادہ۔ کوئی وقت آپکی یاد سے خالی نہیں رہتا!
ریاض۔ انکی ہمشیرہ انہیں مل گئیں؟
اسود۔ ہاں! میرے سامنے وہ اپنی ہمشیرہ کو لے گئے۔
اسکے بعد کوئی گفتگو نہ ہوئی۔ ریاض کچھ سوچنے لگ گیا۔ شام تک اسی طرح بندھے پڑے رہے۔ دن چھپے انکے لئے کھانا آیا۔
ریاض کو صرف ایک وقت کھانا دیا جاتا تھا۔ سپاہیوں نے انکے ہاتھ کھولے دونوں نے کھانا کھایا۔ کھانا کھلا کر سپاہیوں نے انہیں پھر باندھ دیا۔ جب سپاہی چلے گئے اور خیمہ کے اندر اندھیرا پھیل گیا تو اسود نے کہا۔ اب ہمیں اپنی مہم شروع کرنی چاہئے۔
ریاض نے کہا۔ ہم دست و پا بستہ ہیں کیا کر سکتے ہیں۔
اسود۔ آپ دیکھتے رہئے میں نے اپنے جکڑے جاتے وقت اپنے بدن کو پھلا لیا تھا

میری زنجیریں ڈھیلی ہو گئی ہیں۔ اور میں زنجیروں کے پیچ سے نکل سکتا ہوں۔

ریاض نے قدرے مسرور ہوتے ہوئے کہا۔ یہ بات ہے تو سعی کرو!

چونکہ اندھیرا ہو رہا تھا۔ اس لئے ریاض یہ نہ دیکھ سکا کہ اسود کیا کر رہا ہے۔ اسود نے سانس روک کر اپنے جسم کو پھیلا کر اور زنجیروں کی لپیٹوں کو پشت اور پیروں کی طرف سے کھسکانا شروع کر دیا۔

اگرچہ اسود نے اپنا جسم جکڑتے وقت پھیلا لیا تھا لیکن مسیحی افسر نے اسے کس کر جکڑا تھا۔ جس سے زنجیر کچھ زیادہ ڈھیلی نہ رہی تھی۔ مگر اسود کو جو دھن جس کام کی لگ جاتی تھی وہ اسے پورا کر کے چھوڑتا تھا۔

چنانچہ وہ بدستور اپنے کام میں لگا رہا۔ یہ کام کچھ معمولی نہ تھا۔ بڑا اہم اور دشوار تھا وہ سانس روک روک کر بدن کو پھیلا پھیلا کر زنجیر کو نیچے کھسکا رہا تھا۔ پورے تین گھنٹے کی کوشش کے بعد زنجیر پھسل کر پاؤں پر آگری۔

اسود نے قدرے مسرور ہو کر کہا میں آزاد ہوں۔ میری زنجیر میرے پاؤں پر آپڑی ہے۔

ریاض نے کہا۔ آہستہ بولو پہرے والے قریب معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا زنجیر کو ایسی آہستگی سے ہٹا کر ایک طرف ڈال دو جس سے کسی قسم کی آواز نہ نکلنے پائے۔

اسود نے کہا۔ ایسا ہی کروں گا۔

اس نے زنجیر کو نہایت آہستگی سے اٹھا کر ایک طرف ڈال دی۔ اب اس نے اپنے آقا یعنی ریاض کی زنجیر دیکھی۔ اندھیرا گھپ ہونے کی وجہ سے اسے سرا نہ مل سکا۔ لیکن وہ ٹٹولتا رہا۔

کامل ایک گھنٹہ کد و کاوش کے بعد زنجیر کا سرا ملا جو کہ ایک کڑے میں پڑا ہوا تھا کڑے کا منہ کھلا ہوا تھا۔ کوئی شخص اگر دونوں ہاتھوں سے زور لگاتا تو کڑا کھل کر زنجیر نکل آتی۔

اسود نے دونوں ہاتھوں سے زور لگایا اور کڑے کا منہ کھول کر زنجیر کا سر کھینچ کر سرا باہر آتے ہی اس نے آہستہ آہستہ بل کھولنے شروع کئے۔ بہت جلد اس نے تمام بل کھول کر زنجیر الگ رکھ دی۔

اب یہ دونوں آزاد ہو گئے تھے۔ ریاض بہت خوش ہوا۔ اس نے اسود سے بغلگیر ہو کر کہا۔ خدا نے تجھے فرشتۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آج سے تم میرے بھائی ہو۔

اسود نے کہا۔ میں آپ کا غلام ہوں۔ زرخرید غلام۔ آپکا بھائی کیسے بن سکتا ہوں۔

ریاض نے کہا۔ میں تجھے آج سے آزاد کرتا ہوں۔

اسود نے غم انگیز لہجہ میں کہا۔ گویا آپ مجھے چھوڑنا چاہتے ہیں۔

ریاض۔ نہیں۔ اب تو میرے ساتھ ایک بھائی کی حیثیت سے رہے گا۔

اسود۔ میں اب تک آپ کا غلام تھا۔ اب خادم بن کر رہوں گا۔

اتفاقیہ خوشی انسان کو اس حالت سے بے خبر کر دیتی ہے۔ ریاض اور اسود کی صرف زنجیریں دور ہو گئی تھیں۔ لیکن ابھی وہ اسی خیمہ میں تھے جس میں قید کئے گئے تھے۔ لاکھوں مسیحی انکے گرد پڑے تھے۔

ٹڈی دل عیسائیوں میں بھاگنا آسان کام نہ تھا۔ لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ گویا ہم آزاد ہو گئے ہیں۔

اسود نے کہا: "اب ذرا باہر کیطرف جھانک کر دیکھوں۔ کہ پہرے والے کتنے ہیں۔ اور کیا کر رہے ہیں؟"

ریاض۔ دیکھ لو مگر احتیاط رکھنا۔ ذراسی غلطی ہمکو دوبارہ مصیبت میں پھنسا دیگی۔

اسود۔ اطمینان رکھئے میں احتیاط سے کام لوں گا۔

وہ آہستہ آہستہ چل کر دروازہ کے پاس آیا۔ اس نے ذرا سا پردہ اٹھا کر باہر جھانک کر دیکھا۔ اسوقت رات دو ثلث گذر چکی تھی۔ اندھیری رات ہونے کی وجہ سے ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل ہو گیا تھا۔ تمام آسمان پر ستارے بکھرے پڑے تھے۔ اور چمک رہے تھے۔ ہوا قدرے خنکی آمیز چل رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ عیسائیوں کا سارا لشکر خواب خرگوش میں پڑا خراٹے لے رہا ہے۔ ہر طرف اندھیرے کے ساتھ ہی ساتھ خاموشی کا بھی تسلط تھا۔ سکون طاری تھا۔ سوائے خراٹوں کے اور کوئی آواز نہ آرہی تھی۔

اس نے غور سے خیمہ کے ارد گرد دیکھا۔ دروازہ کے سامنے دو پہریدار چٹائی پر پڑے سو رہے تھے۔ اس خیمے سے فاصلے پر اور خیمے تھے۔ ان خیموں میں بھی سکوت تھا۔

وہ واپس آیا۔ اور اس نے کہا۔ قدرت ہمارا ساتھ دے رہی ہے۔ تمام لشکر ہمارے عیسائی ہمارے نگران سب پڑے سو رہے ہیں۔ ہماری ذرا سی ہمت ہمکو کامیاب کر دیگی۔

ریاض نے کہا۔ خدا ایسا ہی کرے!!

اسود نے کہا۔ پہرے والے صرف دو ہیں۔ اور دونوں ہی پڑے ہوئے سو رہے ہیں۔ آؤ خاموشی سے انکے سرہانے پہنچکر انہیں ٹھکانے لگا دیں۔

ریاض نے کہا۔ چلو جلدی کرو۔ دونوں خیموں سے باہر آئے اور نہایت آہستہ آہستہ دبے قدموں پہریداروں کی طرف بڑھے پہریدار قریب ہی پڑے تھے وہ دونوں ان کے سروں پر جا پہنچے۔ اتفاق سے ایک پہریدار نے کروٹ بدلی۔ ریاض نے جلدی سے اسے جا دبوچا۔ اس نے اس کا ٹینٹوا پکڑ کر دبایا۔ فوراً ہی اسود دوسرے پر گرا۔ اس نے بھی اس کا گلا دبانا شروع کیا۔ دونوں پہرہ دینے والے تڑپنے لگے۔ لیکن بھینچے جانے کی وجہ سے آواز نہ نکال سکے۔ ان کے گلے یہاں تک بھینچے گئے کہ انکی آنکھیں باہر نکل آئیں۔ موت نے انہیں آ دبایا۔ انکی روحیں قفس عنصری سے پرواز کر گئیں۔ بدن ڈھیلے پڑ گئے۔ دونوں نے ان دونوں مردہ پہریداروں کو اٹھایا۔ اور خیمہ کے اندر جا کر ڈال دیا۔

اب ریاض نے کہا۔ ہمیں چھپنے کے لئے عیسائیوں کا بھیس بدلنا چاہیئے۔ ان دونوں کے کپڑے اتار کر پہن لیں۔

اسود۔ میں بھی یہی کہنا چاہتا تھا۔ یہ بہترین تدبیر ہے۔

دونوں نے پہلے اپنے پھر مردہ پہرہ داروں کے کپڑے اتارے ان کو اپنے کپڑے پہنا کر خود انکے کپڑے پہن لئے اس کام میں اتنی دیر لگ گئی کہ صبح کے آثار نمودار ہو گئے۔

چونکہ آج لشکر کو علی الصباح صف بستہ ہونے کا حکم تھا۔ اسلئے لشکری بیدار ہو

ہوکر حوائج ضروری سے فراغت کرنے لگے۔ یہ دونوں خیمے سے باہر نکلے۔ انھوں نے لشکر میں عام ہلچل دیکھی۔!!

وہ ڈر گئے۔ اسود نے کہا۔ اب کیا ہوگا۔ ریاض نے کہا۔ تم خوف نہ کرو۔ دو گھوڑوں کی تلاش کرنی چاہئے۔ اب دونوں بڑھے۔ کچھ دور چل کر انھوں نے سیکڑوں گھوڑے قطار میں بندھے کھڑے دیکھے۔

انھوں نے دو گھوڑے کھولے۔ ان پر زین کسے ہر گھوڑے کا زین اس کے سامنے کسی قدر فاصلے پر رکھا تھا۔ وہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور آہستہ آہستہ چلے۔

وہ صبح کے جھٹپٹے وقت میں لشکر کو عبور کرنا چاہتے تھے لیکن یہ دشوار تھا۔ عیسائی تیار ہو ہو کر گروہ در گروہ میدان جنگ کی طرف روانہ ہو رہے تھے۔ یہ بھی ایک گروہ میں شامل ہو گئے۔ وہ گروہ چوتھی صف میں کھڑا ہوا۔ اگرچہ وہ اور آگے جانا چاہتے تھے لیکن افشاء راز کے خوف سے اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ ممکن تھا کہ وہ اسوقت آگے بڑھ جاتے مگر پہچانے جاتے۔ اور روکے جانے کے اندیشہ نے انہیں جرأت نہ ہونے دی۔

جب تمام لشکر صف بستہ ہو گیا۔ تو آفتاب نکل آیا۔ اب انہیں زیادہ اندیشہ پیدا ہوا۔ وہ عرب تھے۔ انکی صورت و شکل الگ تھی۔ پوشاک انکی صورتوں کو چھپا نہ سکتی تھی لیکن کر کیا سکتے تھے۔

اب صف سے ایک قدم بھی بڑھنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ مجبوراً کھڑے ہو کر نوشتہ تقدیر کا انتظار کرنے لگے چونکہ تمام سپاہی پیدل سواروں کی نظریں سامنے کی طرف تھیں اسلئے نہ کسی نے انکو دیکھا۔ اور نہ افشائے راز ہوا۔

اگرچہ ریاض اور اسود نے اپنی طرف سے پہچانے نہ جانے کا سب کچھ انتظام کر لیا تھا لیکن عجلت میں کوئی ہتھیار نہ لے سکے تھے۔ دو لوز بنتے تھے انہیں یہ خیال نہ ہوا تھا کہ انہیں بغیر ہتھیار دیکھ کر اگر کسی افسر یا سپاہی نے کچھ پوچھا تو کیا جواب دیں گے۔

چونکہ وہ سب سے پیچھے تھے۔ اس لئے انہیں خبر نہ تھی کہ میدان

جنگ میں کیا ہو رہا ہے۔ عرصہ کے بعد جب عام حملہ ہو گیا۔ اور چوتھی صف کو بھی آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ تو ایک افسر نے ان دونوں کو دیکھ لیا۔ اس نے متعجب ہو کر کہا۔ ہائیں تمہارے پاس ہتھیار نہیں۔ ؟ تم کیسے لڑو گے۔ ہتھیار کہاں ہیں؟"

اب ان دونوں کو اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ اسود نے ریاض نے اسود اور اسود نے ریاض کو دیکھا۔ دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں کچھ کہا۔ اور دونوں نے جواب دینے کے بجائے اپنے قریب کھڑے ہوئے عیسائی سپاہیوں کے جھپٹا مار کر ایک ایک تلوار اور ایک ایک ڈھال چھین لی۔ افسر نے دریافت کیا تم کون ہو؟

وہ انہیں پہچاننے کی کوشش کرنے لگا۔ ریاض اور اسود نے موقع کی نزاکت کو دیکھا۔ وہ ایک دم آگے بڑھے ریاض نے پورا ہاتھ افسر کے مارا بیچارہ افسر حملے کی تاب نہ لا سکا۔ اس کا سر ککڑی کی طرح کٹ کر دور جا گرا۔ دونوں نے اپنے گھوڑے سرپٹ چھوڑ دیئے۔ عیسائی اس کارروائی کو دیکھکر آئینہ دار حیران رہ گئے۔ وہ ابھی تک یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ دونوں عیسائی ہیں لیکن فوراً ہی انہیں شبہ ہوا اور پچاس سوار ان کے تعاقب میں دوڑے انھوں نے ان دونوں کو تیسری صف کے قریب جا لیا اب وہ دونوں رک گئے۔ اور عیسائیوں کی طرف پھر سے تلواریں تھکیر ان پر حملہ آور ہوئے عیسائیوں نے انکو پہچان لیا۔ ان میں سے چند ایک نے کہا۔ ارے یہ تو مسلمان ہیں۔

فوراً ہی عیسائی ان دونوں پر ٹوٹ پڑے جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں شیروں کی طرح حملے کرنے لگے۔

عیسائی جوش میں آ آ کر حملے کر رہے تھے لیکن وہ ایسے بہادر تھے کہ ہر شخص کے حملہ کو نہایت ہوشیاری سے رد کر دیتے تھے۔ ایکمرتبہ ان دونوں نے حملہ کر کے دو عیسائیوں کو مار ڈالا۔ اور اس مسرت سے ان دونوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اس نعرہ کو سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے سنا وہ انکی مدد کیلئے بڑھے اور انکے پاس پہنچ گئے۔ جیسا کہ ناظرین باب ہائے ماسبق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

جو لوگ ریاض اور اسود کو نرغہ میں لئے ہوئے تھے ان میں سے کچھ لوگ مارے گئے

تھے باقی بھاگ گئے تھے۔ یہ آٹھوں مسلمان واپس لوٹ کر تیسری صف پر جا ٹوٹے آٹھوں بہادر تھے پکے مسلمان تھے۔ الیسا جی توڑ کر لڑے کہ عیسائی لشکر کے کشتوں کے پشتے لگ گئے تھے۔

انھوں نے سیکڑوں جانبازوں کو مار ڈالا لیکن عیسائیوں کی اسقدر کثرت تھی کہ جتنے لوگوں کو وہ مار ڈالتے تھے اسکے دگنے انکے سامنے تازہ دم آجاتے تھے۔ دشمنوں کی اس کثرت کو دیکھ کر وہ گھبرائے نہیں اور نہ ہی تھکے بلکہ برابر مصروف قتال رہے۔

اسوقت تمام محاذات پر جنگ نہایت شدومد سے ہو رہی تھی مشرق و مغرب سے شمال و جنوب تک تلواریں اٹھتیں اور انسانی سمندر میں ڈوبتی نظر آتی تھیں۔ شور و غل پہلے سے چہار چند بڑھ گیا تھا۔ سرفروش بہادری کے نشہ میں سرشار برابر جنگ کر رہے تھے۔ تلواروں کی بارش۔ نیزوں کی سنان۔ خنجروں کی دھار سروتن کے فیصلے کر رہے تھے جان باز کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ موت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔

سارے میدان میں موت کا بازار گرم تھا۔ خون کی چھینٹیں اڑ رہی تھیں۔ زمین لالہ زار ہو گئی تھی۔ جگہ جگہ ہاتھوں پیروں۔ سروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگ گئے تھے جن گھوڑوں کے سوار مر گئے تھے وہ ادھر ادھر زقندیں بھرتے لاشوں کو روندتے پھر رہے تھے۔

سارے محاذات پر تمام مسلمان نہایت جیداری بڑی بہادری اور بکمال جوش کیساتھ لڑ رہے تھے۔ وہ لڑائی میں منہمک ہو گئے تھے۔ کہ نعرۂ تکبیر لگانا بھی بھول گئے تھے۔

دراصل ایسی خونریز جنگ ہو رہی تھی کہ ہر شخص اپنی ہستی کو بھولا ہوا تھا۔ کسی کو سوائے مارنے اور مرنے کے اور کچھ یاد ہی نہ رہا تھا۔ رفاعہؓ ایک بزرگ صحابی تھے بڑے جوشیلے تھے۔ انکے تحت میں پانچسو مرد میدان قبیلہ بنو حمارث لبید و مالک سے تھے وہ لڑتے لڑتے ہاتھیوں کے قریب پہنچ گئے۔

ان کا گھوڑا بھڑکا انھوں نے گھوڑے کو ڈپٹ کر آگے بڑھایا گھوڑا اڑتا ڈرتا ہاتھیوں کے قریب پہنچا۔ ایک سفید ہاتھی سب کے آگے تھا یہ ہاتھی تمام ہاتھیوں سے اونچا اور موٹا تازہ تھا۔

رفاعہؓ نے بڑھ کر اس ہاتھی کے تلوار ماری تلوار سونڈ پر پڑی ہاتھی چنگھار مار کر پیچھے ہٹا۔ رفاعہؓ نے ایک تلوار کا ہاتھ اور مارا تلوار کاٹ کر اس کا کچھ حصہ اڑا گئی۔ ہاتھی چکرا کر بیٹھ گیا۔ اس نے اس زور سے جھرجھری لی کہ اس پر جو عماری کشیدہ تھی وہ گر گئی۔

عماری میں دو زنگی بیٹھے تھے۔ ایک عماری کے نیچے دب گیا ایک زمین پر گرا وہ بڑبڑاتا ہوا اٹھا۔ اس کے ہاتھ میں وزنی گرز تھا وہ گرز لیکر رفاعہؓ کی طرف لپکا اس کے قریب پہنچکر اس نے گرز مارا۔

رفاعہؓ نے پینترا بدل کر وار خالی دیا۔ زنگی جھکا۔ رفاعہؓ نے جلدی سے اس پر تلوار کا وار کیا چونکہ زنگی زرہ پہنے ہوئے تھا نہ ہی اس کے سر پر خود تھا تلوار نے گردن کاٹ ڈالی اور کشتہ ہو کر گرا۔

جس وقت رفاعہ زنگی سے لڑنے میں مصروف تھے۔ اس وقت انکے ماتحت سواروں نے تمام ہاتھیوں پر حملہ کر دیا۔ انھوں نے گھوڑوں کو بڑھا بڑھا کر ہاتھیوں کی آنکھوں میں نیزے مارنے شروع کر دیئے۔

ہاتھی چنگھاڑتے ہوئے واپس لوٹے اور اپنے ہی سواروں کو کچلتے مسلتے اور روندتے ہوئے بھاگے۔ تمام لشکر میں ہاتھیوں کے بھاگنے سے ایک قسم کی ہلچل مچ گئی۔ ہزاروں عیسائی ہاتھیوں کی جھپٹ میں آکر مسلے گئے۔

سیکڑوں گھوڑے کچلے گئے۔ اب بربریوں نے قواد کی زنجیریں کھینچیں انہیں حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔ وہ گرز لیکر مسلمانوں کی طرف بڑھے مقداد نے ان حبشیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔

ان میں سے ایک اپنی طرف اور ایک بائیں طرف کچھ سواروں کو لیکر دوڑ گئے اور قواد کے سامنے جو مسلمان تھے انہیں پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا مسلمان پیچھے ہٹ گئے۔

خالدؓ اور مقداد ان بربریوں پر جا پڑے جنکے ہاتھوں میں قواد کی زنجیریں تھیں۔ انھوں نے نہایت دلیری سے حملے کر کے بربریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ بربری بھی موم کے بنے ہوئے نہ تھے۔

عیسائیوں میں سب سے زیادہ بہادر وہی تھے۔ اس لئے انہیں قواد کی نگرانی میں مقرر کیا گیا تھا۔ وہ زنجیریں چھوڑ چھوڑ کر نہایت جوانمردی سے لڑنے لگے۔ مگر یہ ممکن تھا کہ انکی جوانمردی کسی اور قوم کے سامنے چل جاتی۔ لیکن مسلمان جو ہتھیلی پر سر لئے ہوئے تھے۔ انکے سامنے نہ چلی اور عیسائیوں کیطرح وہ بیچارے بھی قتل ہونے لگے۔

مسلمانوں کی ہمت اور شجاعت کا راز۔ قوت ایمانی۔ جوش ملی اور موت سے نہ ڈرنے میں مضمر تھا۔ جو قوم موت سے نہیں ڈرتی ہر وقت مرنے کیلئے تیار رہتی ہے۔ موت اس سے کوسوں دور بھاگتی ہے!!

خالدؓ۔ مقداد اور انکے ہمراہیوں نے اس بے جگری سے حملے کئے کہ بربری زیادہ تعداد میں قتل ہو گئے اور بچے کھچے بھاگ گئے۔ اب مسلمانوں نے قواد کی زنجیریں اپنے ہاتھوں میں لے لیں۔ اور انہیں قتل کرنے لگے قواد گھبرا گئے اور بعضوں نے ہونٹوں کے حلقے اس زور سے پکڑ پکڑ کر کھینچے کہ ہونٹ کٹ کٹ کر حلقے سے نکل گئے۔

وہ آزاد ہو کر عیسائیوں کیطرف بھاگے اسوقت آفتاب جملۂ مغرب کے قریب پہنچ گیا تھا۔ دھوپ سمٹ سمٹا کر درختوں کی چوٹیوں پر پہنچ گئی۔ روشنی پر تاریکی غالب آنے لگی تھی۔ جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ خون آشام تلواریں انسانی سمندر میں ڈوبتی نظر آ رہی تھیں۔ اسوقت شور و غل اور بھی بڑھ گیا تھا۔

مسلمان اور مسیحی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے عظیم خونریزی کا بازار گرم ہو رہا تھا۔ یہ شیران اسلام ہی کا دل گردہ تھا۔ کہ تین لاکھ عیسائیوں کے ساتھ معروف جنگ تھے۔

رفتہ رفتہ آفتاب غروب ہو گیا جنگ بند کر دی گئی۔ دونوں فریق اپنی اپنی قیام گاہوں کیطرف لوٹے۔ ریاض بھی سعد زخمی کے ہمراہ چلا گیا۔ اگرچہ ندامت و شرم کیوجہ سے اس کا دل اسلامی لشکر میں جانے کو نہ چاہتا تھا۔ لیکن عبدالرحمٰن۔ مفضل اور جعفر اور دوسرے لوگوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ وہ سر جھکائے چپ چاپ چلا جا رہا تھا۔

کچھ مسلمان اور عیسائی شہداء اور مقتول کو ٹھکانے لگانے کے لئے رہ گئے۔ مشرق کی طرف عیسائیوں نے اور مغرب کی طرف مسلمانوں نے چوڑے چوڑے گڈھے کھود کر مردوں کو دفن کر دیا۔ مسلمان چھ سو شہید ہوئے اور عیسائی ستائیس ہزار مارے گئے۔

ان ستائیس ہزار میں سے بارہ ہزار چھوٹے بڑے افسر اور ملوک تھے۔ اگر آج بھی جنگ کا نتیجہ برآمد نہ ہوا تاہم میدان مسلمانوں کے ہی ہاتھ رہا۔

نواں باب

"ایک پری پیکر حلقۂ اسلام میں"

حوروش لبنیٰ کے حسن نے سیرت نے۔ خلق نے شوخ میرونہ کو اپنا گرویدہ بنا لیا وہ اس سے ایسی مانوس ہو گئی۔ کہ اسکی ایک دم کے لئے جدائی بھی اسے شاق گذرنے لگی جب لبنیٰ اسے خیمہ میں چھوڑ کر نماز کیلئے جاتی تو وہ تنہائی سے گھبرانے لگتی۔ چنانچہ وہ بھی انکے ہمراہ نماز کے میدان میں جانے لگی۔ اس نے مسلم خواتین۔ بڈھی۔ ادھیڑ اور نوجوان لڑکیوں کو ایک دوسرے سے محبت و مروت اور ادب و شائستگی سے پیش آتے دیکھا کوئی کسی سے ناراض نہ ہوتی تھی۔ اور نہ لڑتی تھی۔ وہ مسلمان عورتوں کو دیکھ کر سخت حیران تھی۔ اسے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کہ وہ تمام عورتیں کسی ایک ہی ضعیفہ کی اولاد ہیں جو آپس میں لڑنا جھگڑنا تو کیا ناراض ہونا بھی نہ جانتیں۔ سب ہنسی خوشی سے رہتی ہیں لازوال مسرت کی تڑپ ان کے ہنس مکھ چہروں پر جھلک رہی تھی۔

وہ پرہیزگار تھیں۔ نماز روزہ کی پابند تھیں۔ شریعت پر گامزن تھیں۔ کوئی کام خدا اور اس کے رسول کے احکام کے خلاف نہ کرتی تھیں۔ خود بھی خوش رہتی تھیں اور اپنے متعلقین کو بھی خوش رکھتی تھیں۔

میرونہ ان سب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر متاثر ہوتی تھی۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھی انکے ہمراہ نماز میں شریک ہو جائے لیکن مذہب کا اختلاف مانع تھا۔

وہ دل کو روکتی ۔خیال کو اور طرف بڑھاتی ۔ اور نماز کے بعد لبنیٰ کیساتھ خیمہ میں واپس چلی جاتی ۔لبنیٰ نے اسے بہن کہا تھا ۔ وہ بہن کی طرح اس کی خدمت کرتی تھی ۔اسکے ساتھ کھاتی ۔اسکے ساتھ سوتی اور اس کے ساتھ اٹھتی تھی ۔میمونہ لبنیٰ کی شکرگزار اور گرویدہ تھی ۔

وہ ایک بات کا احساس کر رہی تھی ۔وہ یہ کہ لبنیٰ کو کوئی قلبی صدمہ ہے ۔رنج ہے غم ہے اسے گھن کی طرح سے کھائے جاتا ہے ۔ وہ زبردستی اپنے چہرے کو خنداں ۔طبیعت کو بشاش بنائے ہوئے ہے ۔اسے تعجب تھا کہ لبنیٰ کو کیا غم ہے اور کس لئے وہ افسردہ خاطر رہتی ہے ۔

ایک دن لبنیٰ ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے گئی اور شہزادی میرونہ بھی اسکے ہمراہ تھی نماز سے فارغ ہوتے ہی لبنیٰ پہلے چلی آئی اور میرونہ سلمیٰ وغیرہ سے باتیں کرتی رہ گئی ۔

جب وہ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ لبنیٰ رو رہی تھی اس کی بڑی بڑی سیاہ نشیلی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا ۔پرنور عارض آنسوؤں سے تر تھے ۔

غم و حیرت میں ڈوبی ہوئی تھیں اور کچھ ایسا محو غم تھی کہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر تھی ۔ میرونہ اس کی یہ گو مگو حالت دیکھ کر تڑپ گئی ۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے پرملال لہجہ میں کہا لبنیٰ ! لبنیٰ ! ! تم رو رہی ہو ؟

لبنیٰ چونک پڑی اور جلدی سے سنبھلی اس نے اپنے ریشمین دوپٹہ کے آنچل سے آنسو پونچھے طبیعت کو حسب معمول بشاش بنانے کی کوشش کی ۔لیکن غمزدہ لڑکی جلدی اپنی حالت درست نہ کر سکی ۔

میرونہ اسکے پاس جا بیٹھی ۔اس نے اسے اپنے سینہ سے لگا کر کہا ۔لبنیٰ میں تیرے خنداں بشرہ میں غم کی جھلک دیکھتی تھی ۔ چاہتی تھی کہ تم سے اس کے متعلق کچھ دریافت کروں مگر ہمت نہ پڑتی تھی ۔

آج تم کو روتے ہوئے دیکھا ۔میرا دماغ غم نے الٹ دیا ۔مجھے بتاؤ کہ تمکو کیا غم ہے ؟ حوروش لبنیٰ کے چاند سے چہرہ سے غم و حسرت ٹپک رہے تھے ۔ اس نے افسردہ دلی سے کہا کچھ نہیں ۔میرونہ آپ ہی آپ اسوقت میرا دل بھر آیا ۔آنسو جاری ہوگئے ۔

یہ بلا وجہ نہیں ہو سکتا ۔اگرچہ لبنیٰ کے اب آنسو جاری نہ تھے ۔لیکن اسکے گلابی پھول کو

شرمانے والے عارض اب بھی آنسوؤں سے بھیج رہے تھے۔ پیارے چہرے سے غم و افسردگی کے آثار ظاہر تھے۔

وہ حسن کی دیوی اس حالت میں بھی حسن کی ملکہ معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے کہا میرونہ تم سچ کہہ رہی ہو۔ میرے دل میں غم کا بسیرہ ہے کبھی کبھی میں اس غم کے ہاتھوں سے مجبور ہو جاتی ہوں۔

میرونہ۔ تم کو کیا غم ہے؟

لبنیٰ اس ذکر کو رہنے دو مجھے رنج ہوتا ہے۔

میرونہ۔ کاش! تمکو معلوم ہوتا کہ تمہارے غم نے مجھے کس قدر ملول اور غمزدہ کر دیا ہے

لبنیٰ مجھے معلوم ہے۔ پیاری ہمشیرہ تم مجھ پر مہربانی کرتی ہو۔ میری دلبستگی میں لگی رہتی ہو۔ تمہاری وجہ سے میں مسرور و خرم رہتی ہوں۔ یا خوش رہنا چاہتی ہوں۔ ورنہ غم و الم مجھے دیوانہ بنا دیتے۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ضبط کرتے کرتے اختلاج کے دورے نہ پڑنے لگیں۔

میرونہ۔ خدا نہ کرے اگر مجھے تمہارے غم کی وجہ معلوم ہو جاتی تو میں اپنی جان دیکر بھی تمہارے غم کو دور کرنے کی کوشش کرتی۔

لبنیٰ نے اپنی سیاہ مست اور بڑی بڑی آنکھوں سے میرونہ کو دیکھا۔ میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ لبنیٰ کا غم خود لینا چاہتی ہے اس کے درد سے بہت زیادہ متاثر ہے لبنیٰ پر اسکی یہ کیفیت دیکھ کر خاص اثر ہوا۔ اس نے کہا۔ تم میرا غم دور کرنے کی کوشش کرتیں۔

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ ہاں لبنیٰ میں نے سنگ جفا سے تمہارا دل چور چور کر دیا تھا۔ تمہارے خلق مروت نے مجھے اپنا گرویدہ بنا لیا ہے۔ یہی دل میں آ رہا ہے کہ اپنا تن من تم پر نثار کر دوں۔

لبنیٰ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ میرونہ نے کہا۔

میں نے سنا تھا۔ دل را بدل راہ ہست۔ یعنی دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔ کیا میری شیفتگی نے تم پر اثر نہیں کیا۔ تم اب بھی مجھے سنگدل شہزادی ہی سمجھتی ہو؟

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ تم شہزادی ضرور ہو لیکن سنگدل نہیں۔ میری مہربان ہمشیرہ ہو۔

میرونہ اگر میں تمہاری ہمشیرہ ہوں تو مجھ سے اپنا راز نہ چھپاؤ۔

لبنیٰ نے از خود رفتگی سے کہا۔ اب نہ چھپاؤں گی میرونہ! تمہیں وہ نوجوان مسلمان یاد ہے جو میرے ساتھ قید ہوا تھا۔ جسے تمہارے بادشاہ نے قربان گاہ پر بھینٹ چڑھانے کا حکم دیدیا تھا۔

میرونہ نے سنجیدگی سے کہا۔ یاد ہے آہ اسی نوجوان مسلم کی محبت نے تمہیں بے قرار کر رکھا ہے۔

لبنیٰ نے گھبرا کر کہا۔ آہستہ سے بات کرو۔ اگر کسی کو بھی معلوم ہو گیا کہ میں کسی کو چاہتی ہوں تو قیامت آجائے گی۔

میرونہ نے حیرت سے لبنیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا تمہاری قوم میں محبت کرنا گناہ ہے؟"

لبنیٰ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ ہاں معاشرتی گناہ ہے۔ جب دو دلوں میں محبت ہوئی ہے اور بد قسمتی سے انکا راز افشاں ہو جاتا ہے۔ وہ دونوں کبھی نہیں مل سکتے!!

میرونہ۔ تعجب ہے۔ خیر اپنے اپنے رسمِ دیگرے! میرے دل میں بات تھی کہ تم اسی مسلم نوجوان کی محبت میں گھلی جا رہی ہو۔ لیکن تم نے کہا تھا کہ اگر میں اسے پا لوں تو وہ میرا ہے؟....."

لبنیٰ نے کہا۔ بیشک کہا تھا۔ اب بھی کہتی ہوں اور میری دلی آرزو ہے کہ وہ زندہ ہے پھلے پھولے تم اسے اپنا سمجھکر بچانے کی سعی کرو۔

میرونہ نے اسکی بڑھی ہوئی محبت کا احساس کیا۔ وہ سخت متاثر ہوئی اور اس کی نرگسی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

اس نے کہا لبنیٰ وہ تیرا ہے اور میں اسے تیرے ہی لئے بچانے کی سعی کروں گی۔

لبنیٰ تمہارا شکریہ۔ تم بہت ہی نیک ہو۔

میرونہ۔ اُس وقت میرا شکریہ ادا کرنا۔ جب میں اسے بچا لوں لبنیٰ تو نہیں جانتی کہ تم نے مجھے کسقدر بدل دیا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ میں تیرے لئے جان تک دے ڈالوں گی!!

لبنیٰ۔ تم بڑی نیک و مہربان ہو۔ مجھے تمہاری موجودگی سے ڈھارس ہے۔

میرونہ۔ میں تیرے ہی پاس رہوں گی۔

لبنیٰ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ تم شہزادی ہو۔ اور تمہارا بھائی تم کو واپس لینے کی کوشش کرے گا۔

میرونہ۔ میں تمہارے پاس سے ہرگز نہ جاؤں گی۔

لبنیٰ۔ اگرچہ یہ بات ہے تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتیں۔

میرونہ کچھ سوچ میں پڑ گئی۔ لبنیٰ نے کہا۔ میرونہ تم عقلمند ہو سوچو عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام خدا کے بیٹے تھے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ بیٹا نہ تھے۔ نبی تھے نہایت نیک، اور خدا کے محبوب تھے۔ غور کرو عیسائیوں کا عقیدہ درست ہے یا مسلمانوں کا؟ - میرونہ نے کہا۔ لبنیٰ جب سے میں آئی ہوں۔ اس بات پر غور کر رہی ہوں عقل یہی کہتی ہے کہ مسلمان کا عقیدہ درست ہے؟

لبنیٰ۔ پھر اسلام قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے۔

میرونہ۔ سوچتی ہوں کہ شاید مسلمان ہونے سے میرا وقار گر جائے۔

لبنیٰ۔ وقار بڑھ جائے گا۔ مسلمان اس کی بہت زیادہ عزت کرتے ہیں جو غیر مذہب والا اسلام قبول کرتا ہے۔

میرونہ نے دبی آواز سے کہا۔ جب تو مجھے مسلمان ہونے میں کچھ عذر نہیں ہے۔

اگرچہ لبنیٰ غمزدہ تھی۔ افسردہ خاطر تھی لیکن شہزادی میرونہ کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ دیکھ کر خوش ہو گئی۔ بس تو کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ۔

میرونہ نے حیرت سے لبنیٰ کو دیکھ کر کہا۔ کیا صرف کلمہ پڑھنے سے ہی مسلمان ہو جاؤں گی۔ پانی وانی کچھ نہ چھڑکا جائے گا۔ میرونہ عیسائی مذہب رکھتی تھی عیسائیوں میں دستور تھا کہ جب کسی کو عیسائی کرتے یا کسی مسیحی کا نام رکھتے تو ماء معمودیہ کے اس پر چھینٹے دیتے۔ اسے تبسیمہ کرنا کہتے ہیں۔

لبنیٰ نے کہا۔ ہمارا مذہب ان چھینٹوں سے مبرّا ہے۔ کلمہ ہی پڑھ لو۔ اور

مسلمان ہو جاؤ۔

میرونہ نے صدق دل سے کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔ اور اٹھ کر اس سے بغل گیر ہوئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میری دو آرزوئیں تھیں ایک خدا نے آج پوری کر دی اور دوسری . . . . ؟

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ انشاء اللہ دوسری بھی پوری ہو جائے گی۔

اب عصر کا وقت آ گیا تھا۔ یہ دونوں عصر کی نماز پڑھنے کے لئے خیمہ سے باہر نکلیں میدان میں عورتیں جمع ہونے لگی تھیں۔ جب سب عورتیں آ گئیں تو لبنیٰ نے سب کو بتایا کہ میرونہ آج مسلمان ہو گئی ہے۔

اس خبر کو سنکر تمام عورتیں کمال مسرور ہوئیں۔ سب اس سے بغلگیر ہو کر ملیں اور سب نے اسے مبارکباد دی۔ ام تمیم حضرت خالدؓ کی بیوی نے کہا۔ میرونہ ابتک تو تم ہماری قید میں تھیں اب آزاد ہو اور ہمیشہ کسی قسم کی تکلیف نہ اٹھانا جس چیز کی جس وقت ضرورت ہو بے تکلف مجھ سے کہلا بھیجنا۔ میں تمہارے لئے مہیا کرا دیا کروں گی۔

میرونہ خواتین اسلام کو مسرور دیکھ کر کمال خوش ہوئی۔ اس نے ام تمیم اور تمام عورتوں کا شکریہ ادا کیا۔ سب کے ساتھ نماز عصر گذاری۔ نماز پڑھ کر لبنیٰ کے ساتھ پھر خیمہ میں آئی۔ اس نے دیکھا لبنیٰ اسکے آگے بچھی جاتی ہے۔

اس نے کہا۔ لبنیٰ میں مسلمان ہونے سے کچھ بدل نہیں گئی ہوں۔ تم اس قدر کیوں میرا ادب کر رہی ہو۔

لبنیٰ نے کہا۔ تم مسلمان ہو کر ایسی ہی معصوم ہو گئی ہو۔ جیسے کہ چار دن کا بچہ بیگناہ ہوتا ہے۔ تمہارے سابقہ گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اس لئے میں ہی کیا بلکہ ہر مسلمان تمہاری عزت کرنے پر مجبور ہے۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ سعدؓ خیمہ میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی پری پیکر میرونہ کا چہرہ دمکنے لگا۔ وہ اور لبنیٰ سعدؓ کے استقبال کیلئے کھڑی ہو گئیں۔ ان دونوں نے

دیکھا کہ سعدؓ کا چہرہ کچھ اترا ہوا ہے۔

لبنیٰ نے کسی قدر مسکراتے ہوئے کہا: بھائی جان مبارک ہو۔ آج شہزادی میرونہ مسلمان ہو گئی۔ سعد کی افسردگی فوراً دور ہو گئی۔ اس کے چہرہ پر مسرت کی جھلک نمودار ہوئی میرونہ نے دزدیدہ نظروں سے اس کی یہ کیفیت دیکھی اس کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔

سعدؓ نے میرونہ سے خطاب کر کے کہا۔ شہزادی بڑے مسرت کی بات ہے کہ تم اسلام لے آئیں۔ مگر ساتھ ہی ایک افسوس ہے۔"

میرونہ نے جلدی سے دریافت کیا۔ افسوس کیا ہے۔

سعدؓ۔ تمہارے بھائی قیطارس نے تم کو طلب کیا ہے۔

"میرونہ۔ کیا کوئی قاصد آیا ہے۔؟"

لبنیٰ اور میرونہ دونوں سعدؓ کی طرف دیکھنے اور جواب کا انتظار کرنے لگیں سعد نے جواب دیا۔ ہاں قاصد آیا ہے۔ وہ تمہارے صلے میں دو مسلم قیدی چھوڑ دینے کا وعدہ کرتا ہے!"

میرونہ۔ قیدی کون ہیں؟

سعد۔ یہ معلوم نہیں کہ اور کچھ روپے دینے کو بھی تیار ہے!

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر دریافت کیا۔ پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟

سعد۔ میں کیا اور میرا ارادہ کیا؟

میرونہ نے محبت بھری نظروں سے سعد کو دیکھ کر کہا: "مگر میں آپکا ارادہ معلوم کرنا چاہتی ہوں "

سعد نے اس پری پیکر کیطرف دیکھ کر کہا۔ میں دل سے تو یہی چاہتا ہوں کہ تم واپس نہ دی جاؤ۔ . . ."

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا لیکن تمہارے سردار اعظم مجھے واپس کرنا چاہتے ہیں"

سعدؓ۔ نہیں واپس جانا یا نہ جانا تمہاری مرضی پر منحصر ہے۔

میرونہ۔ اگر میں نہ جانا چاہوں؟"

سعد نے حیرت بھری نظروں سے اس بت طناز کو دیکھ کر کہا۔ تب کوئی تم کو واپس نہیں بھیج سکتا!!"

میرونہ نے جلدی سے کہا۔ بس تو میں واپس جانا نہیں چاہتی۔

سعدؓ اور سعدؓ کے ساتھ لبنیٰ کو اس کے جواب سے بڑی مسرت ہوئی۔ سعد نے کہا۔ "گویا قاصد سے کہدیا جائے کہ شہزادی واپس جانے پر آمادہ نہیں ہے۔"

میرونہ۔ ہاں کہہ دیجئے"!

سعدؓ۔ شاید قاصد آپکی زبان سے یہ الفاظ سننا چاہے!!

میرونہ۔ اسے بلا لیجئے۔ میں خود اس سے کہدوں گی!۔

سعد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا "تم بڑی مستقل مزاج دوشیزہ ہو۔"

سعد واپس چلا گیا۔ لبنیٰ نے کہا۔ میرونہ میں تو ڈر گئی تھی۔ اور مجھے اندیشہ ہو گیا تھا کہ مبادا تم واپس جانے پر آمادہ نہ ہو جاؤ۔"

میرونہ بیٹھ گئی۔ اس نے لبنیٰ کو بھی اپنے پاس بٹھا کر کہا "لبنیٰ تو نہیں جانتی مجھے تم سے مسلم عورتوں سے اور مذہب اسلام سے کسقدر محبت ہے۔ میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے جانے کو تیار نہیں۔"

لبنیٰ نے مسکرا کر کہا۔ میں اس قابل نہیں کہ لیکن خدا کی قسم تو ضرور اس قابل ہے۔ اس لئے کہ تو پھولوں کی پنکھڑیوں سے زیادہ نازک ہے۔"

لبنیٰ نے دریافت کیا۔ ایک بات دریافت کروں۔ سچ سچ بتانا۔

میرونہ نے برق پاش تبسم کیساتھ کہا "سچ بتاؤں گی"

لبنیٰ! تم میرے بھائی کو کیا سمجھتی ہو؟"

میرونہ نے ہنس کر کہا "بہت بُرا"

لبنیٰ نے بھولے پن سے کہا۔ برے تو نہیں ہیں!!

میرونہ۔ اس کے بھولے پن پر لوٹ گئی۔ سعدؓ کے نام نے اسکے دل پر چرکا لگایا اس کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا۔ مگر اس نے ضبط کر کے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس میں

کیا خوب ہے؟

لبنیٰ وہ نیک ہیں۔ بہادر ہیں اور خوش وضع ہیں۔"

میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ پھر مجھے کیا؟

میرونہ نے لبنیٰ کو کھینچکر سینہ سے لگاتے ہوئے کہا۔ میں اپنے بہن بھائی کو کیوں پسند نہ کروں گی۔"

لبنیٰ میرونہ کے گداز سینہ سے الگ ہی ہوئی تھی کہ سعدؓ پھر خیمہ میں آیا میرونہ نے اسکو دیکھا۔ اس کے دل میں نشتر سا لگا۔ سعدؓ نے کہا۔ سالار اعظم حضرت خالدؓ اور قاصد دونوں تم سے ملنا چاہتے ہیں۔

میرونہ:" بلا لیجئے۔"

سعدؓ نے لبنیٰ سے کہا۔ لبنیٰ تم دوسری طرف چلی جاؤ۔

میرونہ نے پوچھا کیوں؟ سعد نے کہا،"مسلم عورتیں غیر مردوں کے سامنے نہیں آتیں لبنیٰ چلی گئی۔ سعد خیمہ سے باہر گیا۔ میرونہ نے خالدؓ کو آجتک نہ دیکھا تھا۔ وہ اسلامی شیر کو دیکھنا چاہتی تھی۔ جس کا شہرہ اطراف عالم میں تھا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد خالدؓ۔ سعد اور قاصد خیمہ میں داخل ہوگئے۔ میرونہ نے خالدؓ کو دیکھا۔ وہ انکی رعب دار صورت دیکھ کر مرعوب ہو گئی۔ یہ تینوں خیمہ میں بیٹھ گئے۔ خالدؓ نے کہا:" شہزادی صاحبہ بیٹھ جاؤ۔ میرونہ انکے سامنے بیٹھ گئی۔ خالدؓ نے کہا:" شہزادی میں بہت خوش ہوا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو تمہارے بھائی نے تمکو واپس لینے کیلئے اس قاصد کو بھیجا ہے۔ بھائی سعدؓ نے مجھے بتایا ہے۔ کہ تم واپس جانے پر آمادہ نہیں ہو۔ کیا یہی بات ہے؟"

میرونہ نے موسیقی نواز لہجہ میں کہا:" جی ہاں یہی بات ہے؟"

خالدؓ:" تم اپنے بھائی کے پاس کیوں نہیں جانا چاہتیں؟"

میرونہ:" اسلئے کہ میں مسلمان ہو گئی ہوں۔"

قاصد نے کہا:" شہزادی صاحبہ آپ کے بھائی آپ کے لئے بہت بیقرار ہیں۔ اگر آپ انکے پاس تشریف نہ لے جاویں گی تو غم اور فکر انکو ہلاک کر ڈالیں گے۔"

یہ سُنکر میرونہ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ اس نے کہا۔ مجھے اپنے بھائی سے بہت زیادہ محبت ہے۔ وہ بھی مجھے سب سے زیادہ چاہتے ہیں مگر جو مذہب میں نے اختیار کرلیا ہے۔ اس کی محبت بھائی کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ بھائی سے میرا سلام کہنا۔ اور یہ کہہ دینا کہ اب وہ مجھے بھول جائیں!!

قاصد، خالد اور سعد تمام اس کے جواب سے حیران رہ گئے۔!! قاصد نے پھر کہا۔

"کیا تم غیر مذہب میں خوش ہو؟"

میرونہ "ہاں میں خوش ہوں"

قاصد۔ افسوس ہے کہ ایک مسیحی دوشیزہ مسلمان ہو کر مسلمانوں میں رہنا چاہتی ہے۔

میرونہ "افسوس نہ کرو"

"قاصد" شہزادی مسلمان تم کو کنیز بنائیں گے تم پچھتاؤ گی"

میرونہ" میں مسلمانوں کی لونڈی بن کر ان میں رہوں گی"

"قاصد" یہ کسقدر ذلت کی بات ہے"

میرونہ" میرے لئے باعث عزت ہے"

قاصد" کیا مسلمانوں نے تم پر جادو کر دیا ہے"

میرونہ" مسلمان جادوگر نہیں ہیں"

قاصد" خیال کیجئے آپ کے اس جواب سے آپکے بھائی کو عام عیسائیوں کو آپ کی قوم کو کس قدر رنج ہوگا"

میرونہ" ہونے دو"

"قاصد" شہزادی صاحبہ عیسائی مسلمانوں پر فتحیاب ہونگے۔ تم گرفتار ہو کر اپنے بھائی کے سامنے حاضر کی جاؤ گی۔ تم جانتی ہو۔ وہ تم کو کیا سزا دیں گے؟"

میرونہ" قتل کر ڈالیں گے مجھے اس بات کی پرواہ نہیں"

قاصد" تم یہ طے کر چکی ہو۔ کہ کسی طرح سے بھی اپنی خوشی سے عیسائیوں میں واپس نہ جاؤ گی"

میرونہ "ہاں میں نے یہ طے کر لیا ہے۔ یاد رکھو عورت ایک بار جو کچھ طے کر لیتی ہے زندگی بھر اس سے انحراف نہیں کرتی۔"

قاصد "آپکی قسمت۔ مجھے آپ کا مستقبل تاریک نظر آ رہا ہے۔

میرونہ "تم افسوس نہ کرو۔"

قاصد نے حضرت خالدؓ سے خطاب کرتے ہوئے کہا "مجھے مایوسی ہے۔ اب اجازت دیجئے۔"

خالدؓ "آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم نے شہزادی پر کوئی جبر نہیں کیا ہے۔ یاد رکھو ظلم و جبر اور سختی سے کوئی اپنا مذہب نہیں بدل سکتا۔ اور نہ ہمارے مذہب میں سختی کرنا روا ہے۔

قاصد "بیشک شہزادی خود مسلمان ہوئی ہے۔"

قاصد سلام کر کے چلا گیا۔ خالدؓ نے میرونہ سے کہا "شہزادی آج سے تو میری بیٹی ہے۔ تم کسی طرح اپنا دل آزردہ نہ کرنا۔ جب تجھے کوئی بھی تکلیف ہو۔ اور یا کسی چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے کہلا بھیجنا۔ میں اپنی بیٹی کیطرح مدد کروں گا۔"

میرونہ نے کہا "جب مسلمان ہو گئی تو آپکی بیٹی کہلانے کا فخر کر سکتی ہوں۔ اب مسلمان ہی میرے باپ ہیں۔ مسلمان ہی بھائی ہیں۔ اور مسلمان عورتیں ہی ماں اور بہن ہیں۔!!

خالدؓ۔ انشاء اللہ تم مسلمانوں میں رہ کر غمزدہ نہ رہو گی۔"

یہ کہہ کر خالدؓ اور سعدؓ اٹھ کر چلے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں لبنیٰ آ گئی۔ لبنیٰ نے دریافت کیا "کیا قاصد گیا۔"

میرونہ "ہاں گیا۔"

لبنیٰ "کیا کیا باتیں ہوئیں۔"

میرونہ۔ اسے تمام گفتگو سنانے لگی!!

دسواں باب

"اسیران محبت"

میرونہ پر خواتین عرب کی ہم نشینی اور حور وش لبنیٰ کے خلق نے ایسا اثر کیا کہ بالآخر

وہ مسلمان ہو گئی۔ مسلمان بھی ایسی پختہ ہوئی کہ دولت کا لالچ۔ حکومت کی حرص۔ بھائی کی محبت اسے ڈگمگا نہ سکے۔ لبنیٰ اور سعدؓ کو خیال ہوا کہ میرونہ قاصد کے ہمراہ واپس جانے پر آمادہ ہو جائے گی۔ لیکن اس کے انکار کرنے پر انھیں مسرت ہوئی۔

اگر شہزادی میرونہ مسلمان نہ ہوئی ہوتی اور قاصد دو مسلم قیدیوں کے صلہ میں اسے واپس لینا چاہتا تو میرونہ جانے پر آمادہ ہوتی یا نہ ہوتی۔ مگر اسے جانے پر مجبور کیا جاتا اور اسکے تبادلہ میں مسلم قیدیوں کو لے لیا جاتا۔ لیکن اب چونکہ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ اس لئے اب واپس جانا یہ نہ جانا اس کی مرضی پر منحصر تھا۔ اب وہ جانا چاہے تو بھیجد یا جائے اور نہ جانے کا ارادہ ہو تو روک لی جائے!!

شہزادی میرونہ نے باصرار جانے سے انکار کر دیا۔ اسلئے وہ روک لی گئی۔ لبنیٰ جو حقیقت میں اس سے بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔ اسے جدا کرنا نہ چاہتی تھی اگرچہ اسے معلوم تھا۔ کہ سعدؓ کو میرونہ سے اور میرونہ کو سعدؓ سے محبت ہو گئی ہے اور وہ دونوں خود ہی ایک جگہ رہنے کے متمنی ہیں۔ لیکن اس کی یہ دلی آرزو تھی کہ میرونہ ہمیشہ ہی اسی کے پاس رہے۔ اس کی طرف ایک ہی سبیل اس کی سمجھ میں آئی۔ وہ یہ کہ میرونہ اس کے بھائی سعد سے شادی کرنے پر رضامند ہو جائے۔ اس لئے اس نے میرونہ کا امتزاج لیا۔

اسے مسرت ہوئی کہ میرونہ اس کے بھائی کو پسند کرتی ہے۔ اب سے سعد سے دریافت کرنا رہ گیا تھا۔ مگر وہ سعد سے چھوٹی تھی۔ اس لئے اس سے پوچھتے ہوئے شرماتی تھی۔ پھر بھی اس نے رات کو بستر میں گھس کر اس معاملہ پر غور کرنا شروع کیا۔

کئی ایک تجویزیں سعدؓ سے دریافت کرنے کی اسکے ذہن میں آئیں۔ لیکن ہر تجویز کو اس نے خود ہی رد کر دیا۔ اسی غور و فکر میں غلطاں رہی۔ اور اسے نیند نہ آئی۔

میرونہ اس کے قریب ہی بظاہر سو رہی تھی۔ لیکن دراصل وہ آنکھیں بند کئے جاگ رہی تھی۔ جب اس نے دیکھا۔ دیر بہت ہو گئی اور لبنیٰ ابھی تک نہیں سوئی تو اس نے اس سے دریافت کیا لبنیٰ! تم ابھی تک نہیں سوئیں۔

میرونہ کو فوراً خیال آیا کہ لبنیٰ ریاض کی الفت میں بیقرار ہے۔ اس کی یاد کی خلش

اسے سونے نہیں دیتی۔

لبنیٰ سمجھتی تھی کہ میرونہ سو گئی ہے۔ اب جو اسے معلوم ہوا کہ جاگ رہی ہے۔ تو گھبرائی شرمائی۔ اس نے کہا: "ہاں ابھی تک نیند نہیں آئی۔ کیا تمہاری آنکھ کھل گئی ہے یا تم ابھی تک نہیں سوئیں؟"

میرونہ نے کہا "تم کو جاگتے دیکھ کر مجھے بھی نیند نہیں آئی۔ میں لبنیٰ تمہارے نہ سونے کروٹیں بدلنے کی وجہ سمجھتی ہوں کہ تم کو اس نوجوان کی یاد نے بیقرار کر رکھا ہے۔ جسے تم چاہتی ہو۔ تم پریشان نہ ہو۔ میں نے وعدہ کیا ہے کہ اسے آزاد کراؤں گی۔ سنو میں کل رہا کرانے کیلئے روانہ ہو جاؤں گی۔ میرا ارادہ کل دن چھپے جانے کا ہے۔"

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے لہجہ میں کہا: "شہزادی صاحبہ میں اسوقت اور ہی خیال میں مستغرق ہوں!!

میرونہ: "کس خیال میں ہو؟"

لبنیٰ: "میں سوچ رہی ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو جس سے میں اور تم ہمیشہ ایک ہی جگہ رہیں۔"

شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا: "یہ تو بہت آسان ہے۔"

لبنیٰ نے بھولی صورت بنا کر پوچھا: "کس طرح؟"

میرونہ نے ہنس کر کہا: "تم مجھ سے اپنا بیاہ کر لو۔"

لبنیٰ، شرما کر مسکرانے لگی۔ میرونہ نے پوچھا "کہئے منظور ہے؟"

لبنیٰ نے متانت سے کہا: "میں نے ایک تجویز سوچی ہے۔"

میرونہ: "کیا؟"

لبنیٰ: "تم بھائی جان سے شادی کر لو۔"

میرونہ کے دل پر چرکا سا لگا۔ محبت کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں لبنیٰ نے پوچھا "کہئے تیار ہو؟"

میرونہ نے از خود رفتگی میں کہا: "اگر وہ مستعد آمادہ نہ ہوں۔"

لبنیٰ: "وہ آمادہ ہو جائیں گے۔"

میرونہ نے اشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا کچھ ذکر آیا تھا؟ اسکا جواب سننے کیلئے اس کا دل سخت بیقرار تھا۔ لبنیٰ نے کہا۔ نہیں۔

میرونہ پر مایوسی چھا گئی۔ اس نے زیر لب خفیف آہ کی لبنیٰ نے اسکی آہ کی آواز سُنی۔ لبنیٰ نے پھر دریافت کیا۔ بتاؤ میرونہ تم کو منظور ہے؟ میرونہ نے کہا پہلے تم اپنے بھائی جان سے دریافت کر لو۔

لبنیٰ: "پہلے تم بتاؤ۔"

میرونہ: "لبنیٰ یہ بات میرے بتانے کی نہیں ہے۔"

لبنیٰ: "واہ واہ اور کون بتائے گا؟"

میرونہ نے مسکرا کر کہا: "یہ تم بتاؤ گی۔"

لبنیٰ نے بھولے پن سے حیرت بھری نظروں سے میرونہ کو دیکھ کر کہا "میں بتاؤں گی۔"

میرونہ: "ہاں تم۔"

لبنیٰ نے انتہائی بھولے پن سے کہا "مگر شادی تو تمہیں کرنی ہے۔"

میرونہ اس کے بھولے پن پر مرمٹی اس نے کہا "لبنیٰ تو بڑی سیدھی ہے۔"

لبنیٰ "میرونہ اگر تم کو مجھ سے محبت ہے تو اقرار کر لو۔"

میرونہ "اقرار کر لیا۔"

لبنیٰ "تم بھائی جان سے شادی کر لو گی۔"

میرونہ نے شرمیلے لہجہ میں مسکرا کر کہا "ہاں میں پری پری زاد بہن کے بھائی سے شادی کرونگی۔"

لبنیٰ نے اطمینان کا دم لیکر نہایت سادگی کے لہجہ میں کہا۔ "اب ایک فکر تو دور ہوا۔"

میرونہ "اور کیا فکر رہا۔"

لبنیٰ: "بھائی جان کو آمادہ کرنا۔"

میرونہ کے دل پر پھر نشتر سا لگا۔ اس نے اپنے نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا کچھ وقفہ کے بعد اس نے کہا "انہیں کیسے آمادہ کرو گی؟"

لبنیٰ :۔ اسی فکر میں ہوں :۔

میرونہ :۔ جب وہ تم سے ملنے آئیں ان سے تذکرہ کرنا :۔

لبنیٰ :۔ میں ان سے ایسی بات کرتے شرماتی ہوں :۔

میرونہ :۔ پھر کیا ہو؟ :۔

لبنیٰ :۔ تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ :۔

میرونہ :۔ اب سو جاؤ۔ صبح کوئی تدبیر سوچیں گے :۔

لبنیٰ نے اچھا کہا۔ اور کروٹ لیکر پڑ گئی۔ چونکہ رات زیادہ آگئی تھی۔ اور ان دونوں کی بےچینی بھی قدرے دور ہو گئی تھی۔ اس لئے تھوڑی ہی دیر میں دونوں سو گئیں جب وہ بیدار ہوئیں تو صبح کی اذان ہو رہی تھی۔

دونوں کلمہ پڑھ کر اٹھیں۔ حوائج ضروری سے فراغت کر کے نماز پڑھنے چلی گئیں جب وہ نماز پڑھ کے واپس آئیں تو انھوں نے عیسائیوں کے لشکر میں طبل جنگ بجتے سُنا۔

میرونہ نے کہا۔ شاید مسیحی آج لڑنا چاہتے ہیں۔

لبنیٰ نے کہا۔ طبل جنگ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ آؤ ذرا خیمہ سے باہر جھانک کر دیکھیں کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں۔

دونوں خیمہ کا پردہ اٹھا کر جھانکنے لگیں۔ مسلمان مسلح ہو ہو کر میدان کارزار کی طرف جا رہے تھے۔ لبنیٰ نے کہا۔ ضرور جنگ ہو گی۔ جب آفتاب کی پہلی شعاع چمکی تو ان دونوں نے دیکھا کہ تمام اسلامی لشکر میدان کارزار میں پہنچکر صف بستہ ہو گیا ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر خیمہ میں چلی گئیں۔ ابھی وہ بیٹھی نہ تھیں کہ خولہ خیمہ میں آئیں۔ انھوں نے کہا۔ آج جنگ ہو گی۔ تمام عورتیں خیموں سے باہر جا رہی ہیں۔ تم دونوں بھی چلو۔ لبنیٰ جانتی تھی کہ جنگ کے دن عورتوں کو کیا کرنا ہوتا ہے۔ اس نے ایک چادر اٹھا کر اپنے جسم سے لپیٹی۔ ایک رومال سے اپنا سر اور چہرہ اس طرح چھپا لیا کہ بجز آنکھوں کے اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ اب اس نے ایک چادر میرونہ کو دی اور اس کو بھی اسی طرح لپیٹنے کو کہا۔

میرونہ عیسائی لڑکی تھی۔ اسے عورتوں اور مردوں میں جانے کی عادت تھی مگر اب وہ

مسلمان ہو گئی تھی۔ اس لئے جس طرح مسلمان لڑکیاں پردہ کرتی تھیں اسی طرح اسے بھی کرنا پڑا۔

اس نے بھی چادر اپنے جسم پر لبنیٰ کی طرح سے لپیٹ لی۔ اب یہ دونوں خیمہ سے باہر آ کر اس جگہ پہنچیں جہاں تمام مسلم خواتین اسی حلیہ میں فرش پر بیٹھی تھیں۔

یہ تینوں بھی انکے پاس جا بیٹھیں۔ ایک اسلامی دستہ عورتوں کی حفاظت کے لئے ان سے کسی قدر فاصلے پر زیاد بن ابی سفیان کی ماتحتی میں کھڑا تھا۔ یہ وہی دن تھا جس دن پطرس نہایت ہی شان و عظمت کے ساتھ مسلمانوں کو پیس ڈالنے کیلئے میدان کارزار میں آیا تھا۔ اسی دن ریاض اور اسود رہا ہو کر مسلمانوں میں آ ملے تھے۔

اس جنگ کا حال ہم باب ہائے ماسبق میں بیان کر چکے ہیں۔ تمام عورتیں سارا دن بیٹھی رہیں۔ جب آفتاب چھپ گیا تو جنگ بند کر دی گئی۔ مجاہدین اسلام واپس آنے لگے تو عورتیں اپنے اپنے خیموں پر گئیں۔ شہزادی میرونہ اور لبنیٰ بھی چلی آئیں۔

چونکہ یہ تھک گئی تھیں۔ اس لئے آتے ہی کھانا کھا کر اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئیں۔ اور علی الصباح اذان کے وقت بیدار ہوئیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر بیٹھیں آج مسیحی میدان کارزار میں نہ آئے۔

مسلمان بھی آرام کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت خولہؓ آئیں انھوں نے لبنیٰ سے پوچھا۔ بھائی سعدؓ کہاں ہیں؟"

لبنیٰ نے جواب دیا " اپنے خیمہ میں ہوں گے "

خولہؓ " میں نے سُنا ہے کہ بھائی ریاض آ گئے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

لبنیٰ نے حیرت اور مسرت بھری نظروں سے خولہ کی طرف دیکھ کر از خود رفتگی کے انداز میں کہا۔ ریاض آ گئے "

بری بیکم لبنیٰ یہ کہتے ہی شرما گئی۔ خولہؓ نے کہا۔ ہاں آ گئے۔ بھائی صاحب (ضرار) نے انہیں سعد کے ہمراہ دیکھا تھا۔

غمزدہ لبنیٰ نے دل ہی دل میں خدا کا شکریہ ادا کیا۔ شہزادی میرونہ کچھ دریافت کرنا چاہتی تھی کہ سعد خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ خولہ کو دیکھ کر ٹھٹھکا۔ حضرت خولہ نے آپکی کا پلہ

منہ پر ڈال کر کہا۔ بھائی صاحب آ جائیں۔ میں تو آپ سے ایک بات دریافت کرنے آئی تھی۔

شہزادی میرونہ کو بے حجابی پر مسلم لڑکیوں کا حجاب اچھا معلوم ہوا۔

سعد لوٹا۔ اس نے کہا۔ آپ کو کیا دریافت کرنا ہے؟

خولہ یہ کیا ریاض بھائی آ گئے ؟"

اگرچہ لبنیٰ شرماتی تھی۔ مگر اس کے دل کو لگی تھی اس نے جواب سننے کیلئے سعد کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنا شروع کیا۔ شہزادی میرونہ اور حضرت خولہ بھی دیکھنے لگیں۔ سعد نے کہا "ہاں آ گئے"۔

لبنیٰ کیلئے یہ جواب نوید مسیحائی تھا۔ وہ کمال مسرور ہوئی ایسی خوشی اور مسرت کا اظہار انکے ستدہ چہرے سے ہونے لگا۔ افسردہ چہرہ پر تروتازگی آ کر دلفریب چمک چھا گئی۔ آنکھوں میں مسرت نے بجلی کی لہر دوڑا دی۔ وہ شعلۂ نور معلوم ہونے لگی۔ شہزادی میرونہ بھی بہت خوش ہوئی۔ حضرت خولہ نے کہا۔ خدا کا شکر ہے تمام عورتیں ریاض کی رہائی کیلئے دست بدعا تھیں۔ میں جا کر تمام عورتوں کو یہ خوشخبری سنا دوں!

حضرت خولہؓ چلی گئیں۔ شہزادی میرونہ نے دریافت کیا۔ بھائی ریاض کیسے رہا ہو گئے سعدؓ نے اس سیم تن کو محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ عجیب طریقہ پر! بس یہ سمجھ لیجئے کہ خدا نے ہی امداد کی!!

شہزادی میرونہ نے شوق سے مسکراتے ہوئے کہا۔ آخر کیسے؟

سعد بیٹھ گئے۔ دونوں پری زاد لڑکیاں جو انکے استقبال کیلئے کھڑی ہو گئی تھیں بیٹھ گئیں۔ اب سعد نے وہ تمام کیفیت من وعن بیان کرنا شروع کر دی جس طرح اسود نے ریاض کو رہا کرایا اور وہ آزاد ہو کر مسلمانوں میں پہنچے۔

شہزادی میرونہ نے کہا: "اسود بڑا ہی وفادار اور جاں نثار رہے"

سعدؓ "بیشک اس نے کمال کر دیا"

میرونہ "یہ سب خدا کی مہربانی ہے"

سعد "یہی بات ہے"

میرونہ "اب بھائی ریاض کہاں ہیں؟"

سعدؓ۔ میرے ہمراہ آئے ہیں"
میرونہ "یہیں بلا لیجئے"
سعدؓ "کیا تم اسے دیکھنا چاہتی ہو؟"
میرونہ تو نہ دیکھنا چاہتی تھی۔ البتہ وہ لبنیٰ کو دکھانا چاہتی تھی۔ اس نے کہا "میں نے تو اسے دیکھا ہے۔ شاید وہ مجھے پہچانتے بھی ہوں"
سعد "وہ تمہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔ رات میں نے انہیں بتایا تھا کہ تم مسلمان ہو گئی ہو۔ وہ اس خبر کو سنکر بہت مسرور ہوئے"
لبنیٰ اسے دیکھنا چاہتی تھی۔ جس کی یاد نے اسے بیقرار کر رکھا تھا خصوصاً اس وجہ سے کہ عیسائیوں کی قید سے چھوٹ کر آیا تھا۔ لیکن وہ کسی طرح بھی اپنی اس خواہش کا اظہار کسی پر نہ کر سکتی تھی۔
سعد نے کہا "اچھا میں بلاتا ہوں انہیں"
یہ کہتے ہی وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔ لبنیٰ کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔ اس کی نہ صرف آنکھیں بلکہ ہر موئے تن ریاض کو دیکھنے کی تیاری کرنے لگا۔ شہزادی نے شوخی سے مسکرا کر کہا "تم تم شرما رہی ہو۔ دیکھو گی کیسے؟" لبنیٰ اور بھی شرما گئی۔ اس کا نازک سر جھک گیا۔
اب سعد اور ریاض خیمہ میں داخل ہوئے۔ ریاض نے پہلے میرونہ اور پھر حسن و جمال کی تصویر لبنیٰ کو دیکھا۔ لبنیٰ نے بھی آہستہ سے اپنا سر اٹھا کر ڈرتے ڈرتے دزدیدہ نظروں سے ریاض کو دیکھا۔ آنکھیں چار ہوئیں۔ ادھر دونوں کے دلوں میں محبت کے شعلے بھڑک اٹھے دونوں کی آنکھوں سے انتہائے محبت کا اظہار ہونے لگا۔ شہزادی میرونہ نے ان سرشاران محبت کی یہ کیفیت دیکھی۔ چونکہ وہ بھی اسیر محبت تھی۔ جسے وہ پیار کرتی تھی۔ وہ بھی سامنے تھا۔ اس لئے اس نے بھی ایک نئے لطف کا احساس کیا۔ حضرت سعد نے کہا "میرونہ یہ ہم تم سے ملنے آئے ہیں"
شہزادی میرونہ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ بڑی مہربانی کی!
ریاض اور اسود دونوں بیٹھ گئے۔ ریاض نے شہزادی میرونہ سے کہا مجھے بہت مسرت

ہوئی کہ تم مسلمان ہو گئی ہو!!

میرونہ۔ لیکن تمہاری رہائی سے جو مسرت مجھے معلوم ہوئی ہے۔ تم اس کا اندازہ ہی نہیں کر سکتے!!

ریاض: "شاید اس خوشی کی کوئی خاص وجہ ہے"

شہزادی میرونہ نے جلدی سے کہا "بالکل خاص"

ریاض: "کیا میں اس وجہ کو معلوم کر سکتا ہوں؟"

میرونہ: "ابھی نہیں"

سعدؓ نے کہا۔ اگر میری وجہ سے تم نہیں بتانا چاہتیں تو میں چلا جاؤں۔ شہزادی میرونہ نے لگاوٹ آمیز ادا سے مسکرا کر کہا۔ آپ بیٹھے رہیے۔ آپکی موجودگی حارج نہیں ہے۔

حضرت سعدؓ نے اس حور جمال کو محبت بھری نظروں سے دیکھکر کہا "جب کسی کی موجودگی حارج نہیں ہے تو بتانے میں کیوں حجت ہے"

اگرچہ شہزادی میرونہ شوخ چشم تھی لیکن سعد کی محبت پاش نظروں کو دیکھکر شرما گئی ہوشربا آنکھیں بار حیاء سے اوپر نہ اٹھتی تھیں شوخی کی جگہ حیا نے لے لی تھی۔ شرمائی ہوئی آنکھیں شرمایا ہوا چہرہ نہایت ہی پیارا معلوم ہو رہا تھا۔ سعد ہمہ تن متوجہ ہو کر اسے دیکھ رہا تھا۔

حور وش لبنیٰ نے بھی اس حیا کی پتلی کو دیکھ کر۔ اس نے عاشقانہ پاش خفیف تبسم کے ساتھ اس سے کہا۔ ہائیں تم شرما رہی ہو آخر کیوں؟"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا "شرم دوشیزگی کا زیور ہے!"

سعد اور ریاض نے لبنیٰ و شہزادی میرونہ کی گفتگو نہ سنی تھی۔ کیونکہ دونوں نے نہایت آہستگی سے باتیں کیں تھیں۔

ریاض گاہے بگاہے آنکھیں چرا کر نور کی پتلی لبنیٰ کو بھی دیکھ لیتا تھا لبنیٰ کی ہوشربا آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں۔ انکے چاند سے زیادہ روشن چہرے سے انتہائی بھولا پن ٹپک رہا تھا اگرچہ وہ کسی قسم کا بھی زیور نہ پہنے ہوئی تھی بجز کانوں میں طلائی جھمکے تھے جو کہ

اس کے ہلنے جلنے پر کبھی کبھی اس کے گورے گورے گالوں کو چوم لیتے تھے، لیکن اس سادگی میں بھی وہ کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ گویا سادگی ہی اس کا زیور تھا۔

سچ یہ ہے کہ حسن زیور یا کپڑے کا محتاج نہیں ہے میلے کپڑے اور بغیر زیورات کے بھی وہ پھوٹ نکلتا ہے یعنی حسن و جمال کی مجسم تصویر تھی۔ سادہ لباس میں سادہ طریقہ پر رہتی تھی اس سادگی میں وہ حور جمال معلوم ہو رہی تھی۔ اسوقت خیمہ کے اندر چار آدمی تھے اور چاروں اپنے اپنے خیال میں مستغرق تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد شہزادی میرونہ نے پوچھا۔ غالباً آپ تو اپنے اپنے خیمے میں مقیم ہوں گے۔"

ریاض چونکا وہ آہستہ آہستہ حسن کی گہرائیوں سے نکلا۔ سنبھلا لیکن اس نے سوال نہ سُنا تھا۔ اس لئے جواب کیا دیتا۔ میرونہ کا منھ تکنے لگا۔ سعد نے اس کا سوال سن لیا۔ اسنے کہا یہ ایک دفعہ مجھے دھوکہ دیکر چلے گئے تھے۔ اس لئے انھیں میں نے اپنے پاس ٹھہرایا ہے۔

میرونہ۔ لیکن یہ آپ کے دوست ہیں ایک دوست اپنے دوست کو دھوکا نہیں دے سکتا ہے۔

سعدؔ۔ بیشک یہ میرے دوست ہیں انہوں نے مجھے دھوکہ نہیں دیا بلکہ خود دھوکا کھایا ہے۔

میرونہ: "یہ عجیب بات ہے"

سعد: "بالکل عجیب! شاید یہ تنہائی میں اپنی رام کہانی سنادیں"

میرونہ: "تنہائی کی کیا ضرورت ہے ابھی سنادیں"

سعدؔ: "شاید یہ بھی آپ کی طرح اب نہ سُنا سکیں"

شہزادی میرونہ نے ریاض سے دریافت کیا۔ کیوں صاحب یہی بات ہے ریاض نے کہا۔ انھیں مذاق کرنے کی عادت ہے۔ مذاق کرنے دیجئے آپ انکی باتوں میں نہ آیئے"

سعد: "گویا میں غلط کہہ رہا ہوں"

ریاض: "آپ صحیح کہہ رہے ہیں لیکن اس طرح سے کسی کو محجوب کرنے سے کیا فائدہ؟"

سعد: "غلطی ہو گئی معاف کیجئے"

شہزادی میرونہ کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا۔ اس نے ہنسکر کہا۔ آپ دونوں صاحب معمہ ہیں۔ خدا جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ آپ ہی نے کچھ تذکرہ کیا اور آپ نے ہی

معافی مانگ لی۔

سعد نے کہا۔ اس تذکرہ کو رہنے دو۔ اس سے میرے دوست کو تکلیف ہوتی ہے۔
شہزادی میرونہ نے کہا "بہتر ہے۔ پھر کچھ اور تذکرہ کیجئے۔"
سعد نے کہا "ہمیں اس وقت سالار اعظم کی خدمت میں جانا ہے پھر کسی وقت حاضر ہوں گے۔"

شہزادی میرونہ خاموش ہو گئی۔ سعد اور ریاض اٹھ کر خیمہ سے باہر چلے گئے۔

گیارہواں باب

عیسائیوں کی حیرت

اگرچہ عیسائیوں کو شکست نہ ہوئی تھی لیکن ان کا نقصان زیادہ ہو گیا۔ پندرہ ہزار پیادے سوار اور زنگی مارے گئے تھے۔ بارہ ہزار بڑے بڑے افسر کام آئے تھے قواد کی کچھ تعداد قتل ہو گئی تھی۔ کچھ اپنے ہونٹوں میں سے سلفے نکال نکال کر بھاگ گئے تھے۔ بہت تھوڑے آدمی باقی رہ گئے تھے۔

تین صد کے قریب ہاتھی بھی ناکارہ ہو گئے تھے۔ اس سے انکی ہمت ٹوٹنے لگی تھی۔ اگرچہ اب بھی انکی تعداد ڈھائی لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ لیکن گزشتہ لڑائیوں کے تجربہ نے انہیں بتا دیا تھا کہ مسلمان موم کے نہیں ہیں۔ وہ آسانی سے نہیں پگھلے جا سکتے۔

اسلئے انہیں فکر و پریشانی نے آن دبایا تھا۔ جوں توں کر کے رات بسر کی سارے لشکر کو امید تھی کہ صبح ہی پھر جنگ ہو گی۔ مگر انکے قائد اعظم پطرس نے انہیں مسلح ہونیکا حکم نہ دیا۔ اس سے تمام لشکر مسرور ہوا۔

کل کی جنگ میں جو لوگ زخمی ہو گئے تھے انکی مرہم پٹی ہونے لگی۔ جب آفتاب بلند ہو گیا تو پطرس نے اپنے خیمے میں مسیحی ملوک کو طلب کیا۔ سب لوگوں کے آنے پر اس نے کہا۔
عیسائی دلیرو! میں نے مسلمانوں کا تھوڑا لشکر دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ انھیں کیڑوں کی

طرح مسل دیا جائے گا۔ اور ہمارے لشکر کا سیلاب انھیں خس و خاشاک کی طرح بہا دے گا۔ ہاتھی انہیں پامال کر دیں گے۔

زنگی مار ڈالیں گے۔ گھوڑے کچل دیں گے۔ لیکن دو روز کی جنگ نے میری امید توڑ دی۔ پچھلی جنگ کو جانے دو۔ کل کی لڑائی میں ہم نے اپنے بیشمار بہادروں۔ سرداروں اور ملوکوں کو اپنے ہاتھ سے کھو دیا ہے۔

ہر مسلمان دیکھنے میں نحیف الجثہ کمزور اور بے حقیقت ہوتا ہے۔ مگر لڑائی کے وقت قوی ہیکل خونخوار شیر اور خوفناک جن بن جاتا ہے۔

اگر مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے تو صلح نہیں کرتے۔ لڑائی میں کامیابی کی امید نہیں ہے۔ ایسی صورت میں کیا کریں جس سے کہ یہ بلا ٹلے۔ تمام ملوک اور بڑے بڑے سرداروں نے پطرس کی گفتگو سنی۔ پطرس نے جو کچھ کہا تھا۔ سب ان باتوں سے آشنا تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کریں۔ سب خاموش سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پطرس نے پھر کہا۔

سب مل کر کوئی ایسی ترکیب سوچو جس سے مسلمانوں کو مار ڈالا جائے مجھے رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے۔ آخر ہم کیوں کامیاب نہیں ہوتے۔ ہماری تعداد زیادہ ہے ہم پورے طور پر مسلح ہیں اور قوی الجثہ ہیں۔ مسلمان کم ہیں۔ کمزور ہیں۔ پوری طرح مسلح بھی نہیں ہیں۔ پھر ہم کیوں نہیں انکو مسل سکتے ہیں۔ اور کیوں ان پر فتحیاب نہیں ہوتے۔

ایک پادری کھڑا ہوا۔ اور اس نے کہا۔ عیسائی عیش و عشرت میں ڈوب گئے ہیں۔ آرام طلبی نے انکے جوہر شجاعت کو سلب کر لیا ہے۔ عیسائیوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا۔ خدا کو چھوڑ دیا۔ خداوند (حضرت عیسیٰ) کو چھوڑ دیا۔ خدا اور خداوند نے انہیں چھوڑ دیا۔ فتح خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب خدا ہی ناراض ہے تو فتح کیسے ملے؟"

پطرس۔ مقدس باپ یہ سچ ہے کہ ہم گنہگار ہیں۔ خطاوار ہیں۔ مگر خدا اور خداوند کو ناراض ہو کر ہم پر ایسی قوم کو مسلط نہ کرنا چاہیئے۔ جو عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کی آرزو مند ہے۔

پادری ہماری بد اعمالی رنگ لا رہی ہے ہم خدا اور خداوند سے جو اقرار کرتے ہیں اسے

پورا نہیں کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بطرس نے پادری کو دیکھ کر کہا ۔ اقرار ؟ ۔ ۔ ۔ کیا کوئی ایسا اقرار کیا گیا ہے جو ابھی تک پورا ہونے کا محتاج ہے "

پادری ۔ اور تو مجھے معلوم نہیں ایک اقرار میرے سامنے کیا گیا تھا جو آج تک پورا نہیں کیا گیا ۔

بطرس " وہ اقرار یاد دلاؤ گے ؟ "

پادری ۔ جو مسلمان قید ہے اسے قربانگاہ پر نذر چڑھانے کا حکم دیا گیا تھا لیکن ۔ ۔ ۔ ۔

بطرس نے قطع کلام کر کے کہا ۔ بیشک اسکی ابھی قربانی نہیں کی گئی لیکن سیاسی مصلحتوں نے ایسا نہ کرنے دیا ۔

پادری ۔ یہ خدا کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے ۔

بطرس ۔ توبہ کیجیئے ! خدا کے ساتھ کوئی انسان مذاق نہیں کر سکتا ۔ آپ کو معلوم ہے کہ انصبا کی شہزادی مسلمانوں میں قید ہو گئی ہے ۔ اس لئے یہ اندیشہ ہوا کہ اگر ہم اس مسلمان کو قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیں گے تو مسلمان اس شہزادی کو مار ڈالیں گے "

پادری لیکن سنا ہے کہ شہزادی مسلمان ہو گئی ہے "

بطرس " یہ سچ ہے جو قاصد شہزادی کو لانے کیلئے بھیجا گیا تھا ۔ اس کا بیان ہے کہ شہزادی نے عیسائیوں میں آنے سے انکار کر دیا ہے "

پادری " اب اس مسلمان کے قربان کرنے میں کیا توقف ہے ؟ "

بطرس " کچھ نہیں "

پادری " بس تو پہلے آپ اسے بلا کر ذبح کرائیے پھر مشورہ کیجئے "

بطرس " مناسب ہے "

بطرس نے ایک افسر کو اشارہ کیا وہ روانہ ہوا ۔ یہ لوگ گزشتہ لڑائی پر تبصرہ کرنے لگے ۔ تھوڑی دیر کے بعد افسر واپس آیا ۔ بطرس نے پوچھا کیا قیدی خیمہ کے باہر آ گیا ؟ "

افسر نے جواب دیا " حضور نہیں ! "

پطرس "کیا وہ بیمار ہے۔ کیا اس میں چلنے کی طاقت نہیں ہے؟"

افسر "عالیجاہ یہ بات نہیں"

پطرس "پھر کیا بات ہے؟"

افسر "قیدی فرار ہو گیا"

پطرس اور پطرس کے ساتھ ہی تمام ملوک اور درباریوں نے پہلے افسر اور پھر ایک دوسرے کو حیرت انگیز نظروں سے دیکھا۔ ابھی ان کی حیرت دور نہ ہوئی تھی۔ کہ ایک سپہ سالار آیا وہ شاہی سلام کر کے سب کے پیچھے ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ جب ان لوگوں کی حیرت دور ہوئی۔ تو پطرس نے دریافت کیا۔ قیدی کیسے فرار ہو گیا۔

افسر "یہ کسی کو علم نہیں"

پطرس "اور دوسرا قیدی؟"

افسر "وہ بھی بھاگ گیا"

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ ریاض اور اسود کا تذکرہ تھا۔ پطرس نے پوچھا کیا پہرہ تھا؟

افسر "دو سپاہی پہرہ پر تھے۔۔۔!"

پطرس نے قطع کلام کر کے دریافت کیا۔ ان دونوں نے انھیں نہ روکا۔

افسر۔ ان دونوں غریبوں کو مار ڈالا گیا۔

پطرس۔ اور بھی تعجب ہے۔ انکی زنجیریں کس نے کھولیں۔

افسر خدا ہی جانے وہ زنجیریں خیمہ کے ایک کونے میں پڑی ہوئی ملیں اور پہریدار خیمے کے اندر مردہ پائے گئے۔ مفرور قیدی انہیں اپنے کپڑے پہنا گئے۔ اور ان کے خود پہن کر فرار ہو گئے۔

پطرس۔ کمال حیرت کی بات ہے۔ ان کمبخت مسلمانوں کو انسان کون کہہ سکتا ہے اتنے عظیم الشان لشکر میں زنجیریں کھول کر پہرہ والوں کو قتل کر کے بھاگ جانا معمولی بات نہیں ہے!

عملیف بڑی حیرت انگیز بات ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کمبختوں نے زنجیریں کیسے کھولیں!!

مکسوح۔ حیرت پر حیرت ہے یا تو خود مسلمان جن ہیں یا جن انکے تابع ہیں۔
اب وہ افسر کھڑا ہوا جو ابھی تھوڑی دیر ہوئی آ کر کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے کہا۔
عالیجاہ۔ یہ غالباً ان مسلمانوں کا تذکرہ ہے جو کل بھاگے ہیں"۔
پطرس۔ ہاں ان کا ہی تذکرہ ہے۔ کیا تم کو ان کا کچھ حال معلوم ہے۔
سپہ سالار۔ حضور والا معلوم ہوا ہے وہ کمبخت ہمارے رسالے میں شامل ہو گئے چونکہ انھوں نے ہمارے ہی سواروں جیسے کپڑے پہن لئے تھے۔ اسلئے وہ شناخت نہ ہو سکے جس رسالے میں وہ شامل ہوئے تھے۔ جب اسکے افسر نے انہیں نہتے دیکھ کر انکے ہتھیاروں کے متعلق دریافت کیا تو ان کمبختوں نے اپنے قریب والے سواروں سے ہتھیار چھین چھین کر اچانک افسر پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ کچھ دیر سوار حیرت میں رہے۔ وہ معاملہ کی نوعیت نہ سمجھے۔ جب وہ بھاگے تو معلوم ہوا کہ دونوں مسلمان ہیں ایک دستہ نے انکا تعاقب کر کے انہیں جا لیا۔ اور ہر چہار طرف سے انہیں گھیر کر قتل کرنا چاہا۔ شاید آپ لوگ تعجب کریں گے۔ لیکن یہ امر واقع ہے کہ انہوں نے بہت سے سواروں کو مار ڈالا۔ آخر ان کی مدد پہنچ گئی۔ اور کچھ مسلمان انکی مدد کو آ گئے۔ شام تک وہ اسی جگہ لڑتے رہے۔ جب دونوں لشکر واپس ہوگئے تو وہ بھی مسلمانوں کے ہمراہ ہی چلے گئے۔
سب لوگ نہایت حیرت سے اس قصے کو سن رہے تھے۔ جب سپہ سالار سب کچھ بیان کر چکا تب پطرس نے کہا۔ کمال حیرت کی بات ہے کوئی شبہ نہیں ہے کہ یہ مسلمان انسان نہیں ہیں انکے کارنامے حیرت و تہلکہ آمیزی میں ڈال دیتے ہیں۔ اب سوچئے۔ غور کیجئے اور بتائیے کہ کیا تدبیر کریں۔ جس سے ہم فتحیاب ہوں!!
سب کے سب غور و خوض کرنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں سر اٹھا کر مکسوح نے کہا۔
ایک تدبیر میری سمجھ میں آئی ہے۔
تمام لوگوں نے اس کی طرف دیکھا۔ پطرس نے دریافت کیا فرمائیے۔
مکسوح۔ ایک دستہ فوج کا رات کی تاریکی میں سے جا کر پہاڑی پر چھپا دیا جائے۔ صبح جب جنگ شروع ہو جائے تو وہ دستہ پہاڑی کے اوپر سے اتر کر مسلمانوں کی عورتوں

پرورش کر کے انھیں گرفتار کر لے۔ ادھر جب مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو گی تو اہل و عیال کی محبت انکو پریشان کر دیگی۔ وہ عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کیلئے دوڑ پڑیں گے۔ اس وقت ہم انھیں منتشر کر کے مغلوب کر لیں گے۔"

تمام لوگ اس تجویز کو سُنکر بہت خوش ہوئے۔ پطرس نے مسرت سے اچھل کر کہا۔ نہایت اچھی تدبیر ہے۔ اس طرح ہم ضرور کامیاب ہو جائیں گے۔ قیطارس نے کہا۔ یقیناً کامیاب ہونگے۔ اور اس طرح میرونہ بھی ہمارے قبضہ میں آجائے گی۔

پطرس: "اور عرب کا چاند بھی!"

ملیف: "ابھی تمام عربی عورتوں پر ہمارا قبضہ ہے۔"

پطرس: "اچھا کون اس مہم پر جانے کیلئے آمادہ ہے۔"

مکسوح: "جسے آپ حکم دیں۔"

پطرس: "اس کام کیلئے آپ ہی موزوں ہیں۔"

مکسوح: "میں تیار ہوں، لیکن بھائی قیطارس بھی چلیں تو اچھا ہے۔"

قیطارس: "میں ضرور چلوں گا۔ اگر آپ نہ کہتے تو میں خود آپ سے کہتا۔"

پطرس: "تم دونوں دس ہزار آزمودہ کاروں کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مگر کسی کو یہ نہ بتانا کہ اس لشکر کو کہاں جانا ہے؟ تمام لشکر میں اسلامی جاموس پھر رہے ہیں۔ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

مکسوح: "میں انتہائی احتیاط کروں گا۔"

پطرس: "تم دو ہزار زنگی اور آٹھ ہزار اہل بجادہ کو لے آنا۔"

مکسوح: "ایسا ہی کروں گا۔"

پطرس: "کل عام حملہ ہو۔ آخری اور فیصلہ کن جنگ ہو۔"

سب نے کہا۔ ایسا ہی ہوگا۔ اس قرارداد کے بعد مجلس شوریٰ برخاست ہو گئی تمام لشکر کو اگلے دن حملہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ ہر شخص اپنے ہتھیاروں کو صیقل کرنے لگا۔ جب آفتاب عالم تاب غروب ہو گیا۔ اور رات کی سیاہی پردۂ ظلمات کو لیکر کائنات

پر چھا گئی۔ تو مکسوح اور قیطارس دس ہزار زنگی اور اہل بجا دۃ کو لیکر دمبٹوارکی جانب چلے۔ لوگ سمجھے کہ مکسوح واپس جا رہے ہیں۔ وہ کئی میل کا چکر کھا کر پہاڑی میں غائب ہو گیا۔

بارھواں باب

"گرفتاری"

دوسرے دن جب کہ شب ظلمات کی سیاہی دور ہونے لگی۔ دن کو جگمگانے والے آفتاب کے نکلنے کا وقت قریب آگیا۔ اور مشرق کیطرف سے روشنی نمودار ہوئی۔ صبح کی آمد کے پیغامبر طیور چہچہانے لگے تو عیسائی اٹھ اٹھ کر ضروریات سے فراغت کر کر کے میدان کارزار کیطرف جانے لگے۔ چونکہ عظیم الشان لشکر تھا گھنٹوں سپاہیوں اور سواروں کی روانگی کا تانتا لگا رہتا تھا۔ اس لئے آفتاب کے طلوع ہوتے تک برابر لشکر روانہ ہوتا رہا۔

جب ان کا آخری سپاہی بھی میدان جنگ میں پہنچ گیا تو انھوں نے صف بندی کر کے طبل جنگ بجوایا۔ قومی نعرے لگوائے۔ ان تہلکہ آمیز آوازوں سے خاموش فضا تھرا گئی۔ میدان گونج اٹھا۔ زمین ہلنے لگی۔ ادھر مسلمانوں نے طبل جنگ کے سنتے ہی میدان کارزار میں آ آ کر صف بستہ ہونا شروع کر دیا۔ گویا بہت جلد انھوں نے صفیں قائم کیں میمنہ میسرہ اور قلب میں لشکر متعین کیا۔

مسلمان ہمیشہ اپنے جائے قیام سے چار فرلانگ آگے بڑھ کر صف بستہ ہوا کرتے تھے لہٰذا آج بھی انھوں نے حسب معمول کیا۔ اور آج رافع کو یا لخصوص مسلمانوں کی معیت میں عربی خواتین کی حفاظت یا نگرانی کیلئے چھوڑ آگیا تھا۔

عیسائی لشکر نہایت نظم و نسق کے ساتھ آہستہ آہستہ اسلامی لشکر کی طرف بڑھا جب وہ ایک میل کے فاصلے پر آگیا تو شیران اسلام نے دیکھا کہ آج بھی شرق سے غرب تک تمام میدان کارزار عیسائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اس طرح سے آ رہے تھے جیسے سمندر لہریں لیتا ہوا آ رہا ہو۔ انکی شاندار آمد کو دیکھ کر ہر شخص کے دل پر ہول طاری تھا۔ تقریباً چار فرلانگ

اور چل کر عیسائی رک گئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ آگے بڑھنا نہیں چاہتے ؛

شیران اسلام نے حیرت سے انہیں دیکھا۔ خالد، عمرو بن العاص، ضرار، سعد، ریاض عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق۔ عبداللہ بن عمر خطاب، فضل بن عباس۔ زیاد بن ابی سفیان قلب لشکر میں پاس کھڑے تھے۔ حضرت خالدؓ نے کہا۔ آج عیسائی لشکر آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔

ضرار نے کہا۔ آج وہ کوئی فریب دینا چاہتے ہیں۔

ریاض نے جوش میں آکر کہا۔ خدا انکے فریب کو ان ہی پر الٹے گا۔ تھوڑی دیر تک تو مسلمانوں نے عیسائیوں کے بڑھنے کا انتظار کیا مگر عیسائی لشکر بدستور کھڑا رہا وہ بڑھنا نہ چاہتا تھا۔ در اصل عیسائی مسلمانوں کو انکی عورتوں سے فاصلے پر لانا چاہتے تھے۔

خالد نے کہا۔ ہم کب تک ان کے بڑھنے کا انتظار کریں۔

عمرو بن العاص نے کہا۔ "اب انتظار فضول ہے۔ ان پر رعب طاری ہے۔ وہ ہرگز نہ بڑھیں گے ؛"

خالد۔ تو کیا ہمیں بڑھنا چاہیئے ؛

عمرو۔ جب وہ بڑھنا نہیں چاہتے تو ہمیں ہی بڑھنا پڑے گا ؛

فوراً خالدؓ نے لشکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا پرزور نعرہ لگایا اور بڑھنا شروع کیا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے صرف ایک تیر کے فاصلے پر رہ گئے تو عیسائی تیراندازی کرنے لگے۔ مسلمان خاموش کھڑے انکے تیروں کو ڈھالوں پر روکتے رہے

چونکہ ابھی انکے سالار اعظم نے حملہ کا حکم نہ دیا تھا۔ اسلئے وہ نہایت خاموشی سے کھڑے تیروں کو روک رہے تھے۔

جب اس طرح سے کھڑے ہوئے زیادہ دیر گذری تو تمام مسلمانوں میں بیقراری کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور ہر شخص کہنے لگا کہ آج سالار اعظم حملہ کرنیکا حکم کیوں نہیں دیتے۔

آخر ضرار سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے حضرت خالدؓ سے کہا۔ آپ حملہ کرنے کا حکم دینے میں کیوں تامل کر رہے ہیں ؟

حضرت خالدؓ۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگ دیر سے شروع ہو۔ تاکہ عصر کے وقت تک جنگ

کا شباب ہو۔ شاید اس وقت خدا ہم کو فتح دے"۔

ضرار: لیکن مسلمانوں کے خاموش کھڑے رہنے سے عیسائیوں کے تیر بعض نقصان پہنچا رہے ہیں"۔

حضرت خالدؓ نے کچھ دیر سوچا۔ ادھر ادھر دیکھا۔ ضرار نے صحیح کہا تھا۔ کیونکہ عیسائیوں کے بے پناہ تیر مسلمانوں کو نقصان پہنچا رہے تھے۔ انھوں نے سر اٹھا کر تین مرتبہ اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔

اسلامی لشکر میں یہ قاعدہ تھا کہ سالار لشکر جب تین مرتبہ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا تب جنگ شروع ہوتی۔

حضرت خالدؓ کے نعرے لگاتے ہی جنگ کا اعلان ہو گیا مسلمانوں نے مل کر اللہ اکبر کا فلک بوس نعرہ لگایا۔ اس پر ہیبت نعرہ سے فضا متلاطم ہو گئی۔ میدان کارزار لرز گیا عیسائی کانپ گئے۔ زمین ہچکولے کھانے لگی۔

عیسائیوں کے طبل جنگ کی آواز نعرۂ تکبیر میں کھو گئی۔ اب مسلمان تیر اندازوں نے جلدی جلدی شانوں سے کمانیں اتار کر ہاتھوں میں لے لیں۔ چلّے چڑھائے تیر رکھ کر کھینچے اور ایک ساتھ تیروں کو چلایا۔

انکے تیر مل کر ایسے نکلے جیسے کہ وہ سب ایک ہی کمان سے نکلے ہوں۔ آفتاب کی دھوپ تیروں کے نیچے غائب ہو گئی۔

اس تیروں کی پہلی ہی باڑھ نے عیسائیوں کا سمتھراؤ کر دیا۔ سیکڑوں عیسائی تیر کھا کھا کر مجروح ہوئے۔ زمین پر گرے اور دم توڑنے لگے عیسائیوں کو غصہ آیا۔ جوش آیا۔ وہ طیش میں آ کر بڑھے اور غضب آلود ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹے۔ مسلمان بھی بڑھے دونوں فریقوں نے تیر اندازی تیز کی اور بھالے اٹھائے۔ دونوں ایک دوسرے کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑھے۔

اسوقت آفتاب افق مشرق سے سر ابھار کر اس خونی منظر کو دیکھنے لگا۔ انکی ضیا فگن شعاعیں میدان میں پڑنے لگیں تھی۔ ان شعاعوں میں زرہ بکتر۔ نیزے۔ کلغیاں چمک چمک کر

آنکھوں کو خیرہ کرنے لگی تھیں۔ بڑھتے بڑھتے دونوں لشکروں میں تصادم ہوگیا۔
سرفروشوں نے نیزوں سے حملہ کیا۔ جوش دلانے یا جوش پیدا کرنے کیلئے قومی نعروں کی آوازیں گونجنے لگیں؛

عیسائیوں نے ابھی زور زور سے طبل جنگ بجایا۔ نرسنگھے پھونکے تمام میدان ان مختلف آوازوں سے گونج اٹھا۔ فریقین کے سپاہی نہایت جوش اور طیش میں آآ کر نیزوں سے حملے کر رہے تھے۔ نیزے نہایت سرعت سے سینوں اور شکموں میں پھونکتے جا رہے تھے۔

اجل گرفتہ زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے۔ ابھی تک تمام محاذات پر نیزوں سے ہی جنگ ہو رہی تھی۔ لیکن دونوں کے نیزے کچھ مفید نہ ثابت ہوئے۔ اس لئے اب نیزے چھوڑ کر شمشیریں نکال لیں؛

صاف وصیقل کی ہوئی شمشیریں کھینچیں۔ آفتاب کی جلوہ ریز شعاعوں میں اٹھیں بجلی کی طرح کوندیں، ماہی بے آب کیطرح تڑپیں اور پیاسوں کی طرح انسانی خون پینے کیلئے جھکیں۔ پھر جو اٹھیں تو اکثر دبیشتر خون کے فوارے اڑانے لگیں؛

چونکہ دونوں فریق طیش میں تھے۔ اسلئے بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے نہایت زور شور کے ساتھ جنگ شروع ہو گئی مسلمان عیسائیوں اور عیسائی مسلمانوں میں گھس گئے۔

صفوں کی ترتیب قائم نہ رہی۔ ہر شخص اپنی ہستی کو بھول کر اپنے مقابل سے مصروف پیکار تھا۔ تلواریں نہایت شدومد سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ سرفروش کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ سروں۔ ہاتھوں۔ پیروں اور دھڑوں کے ڈھیر لگتے چلے جا رہے تھے خون پانی کی طرح سے بہنے لگا تھا۔ اس خونریزی کو دیکھ کر دلیروں میں جوش بزدلوں میں خوف بڑھنے لگا تھا۔ لیکن نہ کسی کے فرار ہونے کا موقع تھا اور نہ کوئی بھاگ کر بچ ہی سکتا تھا۔

اس لئے سب مصروف جنگ تھے۔ حضرت خالد اور ضرار گھوڑوں سے گھوڑے ملائے نہایت بہادری سے جوش و قوت سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ دونوں ایک جگہ جم کر نہ لڑ رہے تھے۔ بلکہ جسطرف مسلمانوں کو نرغہ میں دیکھتے وہاں پہنچ جاتے؛

جوش اور طیش میں آکر حملہ کرتے عیسائیوں کو کھیرے ککڑی کیطرح کاٹ کر ڈال دیتے

اور آگے بڑھ کر دوسرے گروہ پر جا ٹوٹتے۔ دونوں بہادر تھے۔ شیر دل تھے۔ نڈر تھے نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔

"عیسائی انہیں پہچانتے تھے۔ جس طرف جاتے وہ عیسائی دب کر پیچھے ہٹ کر انہیں راستہ دے دیتے۔"

فضل۔ زیاد۔ عبدالرحمٰن اور عبداللہ کا گروہ۔ ایک گروہ بن گیا تھا۔ یہ چاروں بھی نڈر اور بہادر تھے۔ اس سرفروشی سے لڑ رہے تھے۔ کہ حیرت پر حیرت ہوتی تھی۔ انکی تلواریں فرشتۂ موت بنی ہوئی تھی۔

"جن اجل گرفتوں پر اٹھیں ہزاروں کوشش کرنے پر بھی وہ نہ بچتے تھے۔ اور انکو قتل کئے بغیر نہ چھوڑتیں۔ انھوں نے دس بیس نہیں بلکہ سیکڑوں عیسائی مار ڈالے تھے۔"

سعد اور ریاض گھوڑے ملائے جنگ کر رہے تھے۔ یہ دونوں نوجوان تھے۔ جوشیلے تھے بہادر تھے۔ بڑی ہی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ انکے حملوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوتا تھا کہ وہ دونوں ہی تمام لشکر کو قتل کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

میمنہ اور میسرہ اور قلب کے تمام مسلمان سر جھکائے نہایت استقلال سے لڑائی میں مصروف تھے۔ اگرچہ وہ اپنے حریف سے تعداد میں بہت ہی کم تھے۔ مگر انہیں اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا کچھ خیال نہ تھا۔ وہ اسی طرح سے نہایت عزم و استقلال سے لڑ رہے تھے جیسے وہ اپنے برابر کی تعداد سے لڑ رہے ہوں۔

عیسائی بھی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ آج جس جوش۔ استقلال اور بہادری سے لڑ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے انھوں نے جنگ کا فیصلہ کرنے کا عزم صمیم ہی کیا ہوا ہے۔

پطرس آج بھی زری کے شامیانے کے نیچے گھوڑے پر سوار کھڑا ہوا جنگ کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ اسکے چہرے سے بھی یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس نے آج فیصلہ کن جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔

وہ افسروں۔ سرداروں۔ بادشاہوں کے دل بڑھا بڑھا کر انہیں شدید حملے کرنے کی

ترغیب دے رہا تھا۔ جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ خون آشام تلواریں نہایت سرعت سے بلند ہو ہو کر سرفروشوں کے سر و تن کے فیصلے کر رہی تھیں۔

موت نہایت عجلت سے انسانی کھیتی کاٹنے میں مصروف تھی ملک کے فدائی کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ نعشیں گھوڑوں کے پاؤں کے نیچے کچلی جا رہی تھیں۔

اب آفتاب بہت کچھ بلند ہو چکا تھا۔ دھوپ تمام میدان میں پھیل گئی تھی عیسائیوں کے پرچم مسلمانوں کے علم دھوپ میں چمک اور ہوا میں لہرا رہے تھے۔

جبکہ اس تمام میدان میں انسانی خون پانی کی طرح سے بہہ رہا تھا۔ شرق سے غرب تک تاحدِ افق تلواریں اٹھ اٹھ کر انسانی خون سے اپنی پیاس بجھانے کیلئے جھک رہی تھیں۔ ہر شخص پر جوش و غضب سے فراموشی طاری تھی۔ سب کے سب سر جھکائے جدال و قتال میں مصروف تھے۔

مسلمان عورتیں اپنے جسموں کو چادروں سے چھپائے سروں سے رومال باندھے ہاتھوں میں نیزے یا چوبیں لئے سبز سبز گھاس پر بیٹھی تھیں۔ ان سے کسی قدر فاصلے پر رافع یا حفید دلیروں کو لئے گھوڑوں پر سوار کھڑے میدان کارزار کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بچے کھلے ہوئے میدان میں بھاگ دوڑ کر کھیل رہے تھے۔ میرونہ اور لبنیٰ دونوں قریب قریب بیٹھی تھیں۔ دونوں اپنے اپنے نازک ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے نیزے لئے ہوئے تھیں۔

شہزادی میرونہ کے چہرہ سے شوخی اور لبنیٰ کے چہرہ سے متانت جس کے ساتھ غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ دونوں سیم وتن لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ شہزادی میرونہ کبھی کبھی پریجمال لبنیٰ کو دیکھ لیتی تھی۔ وہ اس کا افسردہ چہرہ دیکھ کر غمزدہ ہو جاتی تھی۔

اب میرونہ بالکل بدل گئی۔ اسکی حالت میں زمین و آسمان کا فرق آچکا تھا۔ اس میں غرور و تکبر ہونے کے بجائے عجز و انکساری آگئی تھی۔ جس لبنیٰ کو ایک مرتبہ اس نے دیکھا تھا۔ آج اسے اپنے سینہ سے لگا کر رکھنا چاہتی تھی۔ جس کے رونے پر کبھی وہ ہنسی تھی۔ آج اسے افسردہ دیکھ کر تڑپ جاتی تھی۔

یہ اس خوف سے نہ تھا کہ وہ مسلمانوں میں آگئی تھی اور مسلمانوں سے ڈرتی تھی۔ بلکہ اسے لبنیٰ سے محبت ہو گئی تھی۔ نور اسلام نے اسکے دلمیں جلوہ گر ہو کر فروتنی پیدا کر دی تھی۔ غرور تو صرف خدا کیلئے ہی زیبا ہے۔ انسان کو مناسب نہیں اور مسلمان جو خدا کی عظمت و قدرت کے قائل ہیں کبھی غرور نہیں کر سکتے۔ جو مسلمان غرور کرتا ہے اس کا ایمان کمزور ہے۔ کمزور ایمان والا مسلمان پکا نہیں ہو سکتا۔ مغرور مسلمان بہشت سے محروم رہے گا۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو دیکھا۔ رحم و محبت کے جذبات اس کے دل میں موجزن ہو گئے اس نے کہا لبنیٰ! تم افسردہ کیوں رہتی ہو؟ تمہاری افسردگی مجھے غمزدہ بنائے دیتی ہے۔

حور وش لبنیٰ نے اپنی سیاہ مست رسیلی آنکھیں اٹھا کر شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ اسکی ان پیاری آنکھوں میں غم کی جھلک پائی جاتی تھی۔ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

افسردگی میرے اختیار میں نہیں۔ جب دل افسردہ ہوتا ہے تو اس کا اثر تمام جسم پر پڑتا ہے۔

میرونہ۔ میں یہی تو پوچھتی ہوں آخر یہ افسردگی کیوں ہے۔

لبنیٰ۔ میں نہیں جانتی۔

میرونہ۔ تم جسے چاہتی ہو۔ جسے یاد کرتی ہو وہ آگیا ہے تم سے مل بھی چکا ہے پھر غم کیا ہے؟

لبنیٰ نے مغموم لہجہ میں کہا۔ آنے سے کیا ہوا۔ کاش میں اسے نہ دیکھتی۔

میرونہ۔ لبنیٰ تم فضول غم کرتی ہو۔ وہ تمہارے بھائی کا دوست ہے۔ تمہارا فدائی ہے اسکی ذرا سی تحریک تمہارے بھائی کو اس سے تمہارا عقد کرنے پر تیار کر دیگی۔

لبنیٰ نے حسرت بھرے لہجہ میں کہا۔ وہ تحریک نہیں کر سکتا۔

میرونہ۔ کیوں؟

لبنیٰ۔ محبت ہمارے دیش میں معاشرتی گناہ ہے۔ انتہائی بے غیرتی کی بات ہے۔

میرونہ۔ میں یہ سن چکی ہوں کہ تمہارے بھائی کو تمہاری محبت کا حال معلوم ہے۔

لبنیٰ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ ہاں معلوم ہے میرونہ جب میں اپنے بھائی کی آنکھوں کو دیکھتی ہوں۔ تو ان میں تہدید کی جھلک پاتی ہوں جس کے سبب یا تو میں شرمندہ ہو جاتی ہوں۔ اور یا ڈر جاتی ہوں۔

میرونہ۔ انہیں کیسے معلوم ہوا؟

لبنیٰ۔ اتفاقیہ۔

اسکے بعد لبنیٰ نے نہایت مختصر طریقہ پر تمام واقعہ کہہ سنایا جس سے سعد کو ریاض اور لبنیٰ کی محبت کا علم ہوا تھا۔ شہزادی میرونہ نے تمام حال سُنکر کہا۔ پھر کیا ہوگا؟

لبنیٰ نے انتہائی غم بھرے لہجہ میں کہا۔ میری موت مجھے غم سے نجات دلا دے گی۔

یہ فقرے سُنکر میرونہ کے دل پر چوٹ لگی۔ وہ کمال متاثر ہوئی۔ اور اس نے کہا۔

لبنیٰ! نا امید مت ہو۔ جبتک میں زندہ ہوں تم قطعاً غم واندیشہ نہ کرو۔

لبنیٰ نے ایسی نظروں سے جن میں یاس کے بعد آس کی کچھ خفیف جھلک نمودار ہوئی۔ شہزادی میرونہ کو دیکھ کر دریافت کیا۔ تم کیا کرو گی؟

میرونہ میں سعد سے کہوں گی!!

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ خدا کیلئے کہیں ایسا غضب نہ کرنا۔

میرونہ نے اطمینان بھرے لہجہ میں کہا۔ تم اطمینان رکھو میں ایسے طریقہ سے کہوں گی کہ سعد ناراض نہ ہوں سکے۔"

لبنیٰ۔ نہیں نہیں۔ بالکل نہ کہنا تم میری قوم کے لوگوں سے واقف نہیں۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی قومی ہتک برداشت نہیں کر سکتے۔

میرونہ۔ اگر وہ خفا ہوں گے تو میں خوشامد کر کے ہاتھ جوڑ کر انہیں منا لوں گی۔"

لبنیٰ:۔ اگر وہ پھر نہ مانے؟"

میرونہ:۔ تو میں تم سے پہلے انکے ہاتھوں سے قتل ہو جاؤں گی۔"

لبنیٰ نے حیرت بھری نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ اس نے مسلم خواتین کو خوف اور تعجب بھری آواز سے کچھ کہتے سُنا۔

ان دونوں نے عورتوں کی طرف دیکھا۔ عورتیں پہاڑی کیطرف دیکھ رہی تھیں۔ وہ کچھ خوفزدہ اور کچھ متعجب معلوم ہو رہی تھیں۔ سب کی سب کھڑی ہو گئیں تھیں۔ ان دونوں نے بھی پہاڑی کی طرف دیکھا۔

انہیں عیسائی لشکر سیلاب کیطرح نہایت سرعت سے آتا ہوا نظر آیا۔

وہ دونوں بھی کچھ متعجب و خوفزدہ ہو کر کھڑی ہو گئیں۔ عیسائی سوار نہایت تیزی سے گھوڑے دوڑائے بڑھے چلے آرہے تھے۔ وہ اس قدر قریب آ گئے تھے کہ انکے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز صاف طور پر زور زور سے آنے لگی۔ رافع نے بھی ان سواروں کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ سخت متعجب ہوئے کہ یہ عیسائی ادھر کہاں سے آنکلے لیکن وہ زیادہ دیر متحیر نہ رہا۔ فوراً سنبھلا۔

اس نے اپنے ہمراہیوں سے چلا کر کہا۔ اے مجاہدین اسلام ان لٹیرے عیسائیوں کو روکو یہ کہتے ہی وہ عیسائیوں کی طرف بڑھا۔ مجاہدین اسلام اس کے جلو میں بڑھے انھوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔

وہ تیزی سے جھپٹ کر عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ عیسائی پہلے ہی تلواریں کھینچے ہوئے آرہے تھے۔ انہوں نے بھی نہایت شدت سے حملہ کیا۔ دونوں فریق گتھم گتھا ہو گئے۔

جنگ نہایت زور و شور کیساتھ شروع ہو گئی۔ جس زور شور سے عیسائی بڑھے چلے آرہے تھے۔ اس کو دیکھ کر خیال ہوتا تھا کہ وہ ان معدودے چند مسلمانوں کو اپنے ریلے میں بہائے لئے چلے جائیں گے لیکن مسلمانوں نے اس جوانمردی اور قوت سے مقابلہ کیا۔ کہ عیسائی انکی بہادری کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

انھوں نے حصار سکندری بن کر عیسائیوں کا سیلاب روک دیا لیکن عیسائی رکنے کے کیسئے نہ آئے تھے۔ وہ جلد سے جلد ان گنتی کے چند مسلمانوں کو قتل کر کے عورتوں کو اپنے قبضہ میں کر لینا چاہتے تھے۔ اس لئے نہایت جوش اور بے جگری سے لڑنے لگے تھے۔

تلواریں نہایت سرعت کے ساتھ اٹھ اٹھ کر جھک رہی تھیں اور دلیروں کو کاٹ کاٹ کر ڈال رہی تھیں۔ ادھر ادھر لاشیں کٹ کٹ کر گر رہی تھیں۔ خون کے فوارے جگہ جگہ اچھلنے لگے تھے عیسائیوں کا یہ لشکر مکسوح اور قیطارس کی سرکردگی میں تھا۔ وہ دونوں لشکر کے درمیان میں کھڑے اپنے سپاہیوں کو جوش دلا رہے تھے۔ عیسائی جوش میں آ آ کر بڑے تھے پیچ و تاب کھا کھا کر حملے کر رہے تھے۔

لیکن مسلمان کچھ ایسی بے جگری سے لڑ رہے تھے کہ عیسائیوں کے بنائے کچھ نہ بنتا تھا۔ جو عیسائی جوش میں آ آ کر آگے بڑھتا تھا حملہ کرتا تھا۔ کسی نہ کسی مسلمان کی تلوار [illegible] کا

خاتمہ کر دی تھی۔

چونکہ عیسائی یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح اس جنگ کی خبر اسوقت تک ان مسلمانوں کو نہ ہو جو حضرت خالد کی سرکردگی میں بطریس کے عظیم الشان لشکر کے ساتھ الجھ رہے تھے۔ جبتک وہ عورتوں پر قبضہ نہ کرلیں۔ اسلئے چپ چاپ لڑ رہے تھے اسی وجہ سے لڑائی زور شور سے ہو رہی تھی لیکن شور و غل نہ تھا۔ البتہ زخمیوں یا مرنے والوں کی آہیں اور چیخوں کی آوازیں گاہ بگاہ بلند ہو ہو کر خاموش فضا میں گم ہو جاتی تھیں۔

رافع بہت بہادر تھے۔ متعدد معرکے سر کر چکے تھے۔ نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ انکی شمشیر زہرہ گداز موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ وہ جس طرف نکل جاتے تھے۔ دشمنوں کی صفیں بچھاتے چلے جاتے تھے۔ عیسائی اس سے اسکی بے پناہ تلوار سے ڈرنے لگے تھے۔ لیکن جب وہ دیکھتے کہ مسلمان مٹھی بھر ہیں وہ ہزاروں ہیں تو ان کا خوف دور ہو جاتا اور وہ پھر مسلمانوں پر لوٹ پڑتے تھے۔

موت نے انسانی کھیتی میں باڑھ لگا دی تھی جس طرح تمام قریب دیکھ کر کسان کھیت کو جلد از جلد کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح موت اپنی کھیتی نہایت سرعت سے کاٹ رہی تھی۔

مسلمان دور تک پھیلے ہوئے عیسائیوں سے لڑ رہے تھے۔ چونکہ آفتاب اسوقت ایک ثلث منزل طے کر چکا تھا۔ اس لئے دھوپ تمام میدان میں اچھی طرح پھیل گئی تھی۔ اور دھوپ کے ساتھ ہی گرمی بھی بڑھ گئی تھی۔

بہادروں کو پسینے آنے لگے تھے۔ گھوڑے بھی پسینہ میں شرابور ہو گئے تھے۔ لیکن لڑنے والوں کو نہ گرمی کی پرواہ تھی نہ پسینہ کی وہ لڑائی میں برابر مصروف تھے۔

مسلمان اپنی طاقت سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ لڑ رہے تھے عیسائی انہیں پیچھے ڈھکیلنا مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا چاہتے تھے۔ اور جلد سے جلد اس مہم کو ختم کر دینے کی فکر میں منہمک تھے۔ لیکن مسلمان ایکقدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ اور گرفتار ہونے کا تو ذکر ہی کیا۔ عورتیں ایک جگہ جمع ہو گئی تھیں۔ انھوں نے دہری صفیں قائم کر لی تھیں سب کے پاس کوئی نہ کوئی ہتھیار لے رکھا تھا۔ ان کے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو ایک لمبی صف میں کھڑے تھے۔ انکے ہاتھوں

میں بھی چھوٹے چھوٹے نیزے تھے۔

عورتوں یا بچوں کے چہرے سے خوف و ہراس کی علامتیں ظاہر نہ ہو رہی تھیں وہ اس طرح کھڑے تھے جیسے کہ وہ ابھی حملہ آور ہونے والے ہوں۔ ان سب کی نظریں میدان کی طرف جمی ہوئی تھیں۔

مسلمانوں نے پورے ایک گھنٹہ تک عیسائیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا انھوں نے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ قدم قدم پر عیسائیوں کے مردے گرا دیئے۔ لیکن وہ تھوڑے تھے۔ بہت ہی تھوڑے۔

گویا ایک مسلمان بیس عیسائیوں کے مقابلے میں تھا۔ ایک گھنٹہ کی سرفروشانہ جنگ نے انہیں تھکا دیا۔ انکے قویٰ سست پڑ گئے۔ خشکی گرمی اور پیاس نے نڈھال کر دیا اب انکے واروں میں کمی ہونے لگی۔

عیسائیوں نے انکی سستی دیکھی اور خوش ہو گئے۔ سمجھ گئے کہ میدان مار لیا۔ اب انھوں نے زنگیوں کو آگے بڑھایا۔ خونخوار زنگی بڑھے۔ بڑے جوش و قوت اور بڑی سختی سے بڑھے اور انھوں نے تلواروں کی باڑھ پر مسلمانوں کو رکھ لیا۔ مسلمانوں نے مدافعت کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مقدور بھر سعی سے کام لیا۔ مگر تھکاوٹ نے کچھ نہ کرنے دیا۔

وہ پیچھے ہٹے مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے سے زنگیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انھوں نے اور بھی شدت کے ساتھ حملہ کیا مسلمانوں نے انکے حملے کو روکا۔ انہوں نے عدیم النظیر جرأت سے زنگیوں کو کاٹ کاٹ کر ڈالدیا۔ لیکن زنگی دو ہزار تھے۔ مسلمانوں نے چہار گنا مرنیوالے زنگیوں کی جگہ تازہ دم آ آ کر لڑنے لگے تھے مسلمان قتل کرتے کرتے تھک گئے تھے۔

مکسوح اور قیطارس برابر عیسائیوں اور زنگیوں کو جوش دلا دلا کر آگے بڑھا رہے تھے جب جنگ نے طول کھینچا تو مکسوح نے قیطارس سے کہا۔ کمبخت! ان مٹھی بھر مسلمانوں نے جنگ کو کافی طول دیا۔ اندیشہ ہے جو مسلمان ہمارے بڑے لشکر کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ وہ اس طرف نہ لوٹ آئیں۔ تم دو ہزار عیسائیوں کو ہمراہ لیجا کر مسلم عورتوں کو گرفتار کر لو۔

قیطارس نے کہا۔ یہ تدبیر نہایت مناسب معلوم ہوتی ہے جب یہ لڑنے والے مسلمان ہمیں اپنی عورتوں کے پاس دیکھیں گے تو گھبرا کر بھاگ جائیں گے۔ اچھا آپ عیسائیوں

کو جوش دلا کر لڑا دیجیے۔ میں جاتا ہوں۔"

قیطارس نے دو ہزار اہل بجادہ کو ہمراہ لیا۔ وہ مغرب کی طرف بڑھ کر تھوڑا سا چکر کاٹ کر مسلمان عورتوں پر آ لوٹا تھا۔ مسلمان عورتوں نے ان عیسائیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ تمام لڑائی کیلئے تیار ہو گئی تھیں۔ جب مسیحی بالکل ہی قریب آ گئے تو حضرت خولہؓ نے کہا "اے خواتین عرب دشمن خدا تم پر تمہیں کمزور سمجھ کر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ تم عرب کی مایہ ناز عورتیں ہو۔ کئی مرتبہ جنگ کر چکی ہو۔ خدا اور رسول کی خوشنودی کیلئے اپنا تذکرہ تاریخ میں باقی رکھنے کیلئے دشمنوں سے لڑ جاؤ۔"

تمام عورتوں نے باواز بلند کہا: "ہم تیار ہیں۔ خدا ہمیں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے گا۔" بچوں نے گڑگڑا کر کہا: "اے پیارے خدا ہماری امداد فرما۔ اور ہمیں دشمنوں سے بچا لے ہم تیرے بندے ہیں۔ تیری عبادت کرتے ہیں۔ تجھ سے ہی امید امانت رکھتے ہیں!"

اس عرصہ میں قیطارس اور اس کا لشکر قریب آ گئے۔ انھوں نے عورتوں کو لڑنے پر آمادہ دیکھا۔ انہیں جوش آیا۔ غصہ آیا۔ وہ عورتوں پر جھکے اور تلواریں نکال کر ان پر ٹوٹے۔

کمزوروں کو۔ بزدلوں کو ان پر ہی غصہ آتا ہے جو ان سے حد درجہ کمزور ہوتے ہیں۔ عیسائی شیروں کو بھی مسلم عورتوں پر ہی غصہ آیا۔ اور انھوں نے نازک بدن دختران عرب پر تلواریں مارنا شروع کیں۔ نہ عورتیں مسلح تھیں نہ ان کے پاس پورے ہتھیار تھے۔ کوئی نیزہ لئے ہوئے تھی۔ اور کسی کے پاس چوب تھی۔ ڈھال کسی کے پاس بھی نہ تھی۔

لیکن وہ عرب کی شیرنیاں تھیں۔ ان کے نازک سینوں میں شیروں جیسا دل تھا۔ عیسائیوں کے حملہ سے نہ وہ ڈریں نہ گھبرائیں۔ انھوں نے خدا کا نام لیکر نہایت جوش و قوت سے عیسائیوں کے حملہ کو روکا اور اس کے بعد خود بھی حملہ کر دیا مگر وہ نازک تھیں مردوں جیسی طاقت نہ رکھتی تھیں۔ انکے نازک ہاتھوں میں اتنی طاقت نہ تھی۔ کہ وہ نیزوں سے دشمنوں کے سینے چھید ڈالتیں۔ انہیں ایک تدبیر سوجھی وہ چار چار پانچ پانچ کے غول میں تقسیم ہو کر حملے کرنے لگیں۔ وہ گھوڑوں کے نیزہ مارتیں گھوڑے بھڑکتے۔ الف ہو کر سوار کو گرا دیتے وہ دوڑ کر چوبوں سے گرنے والوں کے سر کچل دیتیں۔ اس ترکیب سے انھوں نے بہت سے عیسائی مار ڈالے۔ مسیحی ان کی اس جنگی تدبیر سے نہایت متحیر ہوتے

قیطارس نے انہیں جوش دلا کر بڑھایا۔ وہ بڑھے اپنی ہی لاشوں کو روندتے ہوئے عورتوں نے پہلے سے زیادہ قوت سے عیسائیوں کو گھوڑوں سے گرا گرا کر ان کے سروں کو چوبوں سے پاش پاش کرنا شروع کر دیا۔

خولہ۔ مزروعہ۔ سلمیٰ۔ ہند عفیرہ۔ ام امان۔ ام تمیم۔ لبنیٰ اور میرونہ نہایت جوش اور پوری قوت سے لڑ رہی تھیں۔ اگرچہ ان کا عیسائیوں سے کوئی مقابلہ ہی نہ تھا۔ وہ پیدل تھیں۔ عیسائی سوار۔ وہ غیر مسلح تھیں۔ عیسائی پورے طور پر مسلح تھے۔ وہ عورتیں تھیں۔ عیسائی مرد۔ وہ کم تھیں عیسائی زیادہ۔ لیکن وہ اس جوش و خروش سے لڑ رہی تھیں کہ عیسائی حیرت میں پڑ گئے تھے۔ انھوں نے دو چار۔ دس بیس نہیں۔ بلکہ سیکڑوں عیسائیوں اور انکے پچاس گھوڑوں کو مار ڈالا تھا۔ بچے بھی ہر اس عیسائی کا سر توڑ ڈالتے تھے۔ جس کو عورتیں گھوڑوں سے گرا دیتی تھیں۔

دنیا میں ہزاروں نہیں لاکھوں جنگیں ہوئیں اور ہونگی۔ لیکن مسلمانوں نے جو لڑائیاں لڑی ہیں۔ انکی عورتوں نے جو سرفروشیاں کی ہیں وہ نادر زمانہ ہیں۔ کوئی قوم اپنے دلاوروں کے اس قدر کارنامے پیش نہیں کر سکتی جسقدر مجاہدین اسلام اور مسلم خواتین کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں۔ عورتیں نہایت جوش اور بڑے استقلال سے لڑ رہی تھیں۔ قیطارس خود بھی جنگ کر رہا تھا۔ وہ لڑتا لڑتا میرونہ کے پاس پہنچا اس نے پہلی ہی نظر میں اسے پہچان لیا۔ اور وہ اسے عیسائیوں سے لڑتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے اس کے قریب پہنچکر کہا۔ میرونہ تم عیسائیوں سے لڑ رہی ہو؟

میرونہ نے نظریں اٹھا کر اپنے بھائی کو دیکھا۔ اس نے سر جھکا کر جواب دیا ہاں میں لڑ رہی ہوں اور مرتے دم تک لڑوں گی۔

قیطارس "تمہیں اپنی قوم سے نہ لڑنا چاہیے"

میرونہ "میں مسلمان ہو گئی ہوں۔ اور اب میری قوم مسلمان ہے"

قیطارس "یہ چیز تمہارے لئے باعث شرم ہے"

میرونہ "یہ تمہارے سمجھنے میں غلطی ہے"

قیطارس "میں نے صرف تمہارے لئے اتنی تکلیف برداشت کی ہے"

میرونہ۔ محض بیکار کی۔ اب تم مجھے بھول جاؤ۔

قیطارس۔ آؤ تم میرے ہمراہ چلو۔

میرونہ۔ میں نہیں جا سکتی۔

قیطارس۔ ان مسلمان عورتوں کے ساتھ تم بھی قتل ہو جاؤ گی۔

میرونہ۔ کچھ پرواہ نہیں۔ میں یہی چاہتی ہوں۔

قیطارس۔ میرونہ۔ میرا ادب کرو۔

میرونہ۔ یہ ادب ہی کی وجہ ہے کہ میں نے تم پر حملہ نہیں کیا۔

قیطارس نے تعجب سے اس پری پیکر کو دیکھ کر کہا۔ تم مجھ پر حملہ کرتیں۔

میرونہ۔ ہاں ایک مسلمان عورت ہونے کی حیثیت سے میرا یہی فرض تھا۔

اس عرصہ میں قیطارس کے خولہ نے نیزہ مارا۔ نیزہ اسکے گھوڑے کے لگا۔ گھوڑا الف ہو کر گرا اور قیطارس گھوڑے کے نیچے دب گیا۔ لبنیٰ اور چند عورتیں اس کا سر پھوڑنے کیلئے لپکیں۔ میرونہ نے جلدی سے چلا کر کہا۔ اسے نہ مارو یہ میرا بھائی ہے سب عورتیں ہٹ کر دوسری طرف متوجہ ہو گئیں۔

قیطارس زور لگا کر گھوڑے کے نیچے سے نکلا۔ اس نے کہا۔ میرونہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے مجھے شیرنیوں کے ہاتھوں سے بچا لیا ہے۔ میں تم پر احسان کیا چاہتا ہوں۔ آؤ اب بھی میرے ہمراہ چلو۔ اپنے قصر میں شاہانہ زندگی بسر کرنا مسلمان مفلس ہیں یہاں تم کو آرام نہ ملے گا۔

میرونہ نے کہا۔ عشرت کی زندگی خدا کی یاد سے روکتی ہے میں یہاں خوش ہوں ابھی ان میں اسقدر گفتگو ہوئی تھی۔ کہ مکسوح کے لشکر میں ایک عظیم الشان شور بلند ہوا۔ تمام مسیحی گھبرا کر اس طرف دیکھنے لگے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں مسلمانوں نے مسیحیوں کو شکست تو نہیں دیدی۔ فوراً ہی انھوں نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے اور عیسائیوں کو بڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمجھ گئے کہ مسلمان عنقریب ہی ہزیمت اٹھا کر بھاگنے والے ہیں۔ وہ خوش ہو گئے۔ اور خوش ہو کر عورتوں سے مصروف جنگ ہو گئے۔ مکسوح کے لشکر میں بلا وجہ شور نہ ہوا تھا بات یہ ہوئی تھی کہ عیسائیوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا تھا مسلمانوں نے بڑے استقلال سے

مدافعت کی تھی۔ رافع نہایت دلیری سے لڑے اور زنگیوں کو قتل کر رہے تھے۔ جبکہ وہ خود فراموشی کے عالم میں لڑ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سے زنگیوں نے ان پر حملہ کر کے انہیں زخمی کر دیا۔ وہ اپنے زخمی کرنے والوں کی طرف پلٹے انہوں نے ان زنگیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن اس عرصہ میں بہت سے زنگیوں نے ان پر کمندیں پھینکیں کئی کمندیں انکے سر و شانہ میں آکر پھنس گئیں زنگیوں نے کمندیں کھینچیں وہ بے بس ہو گئے۔ انھوں نے جلدی سے رافع کو گرفتار کر لیا۔

رافع کی خوشی میں عیسائیوں نے شور مچایا تھا مسلمان اب بھی نہایت جوش و قوت سے لڑ رہے تھے۔ مگر ان کا سردار گرفتار ہو گیا تھا۔ انکے قوی سست پڑ گئے تھے وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے عیسائیوں سے جا ملے۔ عیسائیوں نے ان پر ایک اور حملہ کیا۔ گرمی اور پیاس سے مسلمان بدحواس ہو گئے۔ انکی قوت نے انہیں جواب دیدیا۔ وہ مدافعت نہ کر سکے۔ عیسائی اور زنگیوں نے کمندیں پھینک پھینک کر انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا مسلمان شہید ہو گئے۔ کچھ بھاگ کھڑے ہوئے مگر بیشتر تعداد قتل ہو گئی عورتوں نے یہ سب کارروائی دیکھی تھی لیکن اب بھی نہ ڈریں اور بدستور مصروف جنگ رہیں۔ انہوں نے بہت سے عیسائی سواروں کو مار ڈالا تھا بکسوح کا لشکر مسلمان مردوں کو اسیر کر کے عورتوں پر ٹوٹ پڑا۔

عورتیں بکمال دلیری اور استقلال سے لڑیں بہت سی عورتوں نے زخم کھائے بالآخر لڑتے لڑتے وہ بھی تھک گئیں اور یہاں تک تھکیں کہ نیزے اور چوبیں تک بھی نہ اٹھا سکیں۔

مجبوراً انہوں نے ہاتھ روک لیے عیسائی بیحد مسرور ہوئے۔ انہوں نے جلدی جلدی انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں تمام مخدرات عرب معہ شہزادی میرونہ اور یونیکے گرفتار کر لی گئیں۔ اب عیسائی عورتوں کے کیمپ پر جا ٹوٹے۔ تمام کیمپ انہوں نے لوٹ لیا خیمے اکھاڑ لیے ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ مسلم اسیروں اور مال غنیمت کو لیکر دمشق کی جانب روانہ ہوئے۔

تیرہواں باب

"ہیبت و جلال کی دیویاں"

بکسوح۔ فیطارس اور انکے ہمراہی نہایت خوش تھے۔ کیونکہ جس مہم پر وہ آئے تھے

اس میں انکو خاطر خواہ کامیابی ہوئی تھی ۔ وہ تمام مسلم عورتوں اور کثیر التعداد مجاہدین اسلام کو گرفتار کر کے معہ شہزادی میرونہ اور مال غنیمت کے لیے جا رہے تھے ان کی مسرت حق بجانب تھی ۔ مجاہدین اسلام دختران عرب ، فرزندان مسلم گرفتار تھے ۔ ریشم کی ڈوریوں سے جکڑے ہوئے تھے مغموم تھے ۔ چونکہ عیسائی جلد سے جلد چکر لگا کر اپنے لشکر کے عقب میں پہنچنا چاہتے تھے ۔ اسلئے انھوں نے تمام مردوں ، عورتوں ، اور بچوں کو گھوڑوں پر سوار کر رکھا تھا ۔ ابھی تک عیسائیوں کو خوف تھا کہ کہیں مسلمانوں کو خبر نہ ہو جائے اور وہ تعاقب کر کے قیدی اور غنائم ان سے نہ چھین لیں اگرچہ انکی یہ تجویز تھی کہ تمام مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر ہو جائے اور وہ یا تو منتشر ہو کر بھاگ جائیں لیکن انہیں یہ خوف تھا کہ اگر تمام مسلمان ان سب پر ہی آ ٹوٹے تو ان کا غرور خاتمہ کر دیں گے اسلئے وہ لمبا چکر لگا کر درے میں داخل ہوئے اور پہاڑی چٹانوں کو پھاندتے ہوئے نہایت تیزی سے چلنے لگے ۔

تقریباً تین چار میل چل کر ان کا خوف کسی قدر دور ہوا ۔ اب انہیں اطمینان ہو گیا کہ اول تو مسلمان ان کا تعاقب ہی نہ کریں گے اور اگر کریں گے بھی تو پتھروں پر چلنے کی وجہ سے سراغ نہ پا کر ان تک نہ پہنچ سکیں گے ۔

تھوڑی دور چل کر انہیں گرمی نے پریشان کر دیا ۔ دھوپ کی تیزی پتھروں کی تپش اور پسینہ کی کثرت سے وہ بوکھلا گئے انھوں نے تھوڑی دیر راستہ میں آرام کرنے کا ارادہ کر لیا ۔

زیادہ سے زیادہ ایک فرلانگ چلکر انھوں نے ایک سبزہ زار وادی دیکھی تمام وادی میں سایہ دار درخت کھڑے تھے ۔ یہ جگہ آرام کرنے کیلئے نہایت مناسب معلوم ہوئی وہ سب اسی جگہ اتر پڑے ۔

چونکہ ان کا ارادہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد روانہ ہونے کا تھا ۔ اسلئے انھوں نے گھوڑوں کے زین نہ اتارے ۔ البتہ لگام اتار کر انہیں چرنے کیلئے چھوڑ دیا ۔

چونکہ وادی کشادہ تھی ۔ اسلئے تمام لشکر دور تک پھیل کر سبزہ زار چٹانوں پر آرام کرنے لگا ۔ اس جگہ درختوں کی کثرت تھی ۔ چپہ چپہ پر سایہ پھیلا ہوا تھا ۔ ہوا کے خوشگوار کے جھونکے چل رہے تھے ۔ تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کے پسینے خشک ہو گئے ۔ تمام مسلم اسیروں کو ایک گوشے میں اتار دیا گیا تھا ۔ وہ سب مغموم اور متفکر معلوم ہوتے تھے ۔ مرد تو پھر مرد تھے

زیادہ غمزدہ نہ تھے ۔ مگر عورتوں اور بچوں کے چہروں سے رنج و غم کی علامتیں صاف طور پر ٹپک رہی تھیں ۔ معصوم بچوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ۔ انکی بھولی صورتوں سے غم و خوف کا اظہار ہو رہا تھا ۔ آنکھیں حسرت اور افسوس کی ترجمانی کر رہی تھیں ۔ دختران عرب کے خوف کا اظہار ہو رہا تھا ۔ آنکھیں حسرت اور افسوس کی ترجمانی کر رہی تھیں ۔ دختران عرب کے نازک چہروں سے فکر اور پریشانی ہویدا تھی ان میں سے اکثر عورتیں مجروح ہو گئی تھیں ۔

چونکہ انکے زخموں کی مرہم پٹی نہ ہوئی تھی ۔ اسلئے انکے زخموں سے ابتک خون رس رہا تھا ۔ بیچاری مصیبت زدہ عورتوں کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے ۔ اسلئے وہ نہ بہنے والے خون کو روک سکتی تھی ۔ اور نہ کوئی ایسی تدبیر کر سکتی تھیں جس سے خون کا رسنا بند ہو جائے ۔

باوجود ان زخموں کے انھیں تکلیف تھی لیکن نہ اس تکلیف کو وہ تکلیف سمجھتی تھیں اور نہ اس تکلیف کی انہیں پرواہ تھی ۔ وہ اس سے پہلے بھی کئی معرکوں میں شریک ہو کر زخمی ہو چکی تھیں ۔ گویا ایسی تکلیفوں کی وہ عادی تھیں ۔

حضرت خولہ خوبصورت تھیں نوجوان تھیں نازک اندام تھیں ایکمرتبہ یرموک کے مقام پر وہ لڑتے لڑتے بیہوش ہو گئی تھیں ۔ تھوڑی دیر میں جب انہیں ہوش آیا تو زخم پر پٹی باندھ کر زخمیوں کی خبر گیری کرنے لگیں ۔

اسی طرح ایکمرتبہ عفیرہ زخمی ہو گئی تھیں ۔ انہوں نے اپنے زخم کی بالکل پرواہ نہ کی نہ پٹی باندھی نہ خون پونچھا ۔ بلکہ دوسرے زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف ہو گئیں جب ان سے کہا گیا کہ تم اپنے زخم پر بھی پٹی باندھ لو ۔ تو انھوں نے نہایت لاپرواہی سے کہہ دیا کہ نہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے ۔ نہ ابھی پٹی باندھنے کی ضرورت ہے ۔ حالانکہ اس زخم کی وجہ سے انہیں کئی مہینے تکلیف رہی ۔

ان عورتوں میں سے شاید ہی کوئی عورت ایسی ہو جو لڑائیوں میں شریک ہو کر زخمی نہ ہوئی ہو ۔ انہیں نہ زخموں کی پرواہ تھی نہ کوئی تکلیف ۔ البتہ غم و فکر اس بات سے تھا کہ وہ سب کی سب عیسائیوں کے قبضہ میں آ گئی تھیں ۔ اور چونکہ وہ دیکھ رہی تھیں کہ مسلمان نہایت خونریز جنگ میں مصروف تھے ۔ اسلئے وہ انکی مدد کو نہیں آ سکتے تھے کبھی کبھی معصوم بچے آسمان کی طرف دیکھ کر کہہ رہے تھے ۔

اے اللہ ہماری مدد کر! لبنیٰ اور شہزادی میرونہ اسوقت بھی قریب قریب بیٹھی تھیں دونوں کے نازک ہاتھوں میں ریشم کی ڈوریں کسی ہوئی تھیں۔

دونوں مغموم و متفکر اور پریشان تھیں۔ اور اس حالت میں بے حسین معلوم ہو رہی تھیں انکی افسردگی نے انکی خوبصورتی کو اور بڑھا دیا تھا۔ انکی جبین ناز پر پسینہ کی ننھی ننھی بوندیں اسی طرح چمک رہی تھیں جیسے کہ گلاب کی پنکھڑیوں پر چھوٹے چھوٹے سچے موتی چمکا کرتے ہیں۔

میرونہ نے لبنیٰ سے کہا۔ لبنیٰ یہ برا ہوا کہ ہم ظالم عیسائیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔

لبنیٰ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ خدا کی مرضی اس میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

میرونہ۔ مجھے انکے پنجے سے آزاد ہونا دشوار معلوم ہوتا ہے۔

لبنیٰ۔ یہ بھی خدا ہی جانتا ہے۔

میرونہ۔ کاش کوئی مسلمان دوڑ کر دوسرے مسلمانوں کو خبر کر دیتا۔

لبنیٰ۔ خدا کو منظور نہ تھا۔

میرونہ۔ سب سے زیادہ مجھ کو اپنے بھائی کا خوف ہے۔

لبنیٰ۔ کس وجہ سے؟

میرونہ۔ وہ عیسائیت پر مٹا ہوا ہے۔ میرے مسلمان ہونے پر سخت برافروختہ ہو گیا ہے۔ ضرور مجھ پر سختی کرے گا۔

لبنیٰ۔ خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ غیب سے مدد کریگا۔

میرونہ چپ ہو گئی۔ اس نے افسردہ خاطر ہو کر سر جھکا لیا۔ لبنیٰ نے کہا۔ تم افسردہ خاطر ہو گئیں کیا سوچ رہی ہو؟

میرونہ نے اپنا سر اٹھا کر کہا۔ میں مستقبل پر غور کر رہی ہوں!!

لبنیٰ۔ شاید تم یہ سوچ رہی ہو کہ اگر تم پھر عیسائی ہو جاؤ۔

میرونہ نے قطع کلام کر کے کہا۔ میں پھر عیسائی ہو جاؤں کیا تم میری نسبت ایسا خیال رکھتی ہو؟

لبنیٰ۔ اکثر تکلیف سختی اور مصیبت انسان کو متزلزل کر دیتے ہیں۔

میرونہ۔ بیشک۔ مگر میں زندگی کے آخری سانس تک متزلزل نہیں ہو سکتی۔ میں نے

ڈر کر مجبور ہو کر مذہب اسلام اختیار نہیں کیا۔ خوشی سے مسلمان ہوئی ہوں۔ اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گی۔

لبنیٰ کی ہوشربا مگر غمزدہ آنکھوں میں مسرت کی ہلکی سی جھلک پیدا ہوئی اور اس نے کہا۔ تم لائق صد آفرین ہو۔

میرونہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ایک عیسائی افسر آیا۔ اس نے کہا شہزادی صاحبہ آپکو آپکے بھائی نے یاد فرمایا ہے۔

میرونہ کے چہرہ پر غم و فکر کی تاریکی دوڑ گئی۔ اس نے ان پھولوں سے زیادہ نازک لبوں کو موتی جیسے دانتوں میں دبایا۔ اس نے حسرت بھری نظروں سے لبنیٰ کو دیکھا لبنیٰ تڑپ گئی۔ اس نے کہا میرونہ حوصلہ کرو۔

یکایک میرونہ کی حالت میں تغیر پیدا ہو گیا۔ اس کے پیارے چہرہ سے غم و فکر کی علامتیں دور ہو گئیں۔ وہ اٹھ کر افسر کے ساتھ روانہ ہوئی۔

تھوڑے ہی فاصلہ پر قیطارس اور مکسوح ایک بلند چٹان پر بیٹھے تھے میرونہ اپنے بھائی کے سامنے پہنچی۔ اسکے نرم و نازک ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ سر جھکا ہوا تھا اور وہ خوبصورت نظریں سبزہ پر لوٹ رہی تھیں۔

قیطارس نے اسے بغور دیکھا غصہ بھری نظروں سے دیکھا اس نے گرج کر کہا۔

بدبخت لڑکی تم نے دیکھا کہ مسلمان ہونے سے تجھے کسقدر ذلت نصیب ہوئی ہے۔

میرونہ نے اپنا نازک سر اٹھا کر کہا۔ یہ ذلت نہیں۔ خدا کیطرف سے آزمائش ہے۔

اس کے جواب سے قیطارس کو سخت غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ لیکن ابھی تو اس آزمائش کی ابتدا ہے۔ تو اس کی انتہا کو بھی جانتی ہے۔

میرونہ نے اپنی خوبصورت نظریں اپنے بھائی کے خشمگیں چہرہ پر گاڑ کر کہا۔ ہاں جانتی ہوں اس کی انتہا موت ہے۔ لیکن موت عارضی اور تکلیف دہ زندگی کو ختم کر کے دوامی پرکیف زندگی کے آغاز کا نام ہے۔

قیطارس سخت برافروختہ ہوا۔ اس نے کہا۔ تو مسلمانوں میں رہ کر کسقدر لسان ہو گئی ہے۔ تو جانتی ہے کہ میں تیرا بھائی ہوں۔

میرونہ نے متانت بھرے لہجہ میں کہا۔ ہاں تم میرے بھائی تھے۔

قیطارس نے حیرت سے اس سیم تن کو دیکھ کر کہا۔ کیا اب نہیں۔

میرونہ۔ ایک دوشیزہ مسلمان کا بھائی مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔

قیطارس نے پر غضب نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ میرونہ کان کھولکر سن تو عیسائی تھی۔ تیرے ماں، باپ اور بھائی سب عیسائی ہیں۔ تو نے اپنا مذہب چھوڑ کر اپنے خاندان کی تذلیل کی ہے۔ میں تجھے صاف اور صریح الفاظ میں کہے دیتا ہوں کہ یا تو تو ابھی اسی وقت اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو جاؤ۔ ورنہ تیرا ساز ہستی توڑ دیا جائے گا۔

میرونہ۔ میں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتی۔

قیطارس سخت برافروختہ ہوا۔ اور غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی غضب آلود نظروں سے گھور کر میرونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ تیرا آخری جواب ہے۔ میرونہ کا سر جھکا ہوا تھا۔ اسکی پرنور پیشانی پر زلف پیچاں گھونگھریالے بال خم کھائے پڑے خفیف ہوا کے جھونکوں سے لہرا رہے تھے۔ سرخ و سفید چہرہ پر افسردگی چھائی ہوئی تھی۔ خوبصورت و سیاہ رسیلی آنکھیں دلفریب ادا سے جھکی ہوئی تھیں۔ وہ بکمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ہاں یہ میرا آخری جواب ہے۔

قیطارس پر غصہ کا جن سوار ہو گیا۔ اس نے میان سے تلوار کھینچکر اور شہزادی میرونہ کے سر پر بلند کرتے ہوئے کہا۔ بے حیا، بدبخت مرنے کیلئے تیار ہو جا۔

شہزادی میرونہ نے سر اٹھا کر کہا۔ میں تیار ہوں۔

قیطارس اس کے استقلال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ فوراً ہی اسکی حیرت دور ہو گئی اور سخت ترین غصہ سے اس نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اچھا تو آخری مرتبہ خدا کو یاد کرلے۔

میرونہ چٹان پر سجدہ میں گر گئی۔ اس نے قدرے بلند آواز سے کہا۔ خدایا میں مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کی جا رہی ہوں۔ میرے پچھلے گناہ معاف کردے۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

قیطارس نے تلوار اٹھائی۔ اس نے حملہ کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ فوراً ہی اللہ اکبر کے نعرہ کی آواز آئی۔ قیطارس لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ سارے سپاہی اور تمام مسلمان کھڑے ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرف سے آواز آئی تھی۔ انھوں نے بہت سے مسلمانوں کو گھوڑے

دوڑے آتے دیکھا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی عیسائیوں کے حواس گم ہو گئے اور بے تحاشہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

قیطارس اور مکسوح کے چہروں پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ مسلمان نہایت سرعت سے گھوڑے دوڑائے چلے آ رہے تھے۔ انکے گھوڑے اسقدر تیز دوڑے آ رہے تھے کہ گویا انکے پر لگ گئے تھے اور وہ زمین کو سمیٹتے چلے آ رہے تھے۔ سب سے آگے حضرت ضرارؓ۔ حضرت خالدؓ۔ فضلؓ۔ سعدؓ اور ریاضؓ تھے۔ مکسوح نے شیران اسلام کو قریب آتے ہوئے دیکھکر ذرا بلند آواز سے کہا۔

عیسائی دلیرو۔ بہت جلد سوار ہو جاؤ۔ اور دشمن کا مقابلہ کرو۔

عیسائی یہ سنکر اپنے گھوڑوں کیطرف دوڑے وہ نہایت عجلت سے گھوڑوں پر سوار ہونے لگے۔ ادھر مسلمانوں نے اور مسلم بیوں نے مجاہدین اسلام کو آتے ہوئے دیکھکر آواز بلند کہا۔

"خدا کی مدد آ گئی"۔ چشم زدن میں مسلمان قریب آ گئے۔ انکی تعداد بہت تھوڑی تھی۔ صرف چھ سو تھے۔ وہ جوش و غضب میں بھرے ہوئے آ رہے تھے۔ آتے ہی مسیحیوں پر برس پڑے۔

عیسائی سوار ہو گئے تھے۔ لیکن صف بستہ نہ ہو سکے تھے۔ مسلمان تمام میدان میں بکھر گئے انھوں نے تلواریں کھینچ کھینچ کر حملے شروع کر دیئے۔ عیسائی بھی مقابلہ میں ڈٹ گئے۔ جنگ نہایت شد و مد سے شروع ہو گئی۔ ہاتھ، پیر، سر اور دھڑ کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔

زخمیوں کی چیخ و پکار۔ تومی نعروں کی آواز۔ آلات حرب کی جھنکار سے تمام وادی اور پہاڑی گونج اٹھی۔ امن پسند طیور اس شور و غل کی مہیب آوازوں کو سن سنکر اڑنے لگے عیسائیوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمان تھوڑے ہیں اس قدر یا اس سے کچھ کم مسلمانوں کو شکست دیکر وہ انکی تعداد کثیر کو قید کر لائے تھے۔ جس سے انکے حوصلے بڑھے ہوئے تھے۔

انہیں امید ہی نہیں بلکہ یقین کامل تھا کہ وہ ان مسلمانوں کو بھی شکست دینگے چنانچہ انہوں نے دلیری سے لڑنا شروع کر دیا تھا۔ مسلمان نہایت غیظ و غضب میں بھرے ہوئے تھے۔ وہ اپنے سروں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر آئے تھے۔ لہذا کمال شجاعت اور قوت و جوانمردی سے لڑ رہے تھے۔ انکی بے پناہ تلواریں عیسائیوں کو نہایت سرگرمی کاٹ کاٹکر گرا رہی تھیں۔

چونکہ مسلمان ساری وادی میں بکھر گئے تھے۔ اس لئے جس طرف نظر جاتی تھی خون

آسمان تلواریں اٹھتیں اور انسانوں کے سروں پر جھکتی نظر آتی تھیں۔ زخمی چلا رہے تھے۔ مرنے والے چیخیں مار رہے تھے۔

گھوڑے ہنہنا رہے تھے۔ سرفروش قومی نعرے لگا رہے تھے۔ ان سب کی آوازوں نے ملکر بہت شور وغل کی صورت پیدا کر رکھی تھی۔ مسیحی نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ بھی جھپٹ جھپٹ کر مسلمانوں کو قتل کرنے کیلئے ان پر جھکے پڑتے تھے۔ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے لیکن مسلمان موم کے نہ تھے۔ وہ انتہائی جوش اور ہمت و دلیری کیساتھ لڑ رہے تھے انکی تلواروں نے گویا موت کا ٹھیکہ لیا ہوا تھا۔ جس کے سر پر پڑتی تھیں سینہ تک اتر جاتی تھیں۔

ہزاروں مسیحی مردہ ہو کر لمبے لمبے جا پڑتے تھے۔ ہزاروں گھوڑے بے سوار ہو کر قلانچیں مارتے پھرتے تھے۔ خون نے سبزہ زار چٹانوں پر پڑ کر لالہ کاری کر دی تھی۔

ضرار برہنہ جسم تھے صرف تہبند باندھے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار نیزہ سے حملہ کر رہے تھے۔ وہ جس پر حملہ کرتے تھے نیزہ کی انی زرہ توڑ کر سینہ چھید کر پشت کے پار نکل جاتی تھی۔ جب وہ نیزہ کھینچتے تھے تو مجروح عیسائی مردہ ہو کر زمین پر آ رہتا۔

انھوں نے پچاسوں عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ خالدؓ اپنی شمشیر خارا شگاف سے حملے کر رہے تھے۔ انکی تلوار غضب کی کاٹ کر رہی تھی۔ وہ جس کے اوپر تلوار مارتے خود کاٹ کر سر سے گزرتے ہوئے حلق تک پہنچی۔ زخمی چیخ مار کر کانپتا اور گھوڑے سے نیچے گر کر کچھ دیر تڑپتا پھر سرد ہو جاتا۔

انہوں نے بھی بے شمار عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ فضل بھی نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ انکی تلوار گویا موت کی ٹھیکیدار تھی۔ وہ جس پر حملہ کرتا اسے مار کر گرا دیتا تھا سعد جوش و غضب سے بھرے ہوئے شیر کیطرح نہایت سرگرمی سے لڑ رہا تھا۔

اس نے بھی عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ ریاض سب سے زیادہ غضب میں بھرا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ وہ نہایت تیزی سے جھپٹ جھپٹ کر حملے کر رہا تھا۔ اسکی تلوار موت کا فرشتہ بنی ہوئی تھی۔ جس کو چھو بھی جاتی تھی۔ اسی کو قتل کر دیتی تھی۔ وہ بغیر کسی احتیاط اور بچاؤ کے لڑ رہا تھا۔

اگرچہ اس نے ساٹھ ستر عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ مگر ابھی تک اس کا غصّہ فرو نہ ہوا تھا نہ جوش میں کمی آئی تھی۔ بلکہ جوں جوں وہ قتل کرتا تھا۔ اس کا غصّہ اور جوش بڑھتے جاتے تھے۔ تمام مسلمان نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ہر شخص عیسائیوں کو قتل کرنے میں ایسی عجلت سے کام لے رہا تھا جیسے لوٹ کے وقت ہر آدمی سب سے زیادہ مال لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔

عبدالرحمٰن لڑتے لڑتے اس جگہ پہنچ گیا۔ جہاں مسلم قیدی کھڑے تھے۔ وہ جلدی سے گھوڑے سے کود ے اور تلوار سے قیدیوں کے بند کاٹنے لگے۔ جن لوگوں کے بند کٹتے جاتے تھے وہ مردہ مسیحیوں کی تلواریں لے لیکر دوسرے اسیروں کے بند کاٹنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ تمام آزاد ہو گئے۔ اب انھوں نے عورتوں کے بند کاٹنے شروع کئے۔ جب دس بیس عورتوں کے بند کاٹے جا چکے تب ام تمیم نے مردوں سے کہا۔ بس اب تم سب میدان کارزار میں جا کر لڑو۔ ہم خود بقیہ عورتوں اور بچوں کے بند کاٹ ڈالیں گے۔ یہ بات مسلمانوں کی سمجھ میں آگئی۔ وہ پھرے اور انہوں نے مردہ عیسائیوں کے ہتھیار لئے گھوڑے پکڑے ان پر سوار ہوئے اور عیسائیوں پر جا ٹوٹے۔ انہوں نے اس شدت سے حملہ کیا گویا وہ تازہ دم تھے۔ اور ابھی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں۔ ان مسلمانوں کے حملہ کرنے سے جنگ کی آگ۔ اور بھی تیزی سے مشتعل ہو گئی۔ سر فروش پہلے سے زیادہ تیزی کیساتھ لڑنے اور کٹ کٹ کر گرنے لگے۔ جگہ جگہ مردوں کے ڈھیر لگ گئے۔ اور خون کے چکہ سے جم گئے۔ تمام عورتوں نے ایک دوسرے کے بند کاٹ ڈالے۔ بچوں کی بھی بندشیں کاٹ دیں۔ سب آزاد ہو گئے۔

عورتوں نے تلواریں اٹھا لیں۔ وہ بھی میدان کارزار میں کود پڑیں اور انھوں نے بھی حملے شروع کر دیئے۔ چونکہ اسوقت وہ جوش وغضب میں بھری ہوئی تھیں۔ سوائے لڑنے کے اور کوئی خیال نہ تھا۔ اس لئے وہ اس بات کو بھول گئیں کہ ان کے سروں پر چادریں نہیں ہیں۔ اور انکے ریشمیں دوپٹے۔ تلواریں چلانے لپکنے اور دوڑنے کی وجہ سے انکے نازک سروں سے ڈھلک گئے ہیں۔

وہ ایسی غیظ وغضب میں بھری ہوئی تھیں کہ ہیبت وجلال کی دیویاں معلوم ہوتی تھیں۔ وہ عیسائی سواروں کے گھوڑوں پر تلواریں مارتی تھیں۔ گھوڑے کھیلے دو دو ٹکڑے ہو کر گرا دیتے تھے۔

عورتیں اس پر جا پڑتی تھیں۔ اس سے لپٹ جاتی تھیں اور تلوار یا خنجر سے اس کا گلا کاٹ دیتی تھیں۔ میرونہ کچھ زیادہ دور نہ تھی۔ بلکہ قریب ہی ایک چٹان پر کھڑی تھیں۔ جب اس نے عورتوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ تو وہ چٹان سے نیچے اتری۔ سواروں سے بچتی عورتوں کے پاس آئی۔ حضرت خولہؓ نے دیکھ لیا۔ انہوں نے جلدی سے بڑھ کر اسکے بند کاٹے۔ اسے ایک تلوار دی وہ بھی تلوار لیکر عیسائیوں پر جا پڑی مگر وہ ادھر اُدھر کسی کو تلاش کر رہی تھی۔ وہ لڑتے لڑتے ایک پتھر کے قریب پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ حورِ وش لبنیٰ تلوار لئے جنگ میں مصروف ہے۔ اسی کی اسے تلاش تھی۔ وہ اس کے پاس پہنچی۔

اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ اسکے ہاتھ میں تلوار تھی۔ نازک خوبصورت اور دلفریب چہرہ پر جوش و غضب سے گلاب کی پنکھڑیوں سے زیادہ سرخی چھا گئی تھی۔ ہوشربا مست و رسیلی آنکھیں غیظ و غضب کی بجلیاں گرا رہی تھیں۔ انکے نازک سر سے دوپٹہ پیچھے کیطرف ڈھلک گیا تھا۔ گھونگھریالی سیاہ زلفیں نظر آنے لگی تھیں۔

اسکا چہرہ جلالت و سطوت کا مظہر بن گیا تھا۔ اسکی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا جاتا تھا میرونہ پر بھی اس کا رعب چھا گیا۔ اس نے دیکھا کہ عیسائی سوار پر ایک عرب دوشیزہ اپنی ہوشربا نظروں سے غیظ و غضب کی چنگاریاں۔ اپنے دلفریب بشرہ سے رعب و داب کی بجلیاں گراتی بڑھیں۔ اپنے نرم و نازک ہاتھ سے تلوار ماری۔

عیسائی نے اس پیکرِ حسن کو غصہ کی حالت میں دیکھا وہ رعب و دہشت سے کانپا گھوڑے سے گرا۔ اس کے گھوڑے سے گرتے ہی لبنیٰ نے لپک کر اسکے تلوار ماری۔ تلوار اسکا آدھا گلا اڑا گئی۔ اور سوار گر کر تڑپنے لگا۔ شہزادی میرونہ اس ملکۂ حسن کی یہ قوت دیکھ کر حیران رہ گئی۔ آخر اس سے ضبط نہ ہو سکا۔

وہ بڑھی اس نے بڑھ کر لبنیٰ کو سینہ سے لگا لیا۔ لبنیٰ چونکی اس نے گھوم کر شہزادی میرونہ کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ کر شرما گئی۔ میرونہ نے کہا۔ جس ملک و قوم میں حسن قبیلہ میں تم جیسی ناز آفریں پری پیکر، پر جوش، نڈر اور بہادر لڑکیاں ہوں وہ کبھی بھی زیر نہیں ہو سکتی۔

لبنیٰ نے کہا۔ میرونہ یہ وقت باتیں کرنے کا نہیں ہے آؤ میرے ساتھ مل کر لڑو دونوں بڑھیں اور دوسری عورتوں کیطرح جنگ شروع کر دی لڑائی نہایت خونریزی سے ہو رہی تھی۔

انسانی ہستیاں گھاس پھوس سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھیں پھولوں کی طرح سے کاٹی جارہی تھیں۔ موت نہایت سرعت سے اپنی کھیتی کاٹ رہی تھی۔ حضرت ضرارؓ نہایت جوش و قوت سے لڑ رہے تھے۔

انہوں دیکھا کہ ایک زنگی ریشم کے کپڑے پہنے زنگیوں کو جوش دلا رہا ہے انہوں نے قیاس سے سمجھ لیا کہ ریشمی لباس زنگی ضرور زنگیوں کا سردار ہے اور اسکی طرف بڑھے سردار نے انہیں بڑھتے دیکھا۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔ قریب پہنچتے ہی اس نے ضرار پر نیزہ سے حملہ کیا۔

ضرار نے اس کا وار خالی دیا۔ اسکے جوابی نیزہ مارا۔ سردار نے ڈھال سامنے کر دی لیکن اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ خوف سے آنکھیں جھک گئیں۔

نیزہ سینہ پر پڑا۔ زرہ کو توڑ کر سینہ چھید کر اتی جگہ کے پار ہو گئی۔ اس نے ایک لخراش چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا۔ اس کے گرتے ہی زنگیوں پر ہیبت طاری ہو گئی وہ پیچھے ہٹے۔

ضرار۔ سعد۔ ریاض اور چند دوسرے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہوں نے بہت سے زنگیوں کو مار ڈالا۔ ٹھیک اسوقت جبکہ ضرار نے زنگیوں کے سردار کو قتل کیا تھا۔ حضرت خالدؓ نے مکسوح پر حملہ کر دیا۔

مکسوح بہادر تھا سامنے آگیا۔ اس نے نہایت دلیری اور ہوشیاری سے انکا حملہ روکا اور خود بھی حملہ کر دیا۔ خالد نے اس کا حملہ روکا۔ اس نے طیش میں آکر اس پر تلوار کا وار کیا مکسوح نے ڈھال پر روکا۔ تلوار نے ڈھال کو کاٹ ڈالا۔ مکسوح گھبرا کر پیچھے ہٹا۔

حضرت خالد نے بڑھ کر ایک اور حملہ کیا۔ تلوار اس کے تاج پر پڑی تاج کٹ گیا سر میں ذرا گہرا زخم ہو گیا۔ مکسوح پیچھے پھر کر بھاگا حضرت خالد انکے پیچھے دوڑے انھوں نے اسکے برابر پہنچ کر اسکے تلوار ماری۔ چونکہ اسکے پاس ڈھال نہ تھی۔ تلوار گردن پر پڑی گردن کٹ گئی۔ لاشہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ عیسائیوں نے اپنے بادشاہ کو گرتا ہوا دیکھا۔ وہ بدحواس ہو گئے۔ انھوں نے پشت پھیر کر بھاگنا شروع کیا۔ مسلمان انکے پیچھے لپکے۔ انکی تلواریں بھگوڑوں کے سروں پر پڑیں لاتعداد عیسائی کٹ کٹ کر گرے۔

دور تک عیسائی کشتوں کے پشتے لگتے چلے گئے۔ تیطارس جو عیسائیوں کے ساتھ الگ لڑ رہا تھا۔ اس نے عیسائیوں کو بھاگتے ہوئے نہ دیکھا تھا۔ اس کا منہ مسلمانوں کیطرف تھا۔

ریامن اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ وہ ریامن کو جانتا تھا۔ اس کی دلیری سے بخوبی واقف تھا۔ اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر سہم گیا۔ ریامن نے اس کے قریب پہنچکر اس پر حملہ کیا قیطارس نے ڈرتے ڈرتے اس کا حملہ روکنا چاہا۔ مگر اس کے دل میں ریامن کا خوف بیٹھ گیا تھا۔

اس کا ہاتھ کانپ گیا۔ اور ڈھال ہاتھ سے گر پڑی۔ تلوار اسکے سر پر پڑی۔ تاج اور خود کو کاٹ کر حلق تک اتر گیا۔ اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور مردہ ہو کر گرا اسکے گرتے ہی عیسائیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ پریشان ہو کر گھبرا اٹھے۔ پیچھے پھرے اور بے تحاشہ بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے انکا تعاقب کیا۔

بہت سے قتل کر دیئے گئے۔ اور اکثر کو اسیر کر لیا گیا۔ بالآخر میدان کارزار عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ اب تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے اس جنگ میں کل پانچ مسلمان شہید ہوئے۔ عیسائی چار ہزار مارے گئے۔ اور چھ سو گرفتار کر لئے گئے۔

رافع نے بڑھ کر خالد، ضرار، ریامن اور دوسرے مسلمانوں کا شکریہ ادا کیا انھوں نے پوچھا کہ آپ کو ہمارے قید ہونے کی اطلاع کیسے ہوئی۔ حضرت خالد نے کہا ہم لڑائی میں مشغول تھے میرے پاس ایک مسلمان آیا۔ اس نے بتایا کہ عیسائیوں نے عورتوں پر تاخت کی۔ رافع اور انکے ہمراہی نیز تمام بچے گرفتار ہو گئے۔ عورتوں کا کیمپ لوٹ لیا گیا ہے مجھے یہ سنکر بڑا رنج ہوا۔ اگرچہ تمام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہو جاتی تو سب کے سب آل و اولاد کی محبت میں بیقرار ہو کر بھاگ پڑتے۔

میں نے اسے ہدایت کر دی۔ کہ وہ اسکا تذکرہ دیگر مسلمانوں سے نہ کرے میں نے فوراً عمرو بن العاص سے یہ واقعہ کہا۔ انہیں اپنی جگہ مقرر کیا اور چھ سو شہسواروں کو ہمراہ لیکر دوڑا۔ خدا نے مدد کی۔ اور ہم نے عیسائیوں کو پالیا۔ خدائے بزرگ و برتر کا احسان ہے کہ اس نے فتح دی۔

قیدیوں کو رہائی ملی۔ اب جلدی واپس چلو آج نہایت خونریز جنگ ہو رہی ہے ہمیں جلد میدان کارزار میں پہنچ جانا چاہیئے۔ تمام مسلمان جمع ہو ہی گئے تھے۔ مردہ عیسائیوں کے لاتعداد گھوڑے بکھر رہے تھے۔

مسلمانوں نے تمام گھوڑوں کو پکڑا۔ عیسائیوں کے ہتھیار بیش قیمت کپڑے تاج اور دوسرے سونے چاندی کی اشیاء جمع تھیں۔ وہ مال بھی جو عیسائی لوٹ کر لے چلے تھے اکٹھا کیا۔ سب سامان کو گھوڑوں پر لادا۔ عورتوں، بچوں عیسائی قیدیوں کو گھوڑوں پر سوار کرایا اور تیزی سے لوٹ کر واپس چلے۔

چودھواں باب

عظیم الشان فتح

علی الترتیب جلد جلد پیش آنیوالے جنگی واقعات کی وجہ سے ہم عظیم الشان جنگ کے حالات لکھنے سے قاصر رہے جو تمام مسلمانوں اور سارے عیسائیوں میں ہو رہی تھی۔ چونکہ عیسائیوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جنگ کا آج ہی فیصلہ کر لیا جائے۔ اسلئے وہ نہایت جوش اور دلیری سے لڑ رہے تھے۔ بربری۔ اہل بجاۃ۔ اہل نوبہ۔ زنگی۔ قواد سب ہی خون آشام جنگ میں مصروف تھے۔ مسلمان بھی سر جھکائے نہایت عزم و استقلال سے جدال و قتال کر رہے تھے نہایت خونریز جنگ ہو رہی تھی۔ مشرق سے مغرب تک تلواریں جلد از جلد اٹھتیں اور انسانوں کے سمندر میں ڈوبی نظر آتی تھیں۔ چونکہ دو ثلث دن گزر چکا تھا۔ اسلئے جنگ کی آگ اور بھی تیز بھڑکنے لگی تھی۔ انسانوں کو انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی تھی۔ وہ نہایت ہی بیدردی سے خون بہا رہے تھے۔

آفتاب کو ڈھلتے دیکھ کر پطرس بھی جنگ میں کود پڑا تھا وہ بہادر تھا نہایت شجاعت سے لڑنے لگا تھا۔ اپنے قائد اعظم کو لڑتے ہوئے دیکھکر عیسائیوں میں جوش و غضب کا طوفان امڈ آیا تھا۔ وہ نہایت جوش و دلیری سے لڑنے لگے تھے۔

مسلمان بھی مقدور بھر طاقت سے لڑ رہے تھے۔ وہ نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے۔ سب کے سب "اے خدا" کی مدد کے نعرے لگا رہے تھے۔ اس نعرہ سے ان میں نیا جوش پیدا ہو جاتا تھا۔

وہ اس جوش کے تحت میں کوہ شکن حملہ کر رہے تھے۔ ہر حملہ میں سیکڑوں نہیں ہزاروں

عیسائیوں کو مار مار کر وہیں بچھا دیتے تھے۔ مگر عیسائی اتنے کثیر التعداد تھے کہ ہزاروں قتل ہونے کے باوجود بھی کم نہ ہوتے تھے۔

مرنے والوں کی جگہ تازہ دم مسیحی پچھلی صفوں سے آگے بڑھ آتے تھے۔ مسلمانوں کی نہ زیادہ صفیں تھیں نہ تازہ دم مسلمان کہیں سے آسکتے تھے جو جہاں تھا وہیں کھڑا لڑ رہا تھا۔

کہیں کہیں ایک مسلمان پر پچاس پچاس سو سو عیسائی ٹوٹے ہوئے تھے۔ چاروں طرف سے اسے گھیر کر اس پر حملہ کر رہے تھے لیکن کوئی مسلمان بھی خائف و ترساں نظر نہ آتا تھا بلکہ ہر شخص نہایت جوش اور دلیری سے لڑنے میں مصروف تھا۔

چونکہ محاذ جنگ کئی میل طولانی تھا۔ عیسائیوں کی صفیں شرقاً غرباً افق سے ملی ہوئی تھی۔ مسلمان بھی انکے برابر ہی برابر پھیلے ہوئے تھے۔ اور نہایت زور و شور کیساتھ جنگ ہو رہی تھی۔

ہر آدمی اپنے حال میں اسیر تھا۔ اسلئے میمنہ والوں کو میسرہ والوں کی اور میسرہ والوں کو میمنہ والوں کی کچھ خبر نہ تھی۔ مسلمان خدا پر بھروسہ کئے جنگ میں مصروف تھے عیسائی ہر جگہ ہر آدمی پر نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے۔ وہ انہیں پیچھے ڈھکیلنا، شکست دینا، مار ڈالنا یا گرفتار کر لینا چاہتے تھے۔

لیکن وہ سنگی دیواروں کیطرح جمے ہوئے تھے ایکقدم پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ البتہ ذرا سا موقع ملنے پر ہی آگے بڑھ جاتے تھے۔ انھوں نے عیسائیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا تھا وہ صفوں میں گھس کر کمال جرأت سے لڑ رہے تھے جہانتک نظر جاتی تھی تلواریں جلد جلد اٹھ اٹھ کر خون کے فوارے برساتی نظر آتی تھیں۔ ہاتھوں پیروں سروں اور دھڑوں کے انبار لگ گئے۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں لاشیں پڑی ٹھوکریں نہ کھا رہی ہوں۔ خون اسقدر بہہ گیا تھا۔ کہ ریتلی زمین نمناک ہو گئی تھی۔ عیسائیوں میں طبل جنگ نہایت زور زور سے بجایا جا رہا تھا۔ نرسنگھے کریہہ آوازوں میں پھونکے جا رہے تھے۔

قومی نعرے نہایت زور شور سے لگائے جا رہے تھے۔ زخمی چلا رہے تھے۔ مرنے والے چیخیں مار رہے تھے۔ ان تمام آوازوں نے ملکر شور محشر بپا کر رکھا تھا چلا چلا کر باتیں کرنے پر بھی کسی کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ میدان جنگ میں تو کیا۔ اس سے میلوں دور بھی

کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

بادل کی ہیبت ناک گرج۔ طوفان کا ہولناک شور بجلی کی لرزہ براندام کڑک ایسا خوف طاری نہیں کر سکتے جیسا ان آوازوں سے ہو رہا تھا۔ ان آوازوں کو سنکر امن پسند چرند و پرند وہاں سے میلوں دور تک بھاگ گئے تھے۔

جنگ نہایت زور و شور سے ہو رہی تھی۔ دونوں فریق بڑے جوش سے لڑ رہے تھے آج عیسائیوں نے ہاتھیوں۔ زنگیوں اور قواد کو میسرہ اور میمنہ و قلب میں تقسیم کر دیا تھا ہر جگہ یہ سب نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے۔ اور نہایت خونخواری سے لڑ رہے تھے۔ وہ مسلمانوں کو پیس ڈالنا چاہتے تھے۔ یہ مسلمانوں ہی کا دل گردہ تھا کہ وہ دشمن کے مقابلہ میں مٹھی بھر ہوتے ہوئے کمال دلیری سے انکی کثرت کا خیال نہ کرتے ہوئے لڑ رہے تھے۔ یہ مصنوعی واقعات نہیں ہیں غلط طور پر بیان نہیں کئے جا رہے ہیں۔ امر واقع ہے۔ سچی داستان ہے۔ تاریخیں اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ایک ایک لفظ مطابق پائیں گے۔

مسلمانوں نے ایسی سیکڑوں نہیں ہزاروں لڑائیاں لڑی ہیں جب میں دسواں اور بیسواں حصہ بھی نہ تھے۔ اور پھر فتحیاب ہوئے۔ تاریخیں انکی حیرت انگیز دلیری کے کارناموں سے بھری پڑی ہیں کسی قوم کی تاریخ ایسے دلیری کے واقعات پیش نہیں کرتی غیر مسلم تو غیر مسلم آج کل کے مسلمان بھی جو تاریخی دنیا سے ناآشنا محض ہیں اپنے اسلاف کے کارنامے سنکر اور پڑھ کر دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

لوگ دریافت کرتے ہیں کہ قرون اولیٰ کے مسلمان اسقدر بہادر کیوں تھے؟ اکثر ناواقف مسلمانوں کے دل میں بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے اگر وہ ہمارے اسلاف کی سیرتوں پر نظر کریں تو انہیں سب کچھ معلوم ہو جائے وہ تارک الدنیا تھے عیش و عشرت سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ پاکباز زندگی بسر کرتے تھے۔ خدا پر اعتماد رکھتے تھے۔ موت کے آرزومند تھے۔ جنت کے طلبگار تھے۔ اسلئے بہادر تھے۔ بیخوف ہو کر لڑتے تھے۔ خدا انکی مدد کرتا تھا۔ فتحیابی اور کامرانی ان کے قدم چومتی تھی۔

مسلمان لڑ رہے تھے۔ نہایت دلیری اور بڑے جوش سے لڑ رہے تھے عیسائیوں کو اپنی کثرت پر ناز تھا۔ ہاتھیوں پر زعم تھا۔ قواد پر غرہ۔ زنگیوں پر بھروسہ تھا۔ بڑے

طیش اور جوش میں آآ کر حملے کر رہے تھے۔

انہیں غصہ آ رہا تھا کہ مٹھی بھر مسلمان انکے قابو میں نہیں آتے۔ پیچ و تاب کھا کھا کر لوٹ رہے تھے۔ نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ میسرہ کے عیسائیوں نے سیلاب کی طرح بڑھ کر مسلمانوں کو آ دبایا۔ مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ پیچھے عیسائیوں نے آگے والے عیسائیوں کو ریلا۔ اگلے عیسائی اور بڑھے۔ مسلمان انکی رو میں آ کر بہہ گئے۔ ہر چند انھوں نے رکنا چاہا لیکن نہ رک سکے۔ ہاتھیوں کے ریلے۔ زنگیوں کے حملے۔ قواد کے بڑھنے نے انہیں پیچھے ڈھکیل دیا۔ میسرہ میں زبیر بن العوام۔ مقداد بن اسود الکندی۔ اور مسیب بن مجیبہ الفزاری تھے۔ مسلمانوں کے پیچھے ہٹنے عیسائیوں کے دلیرانہ بڑھنے سے انہیں طیش آ گیا۔ زبیر نے بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! تم خدا کی نافرمانی کر کے ہٹ رہے ہو۔ کیا موت سے بھاگتے ہو۔ کیا بھاگ کر موت کے پنجے سے نکل جاؤ گے۔ خدا کی قسم اگر تمہاری موت آ گئی ہے تو تم سات تالوں میں بھی نہیں بچ سکتے۔ پھر کیوں بزدل بنکر خدا کی نافرمانی کر کے اس کا غضب مول لیکر بھاگ رہے ہو۔ آؤ خدا کا نام لیکر حملہ کرو۔

تمام مسلمان اس آواز کو سنکر لوٹے۔ انہوں نے جوش میں آ کر عیسائیوں پر حملہ کیا عیسائی سینہ سپر ہو گئے۔ لیکن وہ جوشیلے مسلمانوں کو نہ روک سکے جسقدر بڑھے تھے اس سے زیادہ پیچھے ہٹ گئے۔

مسیب رضؓ نے پچاس مجاہدوں کو لیکر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ نیزوں سے انکی آنکھیں پھوڑ دیں اور تلواروں سے سونڈیں کاٹنی شروع کر دیں۔ ہاتھی چنگھاڑ کر بھاگنے لگے۔ وہ ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے کہ جو چیز انکے سامنے آئی اسی کو کچلتے روندتے پامال کرتے دور تک چلے گئے ان کے اس طرح بھاگنے سے ہزاروں عیسائی کچلے گئے۔ سیکڑوں گھوڑے روندے گئے بیسیوں زنگی جو عماریوں میں بیٹھے تھے گر کر پامال ہو گئے عیسائیوں میں ان ہاتھیوں کے بھاگنے سے سراسیمگی اور گھبراہٹ طاری ہو گئی اور وہ ڈر کر کسی قدر پیچھے ہٹ گئے۔ جب کہ مسیب رضؓ نے ہاتھیوں پر حملہ کیا تھا۔ اسی وقت زبیر بن العوام نے قواد پر یورش کر دی تھی۔ آج بھی قواد کی زنجیریں برہری پکڑے ہوئے گرز اندازی کی ترغیب دے رہے تھے۔

قواد ایسے قد و قامت کے تھے کہ انہیں دیکھ کر انسان گھوڑے اور اونٹ وغیرہ سب ہی ڈر جاتے تھے۔ انکا بدن سیاہ تھا۔ آنکھیں ہر وقت انگارہ سی دہکتی رہتی تھیں۔ ہاتھیوں اور شیروں کی کھالیں شانوں پر سے لاکر کمر میں بندھی ہوئی تھیں۔ موٹی موٹی زنجیروں کے لپیٹ کمریں دیئے ہوئے تھے۔ وزنی گرز ہاتھوں میں لئے ہوئے تھے۔ مسلمانوں پر حملے کر رہے تھے جو مسلمان انکے قریب پہنچتا تھا اس پر ایسا گرز مارتے تھے کہ اس کے صدمے سے گھوڑے کی کمر ٹوٹ جاتی تھی۔ اور اگر گھوڑے کی کمر نہ ٹوٹتی تو مسلمان شہید ہو جاتا تھا لیکن مسلمان ان سے ڈر نہ رہے تھے۔ وہ برابر ان سے لڑ رہے تھے۔ انھوں نے دس بیس قواد کو مار ڈالا۔

زبیر نے معہ سو مجاہدوں کے بربریوں پر حملہ کر دیا۔ بربری اس سے پہلی جنگ میں یاد دیکھ چکے تھے۔ کہ مسلمانوں نے انکی زیادہ تعداد قتل کر ڈالی تھی۔ اس لئے وہ خوفزدہ تھے مسلمانوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ایسے خائف ہوئے کہ بغیر مقابلہ کئے زنجیریں چھوڑ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر قواد کی زنجیریں پکڑ لیں۔ اور انھیں مسیحیوں کی طرف پھیر کر ان سے عیسائیوں پر حملہ کرنے کیلئے کہا۔ لیکن یا تو وہ سمجھے ہی نہیں یا سمجھ کر انھوں نے عیسائیوں پر حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسلمانوں کو غصہ آیا۔ انھوں نے انکی کمر وں پر نیزوں سے چرکے دینے شروع کئے۔

قواد اونٹوں کیطرح سے بلبلانے لگے۔ جان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے انھوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے عیسائیوں پر گرز چلانے شروع کئے۔ ان کا گرز جب مسیحی پر پڑتا تھا۔ خود کھوپڑی میں گھس کر دماغ کو پاش پاش کر دیتا تھا۔ سیکڑوں گھوڑے ہزاروں عیسائی انھوں نے مار ڈالے تھے۔

عیسائی ان دیو قامت زنگیوں کے حملہ کی تاب نہ لاکر اور پیچھے ہٹے مقداد بن اسود الکندی نے عیسائیوں کو پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔ انھوں نے للکار کر مسلمانوں کو بڑھنے کا حکم دیا۔ مسلمان بڑھے۔ نہایت جوش میں آکر بڑے زور سے حملہ کیا۔ پہلے ہی حملے میں ہزاروں عیسائیوں کو کاٹ کر ڈال دیا۔

عیسائی گھبرا گئے۔ ڈر گئے۔ بے تحاشہ منھ پھیر کر بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ ان کے پیچھے انہیں مارتے کاٹتے چلے گئے۔ اس طرح میسرہ کے مسلمانوں کی شکست

فتح سے بدل گئی۔ لیکن ایک محاذ پر فتح یا شکست سے کوئی نتیجہ نہ تھا۔ دوسرے محاذات پر نہایت شدومد سے جنگ ہو رہی تھی۔ خصوصاً قلب میں پیطرس خود موجود تھا۔ نہایت جانبازی سے لڑ رہا تھا۔ ٹڈی دل عیسائی انکے جلو میں تھے۔ بہادر اور جری سپاہیوں سواروں اور افسروں کا اس کے گرد ہجوم تھا۔ وہ اپنے بادشاہ کو لڑتے دیکھ کر کمال دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ مسلمان انکا نہایت جوانمردی سے مقابلہ کر رہے تھے۔ لیکن حضرت خالد۔ سعد۔ ریاض۔ فضل اور دوسرے چھ سو دلاوران صف شکن کے چلے جانے سے مسلمانوں میں اتنی طاقت نہ رہی تھی کہ عیسائیوں کے سیلاب کو روک دیتے۔ پھر بھی کماحقہٗ جرأت سے لڑ رہے تھے۔

اگرچہ قدم قدم پر پیچھے ہٹتے جاتے تھے۔ لیکن ہر قدم پر عیسائیوں کے مردوں کے ڈھیر لگاتے جاتے تھے۔ لیکن عمر العاص نہایت جوش اور قوت سے لڑ رہے تھے۔ وہ کوہ شکن حملے کر رہے تھے۔ لیکن عیسائیوں کے سیلاب کو وہ بھی نہ روک سکے۔

پیطرس نے مسلمانوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا۔ اس نے عیسائیوں کو جوش دلاکر بڑھایا عیسائی بڑھے مسلمانوں نے مدافعت کی۔ ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ رکنا چاہا لیکن نہ رک سکے۔ عیسائیوں کی رو میں بہے چلے گئے۔ دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ عمرو بن العاص نے دیکھا انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں قلب کے مسلمان شکست نہ کھا جائیں۔ انھوں نے مسلمانوں کو جوش دلاکر انکے قدم جمانا چاہے۔ مگر عیسائیوں کے سیلاب نے نہ ٹھہرنے دیا۔ اور وہ بدستور پیچھے ہٹتے رہے۔

یہاں تک کہ عیسائیوں نے جوش میں آکر نہایت شدت سے ایک اور حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھاگنا ہی چاہتے تھے کہ اللہ اکبر کے غلغلہ انداز نعرہ کی آواز آئی۔ انھوں نے اپنی پشت کی طرف دیکھا اس طرف سے آواز آئی تھی۔ انہیں حضرت خالد ریاض۔ سعد۔ ضرار۔ فضل اور انکے چھ سو ہمراہی گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے۔

انہیں دیکھ کر مسلمانوں کی ہمت بندھ گئی۔ وہ رک گئے سنبھل گئے اور ٹھہر کر نہایت شدت سے حملہ کیا۔ ابھی انہوں نے حملہ ہی کیا تھا کہ حضرت خالد اور انکے ہمراہی شیروں کی طرح گرے۔

انہوں نے آتے ہی عیسائیوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا اسقدر جلد اور شدت سے حملے کئے کہ عیسائیوں کی صفیں کی صفیں کاٹ کاٹ کر ڈالدیں۔ مردوں کے ڈھیر لگادیئے خون کا دریا بہادیا۔

عیسائی یہ کیفیت دیکھکر گھبرا گئے۔ وہ جلدی سے پیچھے پھرے اور نہایت تیزی سے بھاگے مسلمان انکے پیچھے جھپٹے۔ انہوں نے اسطرح سے انکو کاٹنا شروع کر دیا جیسے وہ کوئی کھٹے ہی کی چیز تھے۔ اور انکو کاٹنا ضروری تھا۔ پطرس نے ہر چند عیسائیوں کو للکارا۔ ڈرایا، دھمکایا جوش دلایا۔ مگر کسی مسیحی پر خاک اثر نہ ہوا۔ وہ اس جگہ تک بھاگے چلے گئے جہاں سے وہ بڑھے تھے۔

خدا خدا کر کے انکے قدم رکے وہ سب ٹھہرے سنبھلے اور مسلمانوں کی طرف لوٹ پڑے مسلمان بھی پیچھے ہی لگے چلے آرہے تھے۔ انکے مقابلے پر آتے ہی ان پر لوٹ پڑے عیسائی بھی ان پر جھک گئے۔ آسیائے جنگ نہایت زور شور سے چلنے لگی۔ سرفروش بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ اور مار دھاڑ شروع ہو گئی۔

خالد۔ ضرار۔ اور فضل تینوں برابر تھے۔ تینوں نہایت شدت سے حملے کر رہے تھے اور بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جس طرف گھوڑا دوڑا کر جاتے تھے جس صف پر ٹوٹتے تھے جس گروہ پر جھکتے تھے۔ اس طرف ہی صفایا کرتے چلے جاتے تھے۔ انھوں نے اسقدر مسیحیوں کو قتل کیا تھا کہ انکی تعداد بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔

ان تینوں کے جسموں پر خون کی چھینٹیں پڑ پڑ کر جم گئی تھیں۔ جو گوشت کے لوتھڑے سے معلوم ہونے لگے تھے۔ ریاض۔ سعد۔ اور عبدالرحمٰن ایک گروہ میں تھے۔ یہ تینوں بھی کمال دلیری سے لڑ رہے تھے۔ وہ جوش اور غضب میں بھرے ہوئے تھے بپھرے شیروں کی طرح حملے کر کر کے عیسائیوں کو چیر پھاڑ کر رہے تھے جسطرف بھی گزر جاتے تھے عیسائی کشتوں کے انبار لگا دیتے تھے۔

انہوں نے یہانتک قتل و خونریزی کی کہ اب انکے تو بھی جواب دینے لگے تھے اتفاق سے یا جوش کی رو میں عبدالرحمٰن ان سے آگے بڑھ گئے سعد اور ریاض برابر میں رہ گئے علیف نے سعد کو دیکھا وہ یا کچھ آدمیوں کو لیکر ان پر آ ٹوٹا۔ اس نے ان دونوں کو نرغہ میں لیلیا۔

یہ دونوں دشمنوں کی کثرت سے خائف ہوئے بغیر نہایت جوش دلیری دلا پرواہی سے لڑنے لگے۔ علیف نے موقع پا کر سعد پر حملہ کیا۔

سعد اس کی زد میں آ گیا۔ جب تلوار سعد کی گردن کے قریب پہنچی تب اس نے دیکھا اور موت اسکی آنکھوں کے سامنے پھر گئی وہ قدرے گھبرا گیا۔ اس کی آنکھیں جھک گئیں۔ سمجھ گیا کہ موت از بس ضروری ہے۔ مگر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے علیف کا لاشہ گھوڑے سے نیچے گرتے دیکھا۔ اسے تعجب ہوا اس نے پلٹ کر دیکھا تو ریاض اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ریاض نے علیف کا خاتمہ کر کے اسے موت کے جنگل سے بچا لیا۔ اس دل شکریہ کے جذبات سے لبریز ہو گیا۔

اس نے کہا۔ ریاض تمہارا شکریہ ابھی ریاض کوئی جواب دینے نہ پایا تھا کہ ایک عیسائی کی تلوار اس کے شانے پر پڑی۔ چونکہ وہ غافل تھا۔ ہمہ تن سعد کی طرف متوجہ تھا۔ تلوار اپنا کام کر گئی۔ زرہ کی زنجیروں کو کاٹ کر شانہ میں اترتی چلی گئی پھر بھی خیریت گزری کہ کچھ دور چل کر رک گئی۔ جس سے ریاض کی موت واقع نہ ہوئی۔ لیکن وہ شدید ترین مجروح ہو گیا۔ تلوار نکلتے ہی خون کا چشمہ ابل آیا۔

سعد یہ دیکھ کر تڑپ گیا۔ اس نے لپک کر اس عیسائی پر حملہ کیا۔ کہ جس نے ریاض کو زخمی کیا تھا۔ تلوار اس کے خود پر پڑی جو خود کاٹ کر کھوپڑی کو چیرتی ہوئی حلق تک پہنچی۔ عیسائی یہ چیخ مار کر گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

ریاض نے بھی اپنی حالت کا اندازہ کئے بغیر دوسرے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اس نے کئی عیسائیوں کو مار ڈالا۔ سعد بھی بپھر گیا۔ اس کا عزیز دوست مجروح ہو گیا تھا ایک عیسائی نے اسے مجروح کیا تھا۔ اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ دلمیں جوش کا دریا موجزن ہو گیا تھا۔ نہایت شدت سے حملے شروع کر دیئے۔ اس برق وش تلوار نے بہت سے عیسائیوں کو مار ڈالا تھا۔ عیسائی ان دونوں کو بے جگری سے لڑتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئے وہ پیچھے ہٹ کر بھاگے۔ ان دونوں نے کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا۔

چونکہ ریاض کے گہرا زخم آ گیا تھا۔ زخم سے خون جاری تھا۔ جوش نے دوران خون میں تیزی پیدا کر دی۔ گرم گھاؤ میں تو وہ لڑتا رہا۔ لیکن جب خون زیادہ نکل گیا اور ہوا نے زخم کو ٹھنڈا کرنا شروع کر دیا۔ تو اس پر کمزوری نے غلبہ کر لیا اور آنکھیں بند ہونے لگیں غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ سعد نے اسکی یہ حالت دیکھی وہ بیقرار ہو گیا۔

جلدی سے اپنے گھوڑے سے کود کر ریاحن کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس عرصے میں ریاحن بیہوش ہو چکا تھا۔ سعد نے اس کا سر اپنے کندھے پر لگا لیا۔ وہ عیسائیوں کو مارتا کاٹتا واپس لوٹا اور ریاحن کو عورتوں کے سپرد کرنے کیلئے انکی طرف نہایت سرعت سے چلا۔ جنگ اب بھی نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ عیسائیوں کے میسرہ کو کامل ہزیمت ہو گئی تھی۔ قلب بھی پسپا ہو گیا تھا۔ میمنہ بھی قتحا بن عمر یاد تمیمی۔ ہاشم بن مرقال۔ غانم بن عیاض الاشعری ابوذر غفاری تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کو جوش دلا کر بڑھایا۔

مسلمان بڑھے نہایت شدت سے حملے کئے۔ عیسائی اپنے قلب کو پسپا ہوتے دیکھ چکے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ ڈٹے رہے۔ مسیحی بہت شکست کھا کر بھاگے اس میمنہ کی ہزیمت نے عیسائیوں کے حوصلے پست کر دیئے۔ وہ بدحواس ہو گئے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ پیچھے پھر کر بھاگنے لگے۔ اسوقت چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ دھوپ سمٹنے لگی تھی۔ اس کی رنگت زردی مائل ہو گئی تھی۔ گرمی کا انحطاط ہو گیا تھا۔ کہیں کہیں اب بھی جنگ ہو رہی تھی۔ قلب کا کچھ حصہ پطرس کی سرکردگی میں لڑ رہا تھا۔

خالد اور ضرار نے معہ آٹھ سو دلیروں کے اس پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں نے ترکی بترکی جواب دیا۔ لیکن وہ مدافعت نہ کر سکے جب ان کی بڑی تعداد اندراجل ہو گئی تب وہ بھاگے۔ انکے بھاگتے ہی پطرس بھی بھاگا۔ پطرس کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر تمام لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ سارے مسیحی تمام محاذات سے خائف ہو کر بھاگنے لگے گویا تمام مسلمان انہی پر حملہ کرنے کیلئے دوڑے چلے آ رہے ہیں۔ وہ دوڑ کر اپنے کیمپ میں پہنچے مسلمان انہی کے تعاقب میں تھے۔ کیمپ میں پہنچتے ہی پھر جنگ شروع ہو گئی۔ نہایت زور سے جنگ ہونے لگی۔ مسلمانوں عیسائیوں پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ عیسائی مدافعت کر رہے تھے لیکن وہ زیادہ دیر مدافعت نہ کر سکے تھوڑی ہی دیر میں شکست کھا کر بھاگے۔

مسلمانوں نے اللہ اکبر کا غلغلہ انداز نعرہ لگایا۔ اور ان کا تعاقب کیا انہوں نے سیکڑوں نہیں ہزاروں عیسائی بھاگتے بھاگتے مار ڈالے اب عیسائی لڑ نہ رہے تھے۔ بلکہ بے تحاشہ بھاگے جا رہے تھے۔ اور مسلمان ان کے پیچھے لگے مارتے کاٹتے چلے جا رہے تھے۔ عیسائی متفرق ہو گئے تھے۔ مختلف اطراف میں بھاگ گئے تھے۔ مسلمان بھی انکے پیچھے لگے جا رہے تھے

انھوں نے کہیں بھی بھگوڑے عیسائیوں کو نہ ٹھہرنے دیا۔

دن چھپتے چھپتے تمام میدان عیسائیوں سے پاک ہو گیا۔ یہ تھی وہ مشہور جنگ جس نے بجادہ۔ نوبہ۔ دمشوار اور دوسرے ممالک کے عیسائیوں کا ہمیشہ کیلئے استیصال کر دیا اور انکے دلوں پر اتنا خوف طاری ہوا کہ مسلمانوں کا نام سنکر بید مجنوں کیطرح کانپتے رہے۔

انھوں نے پھر کبھی مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ کی انکے دلوں میں مسلمانوں کا ایسا ڈر بیٹھ گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کی آمد کی خبر سنکر ستو ستو کوس دور بھاگ جاتے تھے انکی عورتیں جب اپنے بچوں کو چپ کرانا چاہتیں تو کہہ دیا۔ کرتیں چپ ہو مسلمان آرہے ہیں۔

یہ سنکر بچہ روتا ہوا خاموش ہو جاتا تھا۔ دوسرے دن جب مسلمانوں نے کشتگان کا شمار کیا تو مسلمان پانچسو بتیس شہید ہوئے تھے۔ اور عیسائی اکیانوے ہزار تین سو ستر تو میدان کارزار میں مارے گئے تھے اور پہاڑی راستوں میں پچیس ہزار لاشیں پڑی رہ گئی تھیں یہ آخری دن کی تعداد ہے۔ اس سے پہلی جنگوں میں جو لوگ مارے گئے تھے یا حضرت خالدؓ نے قیطارس اور مکسوح کے ہمراہیوں کو جو مارا تھا وہ انکے علاوہ تھے۔

جھینوں عیسائیوں کی لاشیں اس سرزمین میں پڑی سڑتی رہیں اس میدان کیطرف آنے سے مسیحی اس خوف سے گھبرانے لگے تھے۔ کہ ان کے خیال میں عیسائی مردوں کی روحیں اس نواح میں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔

یہ تھی وہ خونریز جنگ جس میں بیس ہزار مجاہدین اسلام نے تین لاکھ عیسائیوں کو شکست دے کر شاندار فتح حاصل کی تھی۔ اور عیسائیوں پر اپنے رعب و دبدبہ کا سکہ بٹھا دیا تھا۔

پندرھواں باب

غمزدہ حور

خالدؓ۔ ضرار۔ سعد۔ ریاض اور انکے چھ سو دلیران صف شکن عیسائیوں کو شکست دیکر دختران عرب اور مال غنیمت کو لیکر چلے اور نہایت دلیری سے چل کر اسلامی لشکر میں پہنچے وہ عورتوں کو انکے جائے قیام پر چھوڑ کر میدان کارزار کیطرف روانہ ہوئے چند مجاہدین

رہ گئے۔ انہوں نے خیمے نصب کئے۔ یہ وہ خیمے تھے جن کو عیسائی لیٹرے اکھاڑ کر لے گئے تھے۔ ان میں عورتیں رہتی تھیں۔ جیسے گول دائرے میں پہلے نصب تھے ویسے ہی آج نصب کردیئے گئے تھے۔

جو عورتیں مجروح ہو گئی تھیں۔ دوسری عورتوں نے انکے زخم صاف کرکے مرہم پٹی کردی تھی۔ اگرچہ لبنیٰ مجروح نہ ہوئی تھی مگر وہ نہایت جوش کے ساتھ لڑی تھی اسقدر مشقت سے ہلکان ہو گئی۔ اس کا سارا بدن پسینہ میں شرابور ہو رہا تھا۔ گلابی چہرہ تمتما کر گل لالہ زار بن گیا تھا۔

حضرت خولہ نے اسکی یہ کیفیت دیکھی اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں ناز آفرین لبنیٰ بیمار نہ ہو جائے۔ اسلئے انہوں نے کہا۔ لبنیٰ تم تھک کر چور ہو گئی ہو۔ تھوڑی دیر اپنے خیمہ میں جاکر آرام کرلو۔

لبنیٰ نے کہا۔ میں تھک ضرور گئی ہوں۔ لیکن آرام کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

خولہ نہیں تم کو آرام کرنے کی ضرورت ہے تمہارے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے

ابھی لبنیٰ نے کوئی جواب نہ دیا تھا کہ ام تمیم آگئیں انہوں نے لبنیٰ کو دیکھکر کہا لبنیٰ کیا تمہارے جسم کا خون چہرہ کی طرف عود کر آیا ہے تم کس قدر دلفریب نظر آنے لگی ہو۔

خولہ نے ام تمیم کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ لبنیٰ دھان پان ہے۔ نازک ہے قید و بند کی تکالیف سے ہلکان ہو گئی ہے۔ لڑائی کی مشقت آنے جانے کی محنت سے چور ہو گئی ہے مجھے اندیشہ ہے کہ نصیب دشمناں کہیں اس کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔

ام تمیم نے کہا۔ بیشک لبنیٰ تم اپنے خیمہ میں جاکر آرام کرو۔

اب لبنیٰ مجبور ہو گئی۔ وہ اپنے خیمہ کے اندر جاکر آرام کرنے لگی۔ تمام عورتیں صبح کی طرح تلواریں اور نیزے لیکر گھاس پر بیٹھ گئیں۔ رافع اپنے پانچ صد سواروں کے ہمراہ اسی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جس جگہ وہ صبح کھڑے ہو کر خواتین عرب کی حفاظت کر رہے تھے۔

ان سب کی نگاہیں میدان کارزار کی طرف لگی ہوئی تھیں جب مسیحیوں کو شکست ہوئی اور وہ پسپا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔ تو انھوں نے ایک گھوڑا اسطرف آتے ہوئے دیکھا۔ سب کو تعجب ہوا کہ ایک سوار تنہا کس لئے آرہا ہے۔ اسوقت میرو نہ حضرت خولہ

کے پاس بیٹھی تھی۔ وہ بھی غور سے دیکھنے لگی جب سوار قریب آیا تو انھوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے پر دو آدمی سوار ہیں۔

سب کو یہ دیکھ کر تعجب ہوا لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ کون گھوڑے پر سوار ہیں۔ البتہ انھوں نے یہ دیکھ کر کہ گھوڑا تیزی سے آرہا ہے۔

سب کی نگاہیں گھوڑے پر سواروں کی طرف لگیں اور تمام عورتیں کھڑی ہو گئیں تھوڑی ہی دیر میں گھوڑا قریب آگیا۔ اور اب سب نے دیکھ کر پہچان لیا۔

یہ سعد اور ریاض تھے۔ ریاض آگے تھا۔ اس کا سر سعد کے شانہ سے لگا ہوا تھا شہزادی میرونہ نے جلدی سے کہا۔ ریاض شاید زخمی ہو گئے ہیں۔

حضرت خولہ پہلے ہی سمجھ گئی تھیں۔ انھوں نے تاسف آمیز لہجہ میں کہا آہ! ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

اب سعد قریب آگیا۔ خولہ۔ میرونہ۔ ام تمیم۔ مزروعہ اور ام ابان اس کی طرف بڑھیں۔ اب ام تمیم نے دریافت کیا۔ سعد ریاض کو کیا ہو گیا ہے۔ سعد سخت غمزدہ معلوم ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ غم اور افسوس میں ڈوبا ہوا نظر آرہا تھا۔ آنکھوں سے بیحد رنج ٹپک رہا تھا۔

اس نے غم بھرے لہجہ میں کہا۔ ریاض زخمی ہو گئے۔ زخم گہرا ہے۔ خون زیادہ نکل گیا ہے۔ اور کمزوری کی وجہ سے بیہوشی طاری ہو گئی ہے۔ یہ سنکر تمام عورتوں اور لڑکیوں کو بیحد غم ہوا۔

شہزادی میرونہ سب سے زیادہ غم انگیز نظر آنے لگی۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ کس طرح مجروح ہو گئے؟

سعد نے میرونہ کو دیکھا وہ غم میں ڈوبی ہوئی معلوم ہونے لگی تھی۔ اس نے کہا مجھ پر ایک مسیحی بادشاہ نے حملہ کیا۔ میری آنکھیں جھپک گئیں۔ مجھے موت کا یقین ہو گیا۔ مرنے میں کوئی شبہ بھی نہ رہا تھا۔ اس شیر دل کی نظر پڑ گئی۔ اس نے فوراً ہی اس پر حملہ کیا۔ اور اسے کاٹ کر ڈال دیا۔ لیکن مجھے بچانے میں احتیاط کو چھوڑ دیا۔

اپنی حفاظت سے غافل ہو گیا۔ ایک شخص نے تلوار ماری۔ یہ شدید طور پر مجروح ہو گیا

لیکن اس حالت میں بھی لڑ کر ایک مسیحیوں کو قتل کیا۔ میں نے بھی زخم معمولی سمجھا۔
مگر جب خون زیادہ نکل گیا تو بیہوشی طاری ہونے لگی۔ میں نے دیکھ لیا اور فوراً ہی اس کے عقب میں سوار ہو کر دشمنوں کے نرغہ سے نکال لیا۔ کاش! میں مارا جاتا۔
دفور غم سے سعد کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے ٹپک کر اس کے رخساروں پر لڑھکنے لگے۔ تمام عورتوں کو بےحد ملال ہوا۔
شہزادی میرونہ نے دبی زبان سے کہا۔ آہ غریب الغربا نیم مردہ ریاض کو دیکھ کر تیرا کیا حال ہو گا۔
ام تمیم۔ خولہ اور شہزادی میرونہ نے سہارا دے کر نیم مردہ ریاض کو اتارا۔ سعد بھی اترا۔ اس نے تمیم سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔
یا سیّدہ! یہ غریب الوطن ہے تنہا ہے۔ خدا کیلئے اس کا زخم دھو کر جلدی سے مرہم لگا دیجئے۔
ام تمیم نے کہا۔ سعد یہ تنہا نہیں ہے۔ ہم سب کا بھائی ہے۔ ہم بھائی سے زیادہ اسکی تیمارداری کریں گے۔ انہوں نے اسے گھاس پر لٹا دیا۔ سعد نے بمشکل سے اس کا کمربند پھاڑ کر زرہ اتاری۔
زخم گہرا تھا اس سے اب بھی خون رس رہا تھا۔ جس نے بھی زخم کو دیکھا اسے چکر سا آ گیا۔ گویا سب کو ریاض کی زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ اتنا گہرا زخم ہونے پر زندگی کی کوئی توقع نہ کی جا سکتی تھی۔ ریاض بالکل بے ہوش تھا۔ آنکھیں بند تھیں اعضاء بے حس و حرکت تھے۔ وہ اب بھی مردہ سا معلوم ہوتا تھا۔ اس کا چہرہ سفید ہو گیا تھا۔ جس میں بجائے سرخی کے زردی چھا گئی تھی۔ سعد اس کے قریب سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس وقت اس کی نظروں میں دنیا تاریک تھی۔ وہ غم و حسرت کا مجسمہ بن گیا۔
شہزادی میرونہ کبھی اسے دیکھتی تھی اور کبھی نیم مردہ ریاض کو۔ آج اسے معلوم ہوا کہ حقیقی دوستوں کو ایک دوسرے کو دکھ کا کس قدر احساس ہوتا ہے۔ اسے خوف ہوا کہ خدانخواستہ اگر ریاض مر گیا تو سعد ہرگز زندہ نہ رہیں گے اور سعد کی موت اس کی موت ہو گی۔
وہ کانپ گئی۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا۔ خوبصورت آنکھیں غم میں ڈوب گئیں۔

نازک لب بیم ورجا سے کانپنے لگے۔

خولہ۔ نہایت جلد بازی سے پانی کا چھاگل لائی۔ ام تمیم نے زخم دھونا شروع کیا شہزادی میرونہ اور سعد کو کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ دونوں غم کی گہرائیوں میں رنج وغم کی دلدل میں حسرت وافسوس کے بھنور میں پھنسے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں زخم دھل کر صاف ہوا۔ ام ابان نے مرہم لگایا خولہ نے صاف کپڑا لاکر دیا۔ ام تمیم نے پٹی باندھی۔ ریاض اب بھی بیہوش تھا۔ خولہ نے سعد سے کہا۔ آپ نے ریاض کو کس طرح رکھنے کی تجویز کی ہے۔ سعد غم کی گہرائیوں سے نکلا اس نے لمبا ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ میری عقل وخور غم سے سلب ہو گئی ہے دماغ خراب ہو گیا ہے سمجھ کام نہیں کرتی۔ نہ میں نے کچھ تجویز کیا ہے۔ اور نہ تجویز کر سکتا ہوں۔

حضرت خولہ نے کہا۔ بیمار کی تیمارداری عورتیں ہی خوب کر سکتی ہیں۔ یوں تو ہر عورت اپنے اپنے خیمہ میں رکھ کر اس کی تیمارداری پر آمادہ ہو جائے گی۔ مگر سب سے زیادہ حق آپ کا ہے۔ یہ آپ کا دوست ہے جس خیمہ میں آپ کہیں وہیں لے جایا جائے۔

سعد نے کہا۔ میرے خیمہ پر بشریٰ اور میرونہ دو عورتیں ہیں۔ یہ دونوں باری باری سے اچھی طرح تیمارداری کر سکیں گی۔

ام تمیم نے کہا۔ آپ کا خیال درست ہے۔ مگر وہ دونوں ناتجربہ کار لڑکیاں ہیں ریاض کی حالت نازک ہے۔ ذرا سی غلطی خوفناک نتیجہ پیدا کر دیگی۔

شہزادی میرونہ نے اپنا سر اٹھایا۔ اور اس نے کہا۔ ہم کبھی غلطی نہ کریں گی۔ رات اور دن تیمارداری کرتی رہیں گی۔ لہٰذا انکو ہمارے ہی خیمہ پر لے چلئے۔ سعد نے کہا میں خود بھی ہر وقت ریاض کے پاس رہنا چاہتا ہوں۔ اگر انہیں کسی دوسرے خیمہ میں رکھا گیا۔ تو میری موجودگی کے باعث اہل خیمہ کو تکلیف اٹھانا پڑے گی۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ ریاض کو میرے خیمہ میں لے جایا جائے۔

خولہ نے کہا۔ تم نے سچ کہا۔ ہم سب بھی وقتاً فوقتاً اسکی خبر لیتی رہیں گی۔

اب سعد، ام تمیم۔ خولہ۔ ام ابان اور میرونہ نے ریاض کو اٹھایا۔ اور آہستہ آہستہ لیکر چلے ... آہستہ چل کر وہ خیمہ میں داخل ہوئیں۔

لبنیٰ ایک طرف بیٹھی اپنے آنچل سے ہوا کر کے پسینہ خشک کر رہی تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ ایسا شہابی ہو گیا تھا جیسے کہ گلاب کے پھول کا رنگ اس نے چرا لیا ہے۔ گلاب کے پھولوں میں وہ شادابی و تر و تازگی۔ شوخ گلابی رنگت نہ تھی جو اس حور وش کے بشرہ میں تھی۔ اس نے اپنی سیاہ مست و رسیلی آنکھیں اٹھا کر آنے والوں کو دیکھا تو لاش نظر آئی۔ ابھی اس نے اسکی صورت نہ دیکھی تھی وہ سمجھی کہ سعد زخمی ہو گئے۔

نازک اندام دوشیزہ گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ کیا بھائی صاحب زخمی ہو گئے؟

شہزادی میرونہ نے ہمدردانہ نظروں سے اس درِ یکتا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ سعدؔ نہیں بلکہ ریاض زخمی ہو گئے ہیں۔

یہ روح فرسا خبر سنکر پری جمال لبنیٰ کے دل پر گویا بجلی گری۔ کلیجہ میں گویا دھکا سا لگا۔ دل بیٹھ گیا۔ گورے گورے گالوں سے گلابی رنگ اڑ گیا۔ عارض تاباں پھیکے پڑ گئے آنکھیں غم کی گہرائیوں میں ڈوب گئیں۔ لعل بدخشاں کو شرمندہ کرنے والے نازک لب قرمزی ہو کر کانپنے لگے۔ وہ لرز گئی۔ اس کے حواس جواب دینے لگے۔

پھولوں سے زیادہ نازک بدن پسینہ میں شرابور ہو گیا۔ ایک خفیف آہ کی آواز کراہنے کے طور پر نکلی۔ غنیمت ہوا کہ کسی نے نہ سنا۔ وہ جلدی سے بیٹھ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے خوبصورت سر کو پکڑ لیا۔ آنے والوں نے اس کی طرف توجہ نہ کی وہ تمام ریاض کی طرف متوجہ تھے۔ البتہ شہزادی میرونہ نے دیکھ لیا۔

وہ اسکی حالت دگرگوں دیکھ کر تڑپ گئی۔ جلدی سے اس کے پاس پہنچی۔ اسنے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ لبنیٰ استقلال کو ہاتھ سے نہ دو سنبھلو ورنہ بدنام ہو جاؤ گی

لبنیٰ نے خوبصورت مگر غمزدہ نظریں اٹھا کر دیکھا۔ اس کا افسردہ چہرہ اس کے بڑھے ہوئے غم کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کا سر گھومنے لگا تھا۔ اس نے سر جھکا کر اسے نازک ہاتھوں سے تھام لیا۔

اس عرصہ میں ریاض کو گدگدے بستر پر لٹا دیا گیا۔ سعدؔ اس کے قریب بیٹھ گیا۔ عورتیں، مرد اور لڑکیاں باہر چلی گئیں۔ شہزادی میرونہ لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔

چونکہ یہ تمام لوگ چپ چاپ تھے۔ اسلئے تمام خیمے میں خاموشی چھاگئی۔ شہزادی میرونہ لبنیٰ کی کیفیت دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی۔ کہ لبنیٰ بھائی کی موجودگی کی وجہ سے انتہائی ضبط سے کام لے رہی تھی۔ اسے خوف ہوا کہ مبادا اس کا بڑھا ہوا ضبط اسکے لئے مہلک ثابت نہ ہو۔ اس کے علاوہ یہ بھی دیکھ رہی تھی۔ کہ سعد بھی سخت غمزدہ ہے اسے یہ اندیشہ ہوا کہ سعد کا غم بھی بڑھ کر خطرناک نہ ہو جائے اسکی عقل نے اسے یہ مشورہ دیا کہ اگر سعد پھر میدان کارزار کی طرف چلا جائے تو لڑائی میں شامل ہونے سے اس کا خیال بٹ جائیگا اور لبنیٰ تنہائی میں رہ کر اپنے دل کا بخار نکال لے گی۔ اس طرح آنے والے خطرات دور ہو جائیں گے۔

یہ سوچتے ہی اس نے سعد سے کہا۔ آپ فضول اسقدر غمگین ہیں چونکہ ریاض کے جسم سے خون زیادہ نکل گیا تھا۔ اسلئے ان پر بیہوشی طاری ہے ورنہ کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے۔

سعد نے اپنا سر اٹھایا۔ غم و رنج نے اس پر بڑا اثر کیا تھا میرونہ اسکا غمزدہ چہرہ دیکھ کر کمال متاثر ہوئی۔ سعد نے غم میں ڈوبی ہوئی آواز سے کہا۔ خدا کرے کوئی خطرہ نہ ہو۔

شہزادی میرونہ نے تشفی آمیز لہجہ میں کہا۔ اطمینان رکھئے کوئی خطرہ نہیں ہے میں سنتی ہوں کہ آپ کے یہاں جہاد کا بڑا ثواب ہے؟

سعد نے سر جھکائے ہوئے جواب دیا۔ ہاں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی نیک کام نہیں ہے۔

میرونہ۔ اور جہاد سے رکنے والا گنہگار ہوتا ہے؟

سعد۔ بے شک۔

میرونہ نے سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن آپ جہاد کو چھوڑ کر خیمہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

سعد چونک پڑا جیسے اس کو کوئی یاد دلا دی گئی ہو۔ اس نے کہا۔ افسوس غم و فکر کے غلبہ نے مجھے اس بات کی یاد بھلا دی۔

میرونہ۔ آپ جائیے جہاد میں شریک ہو جیئے۔ ریاض کی طرف سے بے فکر رہئے یقین ہے کہ آپکی واپسی تک انہیں ہوش آجائے گا۔

سعد نے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارا شکریہ تم نے مجھے میرا فرض یاد دلا دیا۔ یقین

ہے کہ تم میری واپسی تک ریاض کی اچھی طرح خبر گیری کرو گی؟۔

میرونہ۔ ہاں میں بھی اور لبنیٰ بھی۔

سعد۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا۔ ابھی جنگ ہو رہی ہے میں جا رہا ہوں تم اور لبنیٰ دونوں ریاض کے پاس بیٹھی رہنا۔

میرونہ۔ ہم ایسا ہی کریں گی۔

سعد اٹھ کر چلا گیا۔ جب وہ خیمہ سے دور جا چکا تھا۔ تو میرونہ نے لبنیٰ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ تم اسقدر غمزدہ کیوں ہو؟

لبنیٰ مبہوت سی ہو رہی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا غمزدہ چہرہ اٹھایا۔ وہ بیکر غم معلوم ہونے لگی تھی۔ آنکھوں کی گہرائیوں میں غم کا دریا موجزن تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ غالباً وہ سعد کو دیکھ رہی تھی۔

سعد جا چکا تھا۔ شہزادی میرونہ اس کی غمزدہ صورت دیکھ کر تڑپ گئی۔ اس نے جلدی سے کہا۔

لبنیٰ خدا کے لئے اس قدر غم نہ کرو۔ آہ ذرا سی دیر میں تمہاری صورت کسقدر بدل گئی ہے۔ اب لبنیٰ کی خوبصورت آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ وہ رونے لگی۔ غریب غمزدہ لڑکی کا آنکھوں پر اختیار نہ تھا۔ آنکھیں آنسوؤں کا سیلاب بہانے لگیں۔

میرونہ اسے روتا ہوا دیکھ کر اور بھی بیقرار ہو گئی۔ حالانکہ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح لبنیٰ روئے تاکہ دل کی بھڑاس نکل جانے سے اس کا غم ہلکا پڑ جائے۔ لیکن چونکہ اسے اس بت طناز سے محبت ہو گئی تھی۔ اس لئے محبت کا یہ تقاضا نہ تھا کہ وہ اسے روتے ہوئے دیکھ سکے۔

اس نے پھر کہا۔ لبنیٰ بے صبر نہ ہو رونے اور غم کرنے سے کیا فائدہ ہے لبنیٰ زار و قطار رو رہی تھی۔ آنسو اس کے خوبصورت رخساروں پر بہہ رہے تھے۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"آہ یہ کیا ہو گیا؟ ہائے اللہ یہ کیا کر دیا۔۔۔"

لبنیٰ کا دل اس کے قابو میں نہ تھا۔ وہ امنڈا چلا آ رہا تھا۔ آنسو بہہ بہہ کر دل کے

غم کی ترجمانی کر رہے تھے۔ وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن وفورِ غم سے آواز گلوگیر ہو رہی تھی۔ گلا بھرایا ہوا تھا۔ کچھ کہا نہ جاتا تھا۔

شہزادی میرونہ کی آنکھوں میں بھی آنسو جھلک آئے تھے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ہم جس سے محبت کرنے لگتے ہیں اس کو روتا ہوا دیکھ نہیں سکتے۔ ہمارے قلب پر اس کے غم کا اثر پڑتا ہے۔ اور ہم اسے تسلی دینے کے بجائے خود بھی اسکے ساتھ رونے لگتے ہیں۔

شہزادی میرونہ نے بھرائی ہوئی آواز سے کہا۔ لبنیٰ تمہارا ایک ایک آنسو موتیوں سے زیادہ قیمتی ہے۔ خدا کے لئے نہ روؤ۔

لبنیٰ نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ آہ میں کیوں نہ زخمی ہوگئی۔ جب میں لڑ رہی تھی کیوں گھوڑوں نے مجھے نہ کچل ڈالا۔ میں انکی یہ حالت دیکھنے کیلئے کیوں زندہ رہی۔

میرونہ سخت متاثر ہوئی۔ وہ محبت کی چوٹ کھائے ہوئے تھی۔ لٹتے ہوئے دل کی صدا سنتی اور سمجھتی تھی۔ اس نے کہا۔ یہ خدا کو ہی منظور نہ تھا۔

لبنیٰ کے آنسو مسلسل جاری تھے۔ وہ روتے روتے نڈھال ہوگئی تھی۔ اسنے پھر کہا شہزادی میرونہ میرا دل ٹوٹ گیا۔ یہ غم کیا کم تھا۔ کہ ہماری الفت کا راز میرے بھائی کو معلوم ہوگیا تھا۔ ہم دونوں کبھی نہ مل سکتے تھے لیکن صبر کیا تھا۔ زندگی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھ ہی لیں گے۔ لیکن قدرت کو یہ بھی منظور نہ ہوا آہ! . . . . .

میرونہ کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ غم نے ہر ٹکڑے میں درد اور چبھک پیدا کر دی۔ اس کا جی چاہا کہ لبنیٰ سے لپٹ کر روئے۔ لیکن ایسا کرنے سے احتمال تھا کہ فرطِ غم سے لبنیٰ کا دل نہ الٹ جائے۔ اس لئے ضبط کیا اور مغموم لہجہ میں کہا۔

لبنیٰ اسقدر ناامید کیوں ہوتی ہو۔ یہ تو اچھے ہو جائیں گے۔

لبنیٰ نے جلدی سے کہا۔ ہو چکے۔ اگر میری ایسی اچھی قسمت ہوتی تو یہ زخمی ہی کیوں ہوتے میرونہ میں سمجھتی ہوں تم مجھے بہلا رہی ہو لیکن میرا دل مجھے آئندہ کی ہولناک باتیں بتا رہا ہے۔ دعا مانگو خدا مجھے ان سے پہلے موت دے! یہ کہتے ہی لبنیٰ پہلے سے بھی زیادہ بلک بلک کر رونے لگی۔ اب شہزادی میرونہ سے بھی ضبط نہ ہو سکا۔ بے اختیار اس کے بھی آنسو نکل آئے اور وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ریاض بالکل غافل پڑا ہوا تھا۔ اسے خبر نہ تھی کہ اس کے لئے دو سیمین عذار دینائے جہان کی حوریں آنسو بہا رہی ہیں۔

عورتیں کتنی ہی مستقل مزاج کتنی ہی بہادر کتنی ہی جوشیلی کیوں نہ ہوں جب ان پر غم والم کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو بے اختیار رونے لگتی ہیں۔ یہ انکی نرم دلی کا ثبوت ہے انکے دل رحم و محبت اور اخوت کے جذبات سے لبریز ہوتے ہیں۔ ذرا سی ٹھیس لگنے پر امڈ آتا ہے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ عورتیں تو عورتیں بعض نرم دل مرد بھی آنسو بہانے لگتے ہیں۔

تھوڑی دیر روتی رہیں جب دونوں کی دل کی بھڑاس نکل گئی۔ غم کا طوفان چھٹ گیا تو میرونہ نے لبنیٰ کو اپنے سینہ سے لگا کر کہا۔ میری حور نہ روؤ۔ تم نے مجھے بھی رلا دیا۔

لبنیٰ اب بھی سسکیاں لے رہی تھی۔ اس نے کہا "میرونہ میں مجبور ہوں دل پر میرا اختیار نہیں۔ دل روتا ہے میں بھی رونے لگتی ہوں۔ تم میرے ساتھ کیوں روتی ہو؟"

میرونہ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ کیسے نہ روؤں جسے میں نے بہن کہا جس سے میں نے اپنی بہن کی طرح سے محبت کی ہے۔ جب وہ روتی ہے۔ تو میرا دل بھی بھر آتا ہے۔ اور میں بھی رونے لگتی ہوں۔

لبنیٰ نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ اچھا میں اب نہ روؤں گی۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کی پیشانی کو چومتے ہوئے کہا۔ ہاں نہ روؤ۔ تم عرب لڑکی ہو۔ عرب لڑکیاں تو رویا نہیں کرتیں۔ آؤ ریاض کو دیکھیں یقین ہے انہیں جلد ہوش آجائے گا۔

دونوں ریاض کے پاس سرک گئیں۔ دونوں نے اسے دیکھا وہ بیہوش پڑا ہوا تھا اس کا چہرہ زردی مائل ہو گیا تھا۔ اگرچہ لبنیٰ نے ضبط کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی لیکن ریاض کو دیکھتے ہی اس کا ضبط رخصت ہو گیا۔ پھر دل امڈ آیا۔

پھر آنسو جاری ہو گئے۔ پھر سسکیوں کا تار بندھ گیا۔ خدا جانے کیا بات تھی کہ شہزادی میرونہ بھی رونے لگی۔ لبنیٰ نے غم پر اس قدر غلبہ کر لیا کہ اسکی عقل و سمجھ اور شرم تھوڑی دیر کیلئے رخصت ہو گئے۔ وہ بے اختیارانہ طریقہ پر ریاض کے اوپر جھک گئی۔

اس نے بچوں کیطرح سر ہلا کر درد انگیز لہجہ میں کہا۔ آہ تم غافل ہو بیہوش ہو آنکھیں

کھولو۔ اٹھو دیکھو میں کیسی سوگوار ہوں۔ رو رہی ہوں۔ مجھے تسلی دو"۔

یہ سنکر میرونہ تڑپ گئی۔ اس نے کہا۔ لبنیٰ کیا کرتی ہو۔ کہیں غم نے تمہیں دیوانہ تو نہیں بنادیا۔ ریاض کو نہ ہلاؤ۔ ہلانے سے زخم کو ٹھیس لگے گی۔

لبنیٰ نے انتہائی غم آلود نظروں سے شہزادی میرونہ کو دیکھ کر کہا۔ کیا کروں میرونہ انکی یہ حالت دیکھ کر میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا ہے۔

میرونہ۔ تم تو بہت ہی نرم دل واقع ہوئی ہو۔ ضبط کرو۔

یہ کہتے ہی اس نے اپنے رنگین دوپٹہ کے آنچل سے اس حوروش کے آنسو پونچھے لبنیٰ نے ضبط کرنا شروع کیا۔ اسوقت میدان کارزار کیطرف ایک شور عظیم بلند ہوا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ عیسائی ہزیمت کھا کر بے تحاشہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں خولہ اور ام تمیم خیمے میں داخل ہوئیں۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی لبنیٰ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے جلدی سے نمناک آنکھیں صاف کیں۔

شہزادی میرونہ نے ان سے پوچھا۔ یہ شور کیسا ہے؟

ام تمیم نے کہا "خدا نے مسلمانوں کو فتح دی ہے اور عیسائی شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں"

شہزادی میرونہ کو سخت حیرت ہوئی اسے یقین نہ آیا۔ وہ سمجھی کہ ام تمیم نے مذاق سے یہ بات کہی ہے۔ کیونکہ اسے اچھی طرح سے یہ بات معلوم تھی۔ کہ عیسائی اب بھی ڈھائی لاکھ ہیں۔ اور مسلمان چیں ہزار۔

یہ کیسے ممکن تھا کہ عیسائی اسقدر بزدل بن جاتے ہیں کہ اتنی کثرت ہونے پر بھی بھاگ جاتے۔ اس نے پھر دریافت کیا۔ کیا واقعی عیسائیوں کو شکست ہوئی ہے؟ ام تمیم نے مسکرا کر کہا۔ واقعی شکست ہوئی۔ ابھی آفتاب غروب نہیں ہوا ہے۔ کافی اجالا ہو رہا ہے تم باہر جاکر دیکھ لو کہ عیسائی بھاگے جا رہے ہیں۔ اور مسلمان انکا تعاقب کر رہے ہیں۔

ام تمیم کے طرز بیان سے شہزادی میرونہ نے یقین کر لیا۔ اس نے کہا۔ خدا کا شکر ہے کہ واقعی خدا مسلمانوں کا حامی و ناصر ہے اگر وہ مدد نہ کرتا تو مسلمان کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

اب حضرت خولہ اور حضرت ام تمیم ریاض کے پاس بیٹھ گئیں۔ انھوں نے غور سے

اسے دیکھا۔ ام تمیم نے کہا۔ غالباً آدھی رات کے بعد انہیں ہوش آ جائے گا۔"
لبنیٰ کیلئے یہ فقرہ روح پرور مژدہ تھا۔ اس کو یہ فقرہ سنکر کچھ کچھ ڈھارس سی بندھ گئی۔ حضرت خولہ نے کہا۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔

اگرچہ اسلامی لشکر میں بہت سے جراح تھے جو آجکل کی اصطلاح میں ڈاکٹر کہلانے کے مستحق تھے قریب قریب ہر مسلمان زخم کی مرہم پٹی کرنا جانتا تھا لیکن سب سے زیادہ اس کام سے عورتیں واقف تھیں۔ کیونکہ زیادہ تر انہیں ہی کو اس کام میں ملکہ تھا گویا اس فن کے بڑے بڑے ماہرین ان کی قابلیت کا اعتراف کرنے لگے تھے۔

مسلمانوں نے تجربہ سے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ صنف نازک اس کام کیلئے نہایت موزوں ہے۔ چنانچہ شفاخانہ کا سارا انتظام ان کے ہی ہاتھوں میں دیدیا گیا تھا۔ عورتوں نے اس خدمت کو نہایت خوشی سے قبول کیا تھا۔ اور وہ احسن طریقہ پر اپنی خدمات انجام دیتی تھیں۔ اس زمانہ میں آجکل کیطرح جنگی شفاخانے نہ ہوتے تھے۔

عیسائیوں میں تو یہ دستور تھا کہ جو آدمی مجروح ہو جاتا اور اس کے بچنے کی توقع ہوتی تو جراح اسکے خیمہ یا چھولداری پر جا کر اس کا علاج کرتا۔ اور اگر شدید ترین مجروح ہوتا تو اسے میدان کارزار ہی میں مرنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا مسلمانوں میں تمام زخمی خواہ وہ معمولی زخم خوردہ ہوتے۔ یا شدید ترین میدان کارزار سے اٹھائے جاتے عورتیں ان کے زخم صاف کر کے پٹیاں کس دیتیں اور زخمی اپنے خیمہ یا چھولداری میں پہنچا دیئے جاتے انکے رسالے یا پلٹنیں والے انکی نگہداشت کرتے۔ بار بار پٹیاں کھولنی اور باندھنی نہ پڑتی تھیں۔ معمولی زخم میں صرف ایک ہی پٹی کافی ہوتی تھی۔ البتہ شدید ترین مجروح ہونے والے دوبارہ اور سہ بارہ پٹیاں بدلوا سکتے تھے۔

جب پٹی بدلوانا ہوتی تو مجروح عورتوں کے کیمپ میں پہنچا دیا جاتا۔ عورتیں اسکی پٹی بدل دیتیں اور اس کو پھر اسکی قیام گاہ پر واپس لے آتے۔ لیکن جن لوگوں کے پاس خیمے اور چھولداریاں نہ تھیں انکے لئے چند خیمے مخصوص کر دیئے گئے تھے۔

یہ خیمے عورتوں کی نگرانی میں تھے۔ ان میں جو زخمی رکھے جاتے تھے۔ عورتیں خود انکی نگہداشت کرتی تھیں۔

یہ مغربی اقوام نے صدیوں کے بعد اس بات کو محسوس کیا۔ اب انکے یہاں نرسوں کو باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ لیکن اسکی ایجادوں کا سہرا مسلمانوں ہی کے سر ہے۔

چونکہ حضرت خولہ اور حضرت ام تمیم ہوشیار نرسوں میں شمار کی جاتی تھیں اس لیئے ان کا یہ کہنا کہ ریاض کو آدھی رات تک ہوش آجائے گا۔

لبنیٰ کی تمام مایوسی دور ہو گئی۔ اور ڈھارس بندھانے کیلئے بالکل ایسا ہی تھا۔ جیسے خشک کھیت میں باران رحمت کا برسنا۔

ابھی ام تمیم اور خولہ کو آئے زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا۔ کہ مزروعہ خیمہ میں داخل ہوئی۔ اس نے کہا۔ چند ایک مجروح مجاہدین آئے ہیں۔ ذرا چل کر انکی حالت دیکھ لیجئے۔

خولہ اور ام تمیم اٹھ کر اس کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ شہزادی میرونہ نے لبنیٰ سے کہا۔ "تم نے سُنا کہ ام تمیم نے کیا کہا ہے؟"

لبنیٰ نے غم آلود آنکھیں اٹھا کر کہا۔ "ہاں سُنا ہے۔ خدا خیر کرے کہ انہیں ہوش آجائے"

اس وقت آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ لشکر میں مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔ شہزادی میرونہ نے کہا۔ آؤ پہلے نماز پڑھ آئیں۔

شہزادی عیسائی تھی۔ ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ مشرف باسلام ہوئی تھی۔ مسلم عورتوں کی ہم نشینی نے اسے خدا پرست بنا دیا تھا۔ وہ بھی روزہ اور نماز کا ایسا ہی خیال رکھتی تھی۔ جیسے مسلم عورتیں ہر انسان پر صحبت اور ہم نشینی کا اثر ضرور پڑتا تھا۔

لبنیٰ اٹھ کھڑی ہوئی اور شہزادی میرونہ کے ساتھ خیمہ سے باہر آئیں۔ عورتیں جلدی جلدی وضو کر رہی تھیں۔ ان دونوں نے بھی وضو کیا۔ نماز پڑھی نماز پڑھ کر خیمہ میں آئیں۔

اب کسی قدر اندھیرا ہو گیا تھا۔ چونکہ اسلامی لشکر میں روشنی کا انتظام نہ تھا۔ اس لیئے خیموں اور چھولداریوں میں اندھیرا ہی رہتا تھا۔ البتہ خیموں کے سامنے آگ جلائی جاتی تھی۔ اس سے کچھ روشنی ہو جاتی تھی۔

لبنیٰ کی خادمہ سعدیہ خیمہ کے اندر آگ جلانے اور کھانا پکانے میں مصروف تھی آگ کی روشنی کا عکس خیمہ میں پڑ رہا کر کچھ اجالا لائے ہوئے تھا۔ لبنیٰ اور شہزادی میرونہ کی صورتیں اس عکس میں چاند کیطرح سے چمک رہی تھیں۔

جب ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ تو سعد خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ گرد و غبار میں اٹا ہوا تھا کپڑوں پر خون کے چھینٹے پڑ پڑ کر جم گئے تھے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ابھی ابھی میدان کارزار سے واپس آ رہا ہے۔

اس نے ابھی مغرب کی نماز بھی نہ پڑھی تھی۔ شہزادی میرونہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اب سعد سے باتیں کرتے ہوئے نہ ہچکچاتی تھی۔ اس نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ آپ سیدھے میدان کارزار سے آ رہے ہیں اور کیا ابھی تک نماز بھی نہیں پڑھی ہے۔ سعد نے کہا۔ ابھی نہیں۔ کپڑے بدل لوں تو نماز پڑھوں لبنیٰ ایک جوڑا کپڑوں کا نکالدو۔ لبنیٰ اٹھ کر کپڑے نکالنے لگی۔ شہزادی میرونہ نے بڑھ کر زرہ اتارنے میں مدد دی۔ زرہ اتار کر وہ جلدی سے ایک صراحی پانی کی لے آئی۔

سعد نے وضو کیا۔ کپڑے بدلے نماز پڑھی اور ریاض کے پاس بیٹھ کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ ریاض ابھی تک بیہوش پڑا تھا وہ اسے دیکھ کر افسردہ خاطر ہو گیا شہزادی میرونہ نے اسکی افسردگی دیکھ لی۔

چونکہ اسے سعد سے دلی لگاؤ تھا۔ اسلئے وہ یہ نہ چاہتی تھی کہ وہ کسی وقت بھی غمگین ہو۔ اس نے جلدی سے کہا۔ ام تمیم اور حضرت خولہ آئی تھیں۔ اور کہتی تھیں کہ ریاض کو آدھی رات تک ہوش آ جائے گا۔

سعد غم اور افسردگی کی فضا میں کچھ کھو سا گیا تھا۔ ان الفاظ کے سنتے ہی چونکا اس نے حور لقا میرونہ کو دیکھا۔ اگرچہ شہزادی میرونہ پر بھی افسردگی کی کیفیت طاری تھی لیکن وہ اس افسردگی کی حالت میں بھی کمال حسین معلوم ہو رہی تھی۔

سعد نے کہا۔ خدا کرے کہ اسے ہوش آ جائے۔ میں اس کی زندگی کیلئے سب کچھ حتیٰ کہ اپنی زندگی بھی اس پر نثار کرنے کو آمادہ ہوں۔

یہ سنکر لبنیٰ کا دل بھر آیا۔ بیچاری غمزدہ لڑکی ذرا سی ٹھیس لگنے پر رو دینے کو تیار ہو جاتی تھی۔ بھائی کی ہمدردانہ گفتگو نے دل پر ٹھیس لگائی۔ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے مگر اس نے ضبط کیا۔ اور آنسو پی گئے شہزادی میرونہ بھی کمال متاثر ہوئی۔

اس نے سعد کو دیکھا سعد ریاض کو دیکھ رہا تھا۔ یہ تینوں مبتلا کر غریب الوطن زخمی

ریاض کو دیکھتے۔ اور اسکی خبر گیری کرنے لگے۔ ان تینوں نے آج کھانا بھی نہ کھایا۔

سولھواں باب

"مسیحا"

تینوں چپ چاپ بیٹھے ریاض کو دیکھ رہے تھے۔ اس وقت انکی بھوک پیاس اور نیند وغیرہ سب اڑی ہوئی تھی۔ تینوں کی دلی آرزو تھی کہ ریاض کو جلد سے جلد ہوش آجائے۔ ریاض خوش قسمت تھا۔ ایسا خوش قسمت کہ ایسے بہت کم لوگ ہوتے ہیں اس کا دنیا میں ایک دوست تھا۔ اور وہ اسکے لئے سخت بیقرار تھا۔ اپنا سب کچھ حتیٰ کہ اپنی جان بھی اس پر قربان کرنے کیلئے آمادہ تھا۔ اس کی بالیں پر بیٹھا اس کے لئے کڑھ رہا تھا۔ ایک معشوقہ تھی۔ جو اسکے لئے اپنی نرگسی رسیلی آنکھوں سے آنسو بہا رہی تھی سچے دل سے اسے ہوش آنے اور آرام ہو جانے کی دعا مانگ رہی تھی۔ ایک ہمدرد دیر بھال دوشیزہ تھی۔ جو اپنی دلفریب ہمدردانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اور غمزدہ ہو رہی تھی اگر وہ اپنے عزیزوں میں بھی ہوتا تو ایسے ہمدرد ایسے مخلص ایسے محبت والے اسے نہ ملتے لیکن اسوقت وہ اپنے ہمدردوں کی ہمدردی سے بے نیاز بیہوش پڑا تھا۔

جب رات زیادہ ڈوب گئی۔ لیلائے شب کی زلف سیاہ پھیلی کائنات کا ذرہ ذرہ خاموش ہو گیا۔ رات کا قدرتی سکوت ہر طرف چھا گیا۔ اور لوگ خواب خرگوش میں مبتلا ہو کر میٹھی نیند کے مزے لینے لگے۔ تو ریاض کا سانس زور زور سے چلنے لگا۔

بلا کشان غم سعد۔ لبنیٰ اور شہزادی میرونہ بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ انکی آنکھوں میں بجائے نیند کے غم و حسرت بھرے ہوئے تھے۔ وہ بیٹھے ہوئے اسکی ہر حرکت کو بغور دیکھ رہے تھے۔

وہ اسکی طرف ہمہ تن متوجہ تھے۔ تقریباً ایک گھنٹہ میں اس نے آنکھ کھولی نیم وا آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھا۔ اس کو آنکھ کھولتے ہوئے دیکھکر تینوں کی جان میں جان آئی تینوں نے دل ہی دلمیں خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اب انکے چہروں سے ایسی مسرت کے آثار ظاہر ہوئے جیسے انہیں ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی ہو۔

تینوں کے دلوں میں خوشی نے گدگدی کرنا شروع کر دی تینوں کے چہرے چمکنے لگے جن آنکھوں میں غم و حسرت بھرے ہوئے تھے۔ اب ان سے خوشی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ خصوصاً حور وش لبنیٰ بکمال مسرور ہوئی۔ وہ اپنی بڑھی ہوئی مسرت کو بھائی کی موجودگی کی وجہ سے مشکل دبا رہی تھی۔ اسکے عنابی صفت لبوں پر ہلکا سا تبسم کھیل کر اسکے روشن چہرہ کو روشن تر بنانے لگا تھا۔ بقیل عالم سیاہ آنکھیں بجلیاں گرانے لگیں یقین انسان بھی عجب مجموعہ اضداد ہے جہاں وہ ذرا سے غم سے بحد غمزدہ ہوتا ہے۔ وہاں ذرا سی خوشی سے خوش ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ابھی تک ریاض موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کہ اسے آرام ہو ہی جائے گا لیکن صرف اسے ہوش آ جانے سے ہی وہ تینوں ایسے خوش ہو گئے تھے۔ گویا کہ انہیں کوئی سلطنت مل گئی ہے۔

تینوں مسرت خیز نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ خیمہ کے باہر ابھی تک آگ جل رہی تھی۔ آگ کا عکس کمرہ میں اجالا کر رہا تھا۔ اس خفیف سی روشنی میں ان تینوں کے مسرور چہرے نظر آ رہے تھے۔

ریاض نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ غالباً وہ سوچ رہے تھے کہ اسوقت وہ کہاں ہے اور کون لوگ اسکے گرد بیٹھے ہیں۔ کیا وقت ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا ماؤف دماغ کام دینے لگا۔ حواس درست ہونے لگے۔ اس نے پھر آنکھیں کھولیں غور سے اپنے گرد و پیش دیکھا چونکہ اب اسے اچھی طرح ہوش آ گیا تھا۔ اسلئے تکلیف کا بھی احساس ہوا۔ اس نے خفیف آہ کی۔ ایسی آہ جو انتہائی کرب کے عالم میں نکلتی ہے۔

اس کے تینوں تیماردار اس کی آہ سنکر تڑپ گئے۔ بیچاروں کی عارضی مسرت کافور ہو گئی۔ پھر غم و حسرت چھا گئے۔

سعد نے پوچھا "ریاض کیا بات ہے؟"

ریاض نے ٹکٹکی لگا کر اسے دیکھا اور اسے پہچان کر جواب دیا "کچھ نہیں۔ غالباً میرے شانے پر زخم ہے؟" اس کی آواز کمزور تھی۔

سعد: "ہاں۔ معمولی سا زخم ہے"

ریاض۔ "میں کہاں ہوں؟"

سعد: "لبنیٰ کے خیمہ میں!"

لبنیٰ کا نام سنتے ہی ریاض پر ہلکی سی مسرت چھا گئی۔ اسکی حالت میں تحیر خیز تبدیلی ہوئی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ غالبًا اسکی نگاہیں حورِ وش لبنیٰ کو ڈھونڈھ رہی تھیں۔ پاس ہی داہنی طرف مہ جبین لبنیٰ بیٹھی تھی۔ لبنیٰ کے گورے گورے ملیح چہرہ پر جاکر نظریں گڑ گئیں۔

ریاض تہیہ کر چکا تھا کہ وہ لبنیٰ کی محبت اپنے دل سے نکال دے گا لیکن دل اسکے اختیار میں نہ تھا۔ وہ دل سے مجبور تھا۔ دل میں حسن کی ملکہ لبنیٰ کی دلکش تصویر تھی اور دل اس دلربا کی محبت سے سرشار تھا۔ اس کا تہیہ کرنا بیکار تھا۔

مسیحا مسیحا ہی ہوتا ہے خصوصًا مسیحا صفت دلربا کی جھجکتی ہوئی شرمیلی نظر وہ کام کرتی ہے جو ہزاروں دوائیں اور دعائیں کر سکتیں۔ جب اسکی نظر لبنیٰ کے رخ زیبا پر پڑی لبنیٰ نے ہلکے تبسم کے ساتھ شرمیلی نظروں سے اسے دیکھا۔ اسکی اس حیات بخش نظر نے ریاض کے مردہ جسم میں زندگی کی لہر دوڑادی۔

بجلی کی سی رو کے ساتھ اسکے نحیف جسم میں طاقت آگئی آواز میں تندرستوں جیسی کڑاک پیدا ہوگئی۔ سعد نے اس سے پوچھا۔ کیا شانہ میں زیادہ کسک ہے۔

ریاض نے لبنیٰ کی طرف سے نظریں ہٹا کر سعد کو بغور دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ابھی زیادہ نہیں۔ جہانتک مجھے یاد ہے میں میدان جنگ میں زخمی ہوا تھا۔ یہاں کیسے آیا؟

سعد نے کہا۔ جب تم زخمی ہوئے بیہوشی نے تم پر غلبہ کیا۔ میں تمہارے گھوڑے پر سوار ہوکر تمہیں دشمنوں کے نرغہ سے نکال لایا۔

ریاض نے بیساختگی کے ساتھ کہا۔ کاش تم مجھے مرنے دیتے۔

سعد نے جلدی سے کہا۔ اس وقت جب میں تم سے پہلے مرجاتا۔

اب ریاض نے پھر آنکھیں بند کرلیں گویا اس پر نیند مسلط ہونے لگی تھی۔ اسکے تینوں تیماردار اس کے پاس بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کے آثار ظاہر ہوئے لشکر میں صبح کی اذان ہوئی۔

ریاض نے آواز سنکر آنکھیں کھولیں اب اسکے چہرہ سے زیادہ کمزوری نہ معلوم

ہوئی تھی۔ سعد نے کہا: "ریاض اجازت دو تاکہ میں نماز پڑھ آؤں۔"

ریاض نے کہا: "اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔ جائیے۔ اور نماز پڑھ آئیے۔

سعد نے لبنیٰ سے کہا: "تم پانی لاکر ریاض کو وضو کرا دو۔"

یہ لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھ لیں گے۔ وہ شہزادی میرونہ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن رعب حسن اسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہونے دیتا تھا۔ شہزادی میرونہ اس کی نگاہوں سے سمجھ گئی تھی۔ اس نے دریافت کیا۔ کیا مجھے بھی کچھ کام کرنا ہے۔

سعد۔ تم سہارا دیکر ریاض کو بٹھا دینا۔

ریاض نے کہا۔ لیکن پہلے ان دونوں کو نماز پڑھ لینی چاہئے۔

سعد۔ یہ ٹھیک ہے کہ تم دونوں نماز پڑھ کر انہیں وضو کرا دینا۔

سعد روانہ ہو گیا۔ لبنیٰ بھی ہزار ناز و ادا سے اٹھی۔ شہزادی میرونہ کے ساتھ چلی گئیں اور ریاض تنہا رہ گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑا ہوا خیال میں الجھا رہا۔ اسے خیال رہا کہ وہ اس قدر نحیف و ناتواں ہو چکا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔ یہ خیال تھا بھی صحیح!! وہ زخم کھا کر جوش میں آکر لڑتا رہا تھا۔ تمام جسم کا خون زخم سے ابل کر باہر نکل گیا جس سے کمزوری نہایت بڑھ گئی تھی۔ مگر اس نے خیال کیا کہ اسکے لئے یہ بڑے شرم کی بات ہے کہ پھولوں سے زیادہ نازک لڑکیاں اسے سہارا دیکر اٹھائیں۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ خود اٹھے گا۔ لہٰذا اس نے کوشش کی انسان بیمار یا تندرست اسکے خیالات کا اثر اسکی صحت یا بیماری پر زیادہ پڑتا ہے۔ جو یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں بیمار ہوں یا میری بیماری خطرناک ہے۔ وہ بیمار ہو جاتا ہے۔ یا اسکی بیماری واقعی خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔ خواہ وہ بیمار ہو یا نہ ہو۔ اور جو زیادہ بیمار ہوا اور تہیہ کرے کہ میں اچھا ہو جاؤں گا یقیناً اچھا ہو جائے گا۔ یہ تہیہ کرتے ہی اسکی بیماری گھٹنے لگتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جن بیماروں کو ڈاکٹر نے جواب دیدیا تھا۔ اچھے ہو گئے اور تندرست جو وہم میں گرفتار تھے بیمار ہو کر لب گور پہنچ گئے۔

ریاض نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اٹھے گا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش شروع کر دی تھی گو اسے اٹھنے میں تکلیف ہوئی۔ مگر اس نے برداشت کیا بہت کی آخر اٹھ بیٹھا۔

کچھ دیر بیٹھا رہا۔ اٹھنے سے تکلیف تھی۔ زخم میں ٹیس پڑنے لگی تھی۔ جب قدرے سکون ہوا تو خیمے کی چوب پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ چونکہ وہ بہت زیادہ کمزور تھا۔ اسلئے کھڑا ہونے سے اسکے پاؤں لڑکھڑانے لگے تھے۔ وہ ڈگمگاتے ہوئے پیروں سے کھڑا ہو کر کانپتا رہا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد اس کی تمام کپکپی دور ہو گئی۔ اس نے دروازہ کے قریب ایک نیزہ رکھا ہوا دیکھا۔ وہ قدم قدم نہایت آہستہ سے اس کی طرف بڑھا۔ دروازہ کے قریب پہنچکر نیزہ ہاتھ میں اٹھا لیا۔ نیزہ کے سہارا سے خیمہ میں داخل ہوا۔

جب وہ خیمہ میں آیا۔ ٹھیک اسوقت لبنیٰ پانی کی چھاگل لئے دوسرے دروازہ سے داخل ہوئی۔ جوں ہی اسکی نظر ریاض پر پڑی وہ خلاف توقع اسے کھڑا دیکھ کر گھبرا گئی۔ اسے خوف ہوا کہ کہیں وہ گر نہ پڑے۔ اس نے پانی کی چھاگل فرش پر رکھی۔ اور لپک کر ریاض کو سہارا دینے کیلئے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔ ہائے یہ تم نے کیا کیا؟ خود ہی کھڑے کیوں ہو گئے۔ میرے آنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔

ریاض اسکی گھبرائی ہوئی پیاری صورت چھاگل رکھ کر لپکنے کا پیارا انداز شیریں گفتگو کا پر کیف لہجہ دیکھ کر اور سنکر بیحد محظوظ ہوا۔ اسے اس وقت اپنی خوش بختی پر رشک آیا۔ رشک کی بات بھی تھی۔

دنیا د جہاں کی حوریں عرب کا چاند۔ ملکوتی صفات نازنین اس سے ہمدردی کر رہی تھی۔ یہ کچھ کم بات نہ تھی۔

ریاض اسے اپنے قریب آتا ہوا دیکھ کر مسکرایا۔ لبنیٰ نے بڑھ کر اس کا بازو تھام لیا۔ اور اس کے برابر چلنے لگی۔ اس کے نرم گداز ہاتھوں نے جب ریاض کا بازو پکڑا تو ریاض کے جسم میں برقی رو سرائیت کر گئی۔ صحت اور تندرستی کی تازہ روح دوڑ گئی یا روح میں تازگی آ گئی۔

زخم کی کسک۔ کسک کی تکلیف۔ تکلیف کا ہم پر اثر کچھ باقی نہ رہا۔ وہ اپنے آپکو بالکل تندرست خیال کرنے لگا۔

حقیقت میں لبنیٰ اس کے لئے مسیحا ثابت ہوئی۔ ریاض نے اس مسیحائے زماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ لبنیٰ تمہارا شکریہ!!

لبنیٰ خاموش رہی ریاض بستر پر پہنچ گیا۔ وہ نیزے کے سہارے سے بیٹھنے لگا۔ لبنیٰ بدستور اسے پکڑے رہی۔ اسکی تمنا تھی کہ ریاض سارا زور اسی پر ڈالدے۔ لیکن ریاض چاہتا تھا کہ لبنیٰ پر ذرا بھی زور نہ پڑے۔ آخر وہ نیزے کا سہارا لیتے لیتے بیٹھ گیا۔ لبنیٰ لپک کر آفتابہ اور پانی لائی۔

اس نے ریاض کو وضو کرایا۔ وضو کر کے اس نے بیٹھے ہی بیٹھے نماز پڑھی جب وہ نماز پڑھ چکا تو لبنیٰ نے کہا۔ لیٹ جائیے۔ بیٹھنے سے آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ ریاض نے اس رشک قمر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ لبنیٰ شاید تم جاگتی رہی ہو۔

لبنیٰ کی سیاہ دلفریب آنکھیں خمار آلود تھیں اور اس خمار کی وجہ سے اسکی نشیلی آنکھیں اور بھی مست نظر آنے لگی تھیں۔ اس نے کہا ہاں مجھے رات نیند نہیں آئی۔

ریاض نے جلدی سے جواب دیتے ہوئے دریافت کیا "کیوں؟"

لبنیٰ جواب دیتے ہوئے شرمائی۔ سچ کہتے ہوئے اسے شرم آتی تھی۔ جھوٹ وہ بولتی نہ تھی۔ چپ رہی اور شرم سے سر جھکا لیا۔ ریاض کا دل دریافت حال کیلئے بیقرار نظر آنے لگا۔

اس نے پھر پوچھا۔ لبنیٰ! تمہیں نیند کیوں نہ آئی۔ لبنیٰ نے سر جھکائے ہوئے بھولے پن کے انداز سے شرمیلے لہجہ میں بات ٹالنے کے طور پر کہا۔ خبر نہیں۔

ریاض اس گل نو شگفتہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اسکی دلکش اور زاہد فریب حیا دیکھ کر اور بھی مر مٹا۔ اس نے پھر پوچھا لبنیٰ! بتاؤ۔ تجاہل نہ کرو۔

لبنیٰ نے حیا پرور نگاہیں اٹھا کر ریاض کو دیکھا۔ ریاض اسکی طرف دیکھ ہی رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔ محبت کے جذبات نے دونوں کو مسحور کر دیا۔ ایک دوسرے کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے۔ شہزادی میرونہ اس وقت خیمہ میں آئی اور ریاض کو بیٹھا ہوا دیکھ کر متعجب ہوئی۔

اس نے بڑھنا چاہا لیکن دونوں کی سرشار طبیعت دیکھکر رک گئی اور فوراً ہی واپس لوٹ گئی۔ اسکے جانے کا کھٹکا ہوا۔ لبنیٰ محبت کی گہرائیوں میں نکلکر جھجک کی گھبرائی

اور سہمی ہوئی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔

جب کوئی نظر نہ آیا تو مطمئن ہو کر نظریں نیچے کر کے بیٹھ گئی۔ آنکھوں کے چار ہونے سے جو سحر لبنیٰ کی سحر آگیں مسمیریزم کی طرح ریاض کی آنکھوں کے ذریعہ اسکی رگ رگ میں پہنچا رہی تھیں۔ جب اس نے نگاہیں جھکالیں سحر آفرینی کم ہوئی تو ریاض بھی ہوش میں آیا۔

اسے اپنی اس حرکت پر غصہ بھی آیا اور ندامت ہوئی۔ مگر یہ ہر دو چیزیں عارضی تھیں اور جلدی رخصت ہو گئیں۔ اس نے سحر آفریں لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔

لبنیٰ تم نے بتایا نہ آخر کیوں رات بھر جاگتی رہیں۔

لبنیٰ نے انداز معشوقانہ سے جواب دیا۔ تم زخمی تھے بیہوش تھے بھائی صاحب اور شہزادی میرونہ تمہارے پاس بیٹھے جاگتے رہے۔ ان کے ہمراہ میں بھی جاگتی رہی۔

لبنیٰ نے سچی بات کہی لیکن ایسے طریقہ پر جس سے اصلیت کا پتہ نہ چلے۔ ریاض کچھ کہنا چاہتا تھا۔ کہ سعد آگیا۔ اس نے ریاض کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔

اسے اس کا چہرہ بشاش نظر آیا۔ وہ کمال مسرور ہوا۔ ایسا مسرور ہوا کہ گویا اسے دوبارہ زندگی نصیب ہوئی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر اسکے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے کہا ریاض خدا کا شکر ہے کہ اس نے خلاف امید بہت جلد تمہیں رو بصحت کر دیا ہے۔

ریاض مسکرا دیا۔ اس نے کہا۔ ہاں خدا کا شکر ہے۔ پیارے دوست تم نے شہزادی میرونہ اور لبنیٰ نے میری وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی۔ سارا دن حیران و مشتدر رہے جاگتے رہے۔ میں کیسے تمہارا سب کا شکریہ ادا کر سکتا ہوں۔

سعد نے کہا شکریہ کی ضرورت نہیں۔ ہم سب نے اپنا فرض ادا کیا ہے تم پر احسان نہیں کیا۔ دوست اگر میری جان بھی تیرے کام آئے تو میں سمجھوں گا میں نے دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔ دوستی کا حق بہت بڑا ہے۔ اور وہ کبھی ادا نہیں ہو سکتا۔

ریاض اسکی یہ گفتگو سنکر بہت زیادہ متاثر ہوا۔ وفور مسرت سے اسکی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس نے کہا۔ سعد تم واقعی شریف دوست ہو آپ کے احسانات اور جذبات نہایت لطیف اور قابل ستائش ہیں۔ واقعی وہ دونوں مخلص دوست تھے۔

دنیا میں کسی ایک دوست کا مل جانا نعمت غیر مترقبہ پانے کے مترادف ہے

ایک دوست کا وجود سارے عزیزوں اور دنیا کی کل نعمتوں سے بالاتر ہے۔ ریاض نے کچھ وقفہ کے بعد پھر کہا۔ سعد اب تم میرونہ اور لبنیٰ سو جاؤ۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں شب بیداری کی وجہ موجب تکلیف نہ ثابت ہو۔

جبکہ ریاض یہ کہہ رہا تھا شہزادی میرونہ بھی آگئی تھی۔ وہ لبنیٰ کے پاس بیٹھ گئی۔ سعد نے کہا۔ مجھے رات کو جاگنے کی عادت ہے کہ کئی مرتبہ ساری ساری رات لشکر کی حفاظت پر مامور ہو کر گشت کرتا ہوں۔ البتہ لبنیٰ و شہزادی میرونہ کو عادت نہیں ہے یہ دونوں سو رہیں گی۔ اور میرا تم فکر نہ کرو۔

شہزادی میرونہ نے کہا۔ ایک رات کا جاگنا کچھ نقصان نہیں دے سکتا۔ ریاض کو روبصحت دیکھ کر جو مسرت ہمیں ہوئی ہے وہ ہمیں کچھ تکلیف نہ ہونے دیگی۔

قبل اس کے کہ ریاض کچھ کہے۔ خولہؓ۔ عزروہؓ۔ ام عتیم اور ام ابان خیمہ میں داخل ہوئیں۔ وہ ریاض کے قریب آئیں۔ ریاض کو بیٹھے دیکھ کر خوش ہوئیں۔ ام عتیم نے اس سے پوچھا کہئے۔ آپ کے زخم میں کسک تو نہیں ہے؟

ریاض نے جواب دیا۔ بالکل نہیں!!

ام عتیم نے کہا۔ تعجب ہے۔ زخم نہایت گہرا تھا۔ خون زیادہ نکل جانے کی وجہ سے کمزوری بحد بڑھ گئی تھی۔ اسقدر جلد روبصحت ہونے کی توقع نہ تھی یہ جادو کا سا کرشمہ کیسے ہو گیا۔

کسی کو کیا خبر تھی کہ کس نے مسیحائی کی کس نے جادو کر کے اچھا کر دیا۔ البتہ میرونہ ضرور جانتی تھی۔ لیکن وہ کسی کو کیوں بتاتی۔ سعد نے کہا۔ اچھا خدا نے مہربانی کی۔

ام عتیم بیشک وہ مہربانی پر آئے۔ تو غیر ممکن کو ممکن کر دیتا ہے ہم پٹی بدلنے آئی تھیں لیکن اب پٹی بدلنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

ریاض نے کہا۔ ایسا ہی میرا خیال ہے۔

ام عتیم۔ اچھا تو کل پٹی بدلیں گے۔

[illegible] وہ اور [illegible] آنے والی سب چلی گئیں۔ چونکہ ریاض کے مجروح ہونیکی خبر [illegible] اس لئے لوگ عیادت کیلئے آنے لگے جنہیں کہ

باہر کی جانب فرش کر دیا گیا۔ ریاض فرش پر جا بیٹھا۔ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی۔
سب سے پہلے سالار اعظم حضرت خالدؓ اور عمروؓ بن العاص آئے۔ انکے بعد ضرار، عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے) مالک اشتر، نفیل، قعقاع، مقداد، زیاد، شرجیل۔ زبیر بن العوام اور دوسرے مشہور لوگ یکے بعد دیگرے سب ہی آئے۔
سب نے عیادت کی اسے جلد سے جلد آرام ہو جانے کی دعا دی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ عیادت کرنا ثواب میں داخل ہے۔ اس کی بظاہر دو ہی وجوہات معلوم ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ مریض کی طبیعت لوگوں کے آنے جانے سے بہلی رہتی ہے۔ مرض کا خیال نہ آنے سے تکلیف میں زیادتی نہ ہو۔ دوسرے عیادت کرنے والوں کو بھی خیال ہو جائے کہ ہم بھی اس طرح بیمار ہو سکتے ہیں۔ وہ تندرستی کے زعم میں خدا کو نہ بھول جائیں۔
ایک تیسری وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ اخوت اور محبت بھی بڑھتی رہے۔ وہ تمام دن اسی طرح گذرا۔ رات کو سب آرام سے سوئے صبح کو ام تمیم نے آکر پٹی کھولی۔ زخم کی صورت اچھی تھی۔ دوسری پٹی بدلی۔ اب ریاض کو آرام ہونے لگا تھا۔ سعد، شہزادی میرونہ اور لبنیٰ اسے رو بصحت ہوتے ہوئے دیکھکر کمال مسرور ہوئے۔

ستر ہواں باب

"مسرت خیز انجام"

ریاض کے مجروح ہونے کی وجہ سے لشکر اسلام کی پیش قدمی ملتوی کر دی گئی۔ حضرت خالدؓ بن الولید نے حکم دیدیا تھا۔ کہ جب تک ریاض کو اچھی طرح سے آرام نہ ہو جائے لشکر اسی جگہ رہے۔
لشکر اسلام کی پیش قدمی کا التوا مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا اس میدان سے چند ہی میل کے فاصلہ پر دھشوار کا مضبوط اور سر بفلک قلعہ تھا۔
ارسوس اس قلعہ کا قلعہ دار تھا۔ وہ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ جب عیسائیوں کو شکست ہوئی تو وہ بھی بھاگ کر اپنے قلعہ میں جا گھسا۔ اسے خوف ہوا کہ مسلمان اب اس

قلعہ پر حملہ کر دیں گے۔

اس نے شیران اسلام سے مصالحت کرنے ہی میں عافیت سمجھی چنانچہ وہ حضرت خالد رضؓ کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور نہایت عاجزی سے صلح کی درخواست کی حضرت خالدؓ نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح منظور کر لی۔ ارسوس نے دوسرے دن اپنی اور اپنی رعایا کیطرف سے جزیہ ادا کر دیا۔ صلحنامہ مرتب ہو کر دستخط کر دیئے گئے۔

اس طرح دشوار گذار مضبوط قلعہ بغیر ایک قطرہ خون بہائے فتح ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس صلح کا حال معلوم کر کے بیحد مسرت ہوئی۔ ریاض کو آرام ہونے لگا تھا۔ زخم مندمل ہو گیا تھا۔ طاقت گذشتہ عود کر آئی تھی۔ پندرہ روز میں بالکل تندرست ہو گیا۔

اس عرصہ میں وہ برابر لبنیٰ کے خیمہ میں رہا۔ کئی مرتبہ اس نے اپنے خیمے پر جانے کا ارادہ کیا۔ سعد سے اجازت چاہی اور شہزادی میرونہ سے بھی سفارش کرائی مگر سعد نے اسے اجازت دی۔ غالباً، سے خوف تھا کہ مبادا ریاض پھر کہیں نہ چل دے۔

ایک روز ریاض صبح کے وقت چہل قدمی کیلئے گیا ہوا تھا۔ لبنیٰ مرزوعہ کے پاس گئی تھی۔ تنہا شہزادی میرونہ خیمہ میں بیٹھی تھی کہ حسن اتفاق سے سعد آ گیا۔ اور شہزادی میرونہ اس کی عزت کرتی تھی۔

وفور محبت نے عزت کو اور بڑھا دیا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی تعظیم کیلئے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ سعد بیٹھ گیا۔ چونکہ پاس رہتے ملتے جلتے اور باتیں کرتے عرصہ گزر گیا تھا۔ اسلئے شہزادی میرونہ کا رعب حسن کم ہو چلا تھا۔ سعد نے بیٹھتے ہی دریافت کیا۔ لبنیٰ کہاں ہے۔

شہزادی میرونہ نے جواب دیا۔ مرزوعہ کے پاس گئی ہے۔ کیا بلا لاؤں۔

سعد نے کہا۔ بلانے کی ضرورت نہیں خود بخود آ جائے گی۔

شہزادی میرونہ کے بشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ سعد سے کوئی بات دریافت کرنا ور یا کچھ کہنا چاہتی ہے لیکن جرأت نہ ہوتی تھی۔ سعد نے بھی اسکے بشرہ سے یہ معلوم کر لیا تھا لیکن اسے استفسار کرتے ہوئے یہ خدشہ تھا کہ مبادا اس کا قیافہ غلط ہو۔

کچھ دیر تک وہ دونوں چپ چاپ بیٹھے رہے۔ خیمہ کے اندر اس درجہ سکوت طاری تھا۔ کہ سانس تک لینے کی آواز بھی بخوبی سنائی نہ دیتی تھی۔

شہزادی میرونہ بار بار سعد کی طرف اپنی ہوشربا نگاہوں سے دیکھ لیتی تھی اور گاہے بگاہے سعد بھی اس مہ پارہ کو نظر اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ آخر شہزادی میرونہ نے دل کڑا کر کے کہا۔

میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں! سعد نے اس حور جمال کی طرف دیکھا۔ میرونہ کی ساعقہ پاش آنکھیں بار حیا سے جھک گئیں۔ سعد متعجب تھا کہ شہزادی میرونہ کیا کہنا چاہتی ہے۔ جو کچھ اسے کہنا ہے اس کے کہنے میں وہ اسقدر متامل کیوں ہے۔ اب جو اس نے شیریں لہجہ میں دوشیزگی کی حیا کے ساتھ ترنم خیز آواز سے بیساختہ پن سے سلسلۂ گفتگو شروع کیا۔ تو اس نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا کیا کہنا چاہتی ہو؟

شہزادی میرونہ نے اپنی حیا پرور نگاہیں اٹھا کر کہا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ناراض نہ ہو جائیں۔

سعد کو پھر تعجب ہوا کہ جس بات کے کہنے میں اسے اسقدر تامل ہے وہ آخر بات کیا ہو گی؟ اس نے شہزادی میرونہ کی جھجھک نکالنے کیلئے کہا۔ تم ہرگز خدشہ نہ کرو میں ناراض نہ ہوں گا۔

اب شہزادی میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ گویا وہ جو کچھ اسکے دل میں ہے کہنے کیلئے آمادہ ہو گئی۔ مگر رعب و خوف نے اسے جرأت ہی نہ ہونے دی۔

چنانچہ اس نے پھر کہا۔ مجھے آپکی خفگی کا ڈر ہے۔ سعد نے اسے حوصلہ دلانے کیلئے مسکرا کر کہا۔ شہزادی میرونہ تم مجھ سے ڈرتی ہو۔ میں تمہارا پرستار ہوں۔ تمہاری روز اولیں کی نگہ لطف نے مجھے تمہارا شیدا بنا لیا تھا۔ لہٰذا مجھ سے خوف نہ کرو۔

شہزادی میرونہ کے چہرہ پہ ہلکا سا گلابی رنگ عود کر آیا اور آنکھوں میں دلفریب چمک پیدا ہو گئی۔ اس کا متبسم چہرہ جاذب نظر ہو گیا۔

افسوس صنف نازک نہیں جانتی کہ ہلکا ہلکا سا تبسم انکے چہرہ کو کسقدر دلآویز کر دیتا ہے۔ مرد ان کے نازک لبوں پر لوٹتے ہوئے تبسم کو دیکھ کر کس درجہ محظوظ ہوتا ہے۔ مرد کا غصہ عورت کے ذرا سے مسکرانے سے کافور ہو جاتا ہے۔ سعد میرونہ کے لبوں پر تبسم دیکھ کر مسحور ہو گیا وہ اسکے رخ زیبا کو ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔

شہزادی میرونہ اگرچہ عیسائی لڑکی تھی۔ عیسائیوں میں پرورش پاکر بڑی ہوئی تھی وہ دوچار۔ دس بیس نہیں سیکڑوں مردوں کی تحسین آمیز نظریں اپنے پھول سے چہرہ پر پڑتے دیکھ چکی تھی۔ وہ ایسی نظریں دیکھنے کی عادی تھی لیکن سعد کی گرم نظری نے اسے شرما دیا۔ شرماتے ہوئے اس نے اپنی خوبصورت آنکھیں جھکالیں اس کی اس شرمیلی ادا نے سعد کے دل کو صد پارہ کر دیا۔

اس نے ایک خفیف سی آہ کی۔ شہزادی میرونہ آہ کی آواز سنکر چونک پڑی اور اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ کیوں آپکی طبیعت کیسی ہے؟

سعد نے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اچھا ہوں۔

میرونہ۔ لیکن یہ آہ؟ .....

سعد نے قطع کلام کرکے کہا۔ اتفاقیہ نکل گئی۔

شہزادی میرونہ نے ترحم خیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ خدانخواستہ کہیں درد تو نہیں ہے!

سعد نے باتوں کی رو میں کہا۔ ہے۔

شہزادی میرونہ نے بیقراری سے دریافت کیا۔ کہاں؟

سعد نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ دل میں! شہزادی میرونہ سمجھ گئی۔ وہ پھر شرما گئی لیکن جس گفتگو کی جس چھیڑ خانی کی وہ ایک عرصہ سے متمنی تھی وہ شروع ہوگئی تھی اب وہ موقعہ کیوں جانے دیتی اس نے مسکرا کر چمکدار شوخی آمیز نظروں سے اس کو دیکھ کر لگاوٹ آمیز ادا سے کہا۔ درد دل کا علاج کیوں نہ کرایا۔

سعد۔ یہ درد لاعلاج ہے۔

میرونہ۔ آپکا یہ خیال غلط ہے۔ ہر درد کا علاج ضرور ہے۔

سعد۔ تم نے ٹھیک کہا۔ بات یہ ہے کہ جس کے پاس اس درد کی دوا ہے وہ بڑا بے رحم ہے!

شہزادی میرونہ کھل کر مسکراتے ہوئے بولی مجھے بتایئے وہ کون ہے۔ میں اسے مجبور کروں گی کہ وہ آپ کا علاج کرے۔

سعد: "تم؟ تم ہرگز نہ کر سکو گی۔"
میرونہ: "میں وعدہ کرتی ہوں۔"
سعد نے محبت بھری نظروں سے اس شوخ دلربا کو دیکھ کر کہا: "فرض کیجئے وہ تم ہو!"
شہزادی میرونہ نے شوخی کے لہجہ میں کہا۔ فرض کردہ کی سند نہیں ہے۔ سعد نے کہا۔ میرونہ وہ تم ہی ہو۔ تمہارے ہی پاس میرے دل کے درد کا علاج ہے۔
شہزادی میرونہ پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ اس نے بات ٹالنے کیلئے کہا۔ تم نے میری بات تو سنی ہی نہیں۔ سعد نے کہا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم چوبیس گھنٹے میرے پاس بیٹھی باتیں کئے جاؤ۔ لیکن تم جانتی ہو کہ میں تم پر فریفتہ ہوں۔ مجھے شرر عشق میں جلنے کیلئے تجاہل کر کے چلی جاتی ہو۔ میرونہ آخر کب تک ایسا کرو گی۔
میرونہ آخری فقرہ سنکر بیقرار ہو گئی۔ اور اس نے جلدی سے کہا "سعد زیادہ نہ چھیڑو۔ میرا دل دکھا ہوا ہے۔"
سعد نے رشک آمیز نظروں سے اس حور ادا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارا دل دکھا ہوا ہے۔ تم کسے پیار کرتی ہو!
شہزادی میرونہ نے بیساختہ پن سے کہا۔ تمہیں سعد خبر نہیں ہے؟ میں پہلے ہی روز دیکھ کر تم پر فریفتہ ہو گئی تھی۔
سعد: "گویا روز اوّل ہی سے ہم ایک دوسرے کے پرستار ہیں۔"
میرونہ: "یہی بات ہے۔ اب تم میری بات سن لو۔"
سعد: "کہیئے۔"
میرونہ: "تم ریاض کو کیا سمجھتے ہو؟"
سعد: "نہایت شریف انسان ہے۔"
میرونہ: "تم نے ایک دفعہ کہا تھا کہ تم اپنی جان تک اس پر نثار کر سکتے ہو۔"
سعد: "میں نے کہا تھا۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔"
میرونہ: "تمہیں معلوم ہے وہ لبنیٰ سے محبت کرتا ہے۔"

سعد: "مجھے معلوم ہے۔"
میرونہ: "لیکن آپ کی معاشرت یہ ہے کہ تم ریاض سے لبنیٰ کا عقد نہیں کر سکتے۔"
سعد: "ہاں۔ ہمارے ملک میں یہی دستور ہے۔ مگر میں اسکے قطعاً خلاف ہوں۔"
میرونہ: "یعنی تم اپنی قومی روایات کے خلاف لبنیٰ کا ریاض سے عقد کر دوگے۔"
سعد: "بیشک۔ کیا ریاض نے تم سے کچھ ذکر کیا تھا۔"
میرونہ: "نہیں وہ ایسا شریف انسان ہے کہ اس نے آجتک اسکے متعلق مجھ سے کچھ نہ کہا۔ لیکن مجھے معلوم ہو گیا۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ تم . . . . . ."
سعد نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا: "میں سمجھ گیا میں خود اسی فکر میں تھا۔"
میرونہ: "پھر کب ارادہ ہے؟"
سعد: "ایک ہفتہ میں۔ آج جمعہ ہے۔ جمعہ ہی کے روز اس کار خیر سے فراغت کر لونگا۔"
میرونہ: "کیا میں ریاض سے کہدوں؟"
سعد: "ضرور کہدو۔ کل میں سالار اعظم سے بھی ذکر کروں گا۔"
شہزادی میرونہ نے مسکرا کر: "آپ کا شکریہ۔"
سعد نے کہا: "خالی شکریہ سے کیا ہوتا ہے؟"
شہزادی میرونہ نے ایسی نظروں سے جن میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سعد کو دیکھکر کہا: "اور کیا چاہتے ہو؟"
سعد نے شہزادی میرونہ کا نرم گداز ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر کہا: "میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی میری شریک حیات بن جاؤ!"
میرونہ نے از خود رفتگی کے انداز میں کہا: "مجھے عذر نہیں۔"
سعد: "کب بن جاؤ گی؟"
شہزادی میرونہ نے مسکراتے ہوئے کہا: "جب تم بناؤ گے۔"
سعد: "میں تو آج ہی چاہتا ہوں۔"
میرونہ: "آج نہیں جمعہ ہی کے روز۔"
سعد۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ لبنیٰ خیمہ میں داخل ہوئی جس طرح سے سیاہ بادلوں کو پھاڑ کر

آفتاب اچانک نکل آتا ہے۔ اور اس کی منور کرنیں کائنات کو روشن کرنے لگتی ہیں۔ اس طرح آفتاب حسن لبنیٰ کے دفعتاً خیمہ میں آنے سے سارا خیمہ لمعات نور سے جگمگا اٹھا۔

شہزادی میرونہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ لبنیٰ اس کے مسکرانے کی وجہ نہ سمجھی۔ اسکے نازک اور گلاب کی پتیوں کو شرمانیوالے ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم کھیلنے لگا۔ وہ ہزار عشوہ اور لاکھوں ناز کے ساتھ بڑھ کر سعد کے قریب پہنچی۔

نہایت ادب سے جھک کر سعد کو سلام کیا۔ سعد نے دعا دی اور اٹھتے ہوئے کہا لبنیٰ بیٹھ جاؤ۔ میں ایک عرصہ سے یہاں بیٹھا تھا۔ اب جا رہا ہوں۔ دوپہر کے وقت پھر آؤں گا۔

لبنیٰ نے معصومیت کے ساتھ سعد کو دیکھ کر کہا "کیا آپ تھوڑی دیر بھی نہ بیٹھیں گے؟"

سعد اس عصمت مآب دوشیزہ کی معصومیت دیکھکر کمال مسرور ہوا۔ اس نے شفقت سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ لبنیٰ مجھے کچھ کام ہے میں پھر آؤں گا۔ میری عزیزہ میری دعا ہے کہ ہمیشہ تو خوش رہے۔ سعد چلا گیا۔ لبنیٰ میرونہ کے پاس بیٹھ گئی۔

شہزادی میرونہ اب بھی اس دُر یکتا کو معنی خیز نظروں سے دیکھکر مسکرا رہی تھی۔ لبنیٰ نے اسے دیکھکر مسکراتے ہوئے پوچھا۔ آج کیا مل گیا ہے جو اسقدر شاداں و فرحاں ہو!

شہزادی میرونہ نے کہا۔ اگر کچھ دلواؤ تو ایک بڑی ہی خوشخبری سناؤں آپ کو۔

لبنیٰ۔ جو تم کہو گی دے دوں گی سناؤ۔

میرونہ "مگر نہ جانا"

لبنیٰ "ہرگز نہیں"

میرونہ "نا قرار ہو گیا"

لبنیٰ "ہاں ہو گیا"

شہزادی میرونہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ اس نے کہا "آج میں نے تمہارا اور ریاض کا تذکرہ تمہارے بھائی سے کیا تھا"

لبنیٰ کے چہرہ کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ اسے الجھن سی ہو گئی کہ خدا جانے شہزادی میرونہ نے کیا تذکرہ کیا۔ اور بھائی سعد نے کیا جواب دیا۔ ساتھ ہی خوف نے غلبہ کیا۔ نو شگفتہ پھول سے زیادہ تر و تازہ رخسار اسکے کسی قدر پژمردہ ہو گئے۔ شہزادی میرونہ نے کہا "تم تو ڈر گئی ہو"

لبنیٰ نے خوف بھری نظروں سے اسے دیکھکر پوچھا " پھر انھوں نے کیا کہا؟ "
میرونہ " انھوں نے ریاض سے تمہارے عقد کی حامی بھرلی ہے "
لبنیٰ کے دل میں گدگدی سی محسوس ہوئی۔ اس کا خوف دور ہو گیا۔ روشن چہرہ پر ہلکا گلابی رنگ دوڑ گیا۔ عارض ایسے نکھر گئے کہ تازہ گلاب کے پھول کی پنکھڑیوں سے سبقت لیگئے۔ آنکھوں میں سحر خیز چمک پیدا ہو گئی۔ رسیلے ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔ چہرہ ایسا جگمگانے لگا جیسے اس میں لاکھوں بجلیاں جذب ہوں۔
اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مجھے بناؤ نہیں۔ تم نے اپنے متعلق تذکرہ کیا ہوگا۔
شہزادی میرونہ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ہاں میں نے اپنے متعلق بھی باتیں کیں لیکن خود نہیں۔ انھوں نے خود ہی ذکر چھیڑا تھا۔
لبنیٰ نے ہنسکر کہا " ہاں تم کیوں چھیڑتیں تم تو بے رحم ہو "
میرونہ " معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے بھائی سے سازش کی ہے "
لبنیٰ " وہ کیسی سازش؟ "
میرونہ " انھوں نے مجھے بیرحم ہی کہا تھا "
لبنیٰ نے مسکرا کر کہا " تم ہو ہی بے رحم۔ تم کو کسی پر رحم آتا ہی نہیں "
میرونہ " میں نے کسی پر بے رحمی نہیں کی ہے "
لبنیٰ " مجھ پر! میں تم پر فدا ہوں تم مجھ سے بے مروتی کرتی ہو "
میرونہ " خیر سے آج تو طبیعت میں بلا کی شوخی ہے! "
لبنیٰ نے مسکرا کر کہا " میں تو سچ کہہ رہی ہوں۔ اب تم اسے شوخی کہہ لو "
میرونہ نے مسکرا کر کہا " میں بے رحم سہی۔ لیکن تم تو رحمدل ہو "
لبنیٰ نے شوخی سے ہنس کر کہا " اس میں کچھ شبہ نہیں ہے "
میرونہ " بالکل نہیں۔ اس لئے تو غریب ریاض سے بات تک بھی کرنا عار سمجھتی ہو "
لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا " اس میں ان کا کیا ذکر "
میرونہ " ہاں ان کا ذکر کیوں کرو گی؟ سمجھ لیا ہے نا کہ وہ بندۂ وفا ہے ہزار جفا پر بھی وفا کرے گا "

مجبور ان کو جان کے عہد وفا کے بعد
بے درمہربانیاں وہ کرنے لگے انتہا کے بعد

لبنیٰ :- "اچھا بھائی صاحب نے کیا کہا ؟"

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا ۔ انھوں نے کہا " لبنیٰ بڑی بری لڑکی ہے ۔ بڑی بے رحم ہے ۔ ریاض کی خبر نہیں لیتی . . . "

لبنیٰ مسکرا رہی تھی ۔ اس نے قطع کلام کر کے کہا " ان فضول باتوں کو رہنے دو مذاق پھر کر لینا ٹھیک ٹھیک بات بتا دو "

میرونہ نے متبسم ہو کر کہا " میں تو بے رحم ہوں ہی ٹھیک کیوں بتاؤں "

لبنیٰ کے پیٹ میں گدگدی سی اٹھ رہی تھی ۔ وہ تمام باتیں معلوم کرنے کیلئے بیتاب سی نظر آنے لگی تھی ۔ اس نے کہا نہیں تم بے رحم نہیں ہو ۔ بڑی نیک ہو ۔ ہمدرد ہو ۔ خدا کیلئے جلدی سے بتا دو !!

شہزادی میرونہ نے ہنس کر کہا " اللہ رے اضطراب ذرا بھی صبر نہیں اچھا سنو ۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہے ۔ ریاض لبنیٰ سے محبت کرتا ہے میں اس کا عقد جمعہ کے دن کروں گا "

لبنیٰ نے بد اعتمادی کی نظروں سے میرونہ کو دیکھتے ہوئے کہا کہیں سچ ہی نہ ہو جائے ۔

شہزادی میرونہ نے لبنیٰ کو اپنی آغوش میں کھینچکر اسکی چاند سی پیشانی چومتے ہوئے کہا ۔ خدا کی قسم بالکل سچ ہے " تم آج کے دن دلہن بنو گی "

لبنیٰ شرما گئی ۔ اس نے شرمیلی نظروں سے شوخ میرونہ کو دیکھکر دریافت کیا " اور تم ؟ "

شہزادی میرونہ نے مسکرا کر کہا ۔ میں تمکو دلہن بناؤں گی ۔

لبنیٰ " لیکن خود کب دلہن بنو گی ؟ "

میرونہ نے شوخی سے ہنس کر پوچھا ۔ کس کی ؟

لبنیٰ ! ۔ بھائی جان کی ۔

میرونہ ۔ جب تم کہو ۔

لبنیٰ نے ہنستے ہوئے کہا ۔ آج ہی بن جاؤ ۔

شہزادی میرونہ پھر ہنسی ۔ ہنسنے سے اسکے چھوٹے چھوٹے موتی جیسے دانتوں کی

شفاف قطار چمکی۔ اسکے روشن چہرے پر حسن کی جگمگاتی لہر دوڑ گئی۔ اس نے کہا بس جی میرا خیال ٹھیک ہے۔

لبنیٰ اس شوخ کی بات سنکر حیران ہوئی۔ اس نے پوچھا تمہارا کونسا خیال ٹھیک ہے۔

میرونہ یہی کہ تم نے اور تمہارے بھائی نے بھی ضرور سازش کی ہے۔

لبنیٰ۔ تمہیں سازش کا گمان کیسے ہوا؟

میرونہ۔ انھوں نے بھی یہی کہا تھا۔

لبنیٰ نے شوخی سے مسکرا کر کہا۔ کیا کہا تھا؟

میرونہ۔ یہی جو تم کہہ رہی ہو۔

لبنیٰ۔ میں کیا کہہ رہی ہوں؟

میرونہ نے شرم افزا لہجے میں کہا۔ دلہن بننے کی بات۔

لبنیٰ نے مسکرا کر اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا "تم نے کیا کہا؟"

میرونہ میں نے کہا جس دن میری لبنیٰ دلہن بنے گی اسی روز میں۔

لبنیٰ ہنس پڑی اسکے سفید چھوٹے چھوٹے موتیوں جیسے دانتوں میں بجلی جیسی چمک تھی بجلی دی، نازک لب کھل کر جب دانتوں کی لڑیاں چمکیں تو اسکا چہرہ ایسا جگمگانے لگا گویا وہ حسن کا آفتاب ہے۔ اس نے بھولے پن سے کہا۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔

میرونہ۔ اب ریاض آجائیں تو انھیں بھی یہ خوشخبری سنادوں۔

لبنیٰ نے شرماتے ہوئے کہا۔ میرے سامنے ذکر نہ کرنا۔

ابھی میرونہ نے کچھ جواب نہ دیا تھا۔ کہ ریاض آگیا۔ لبنیٰ سمٹ کر بدن چرا کر بجلیاں گرانے والی آنکھیں جھکا کر بیٹھ گئی۔

ریاض میرونہ کے قریب جا بیٹھا۔ شہزادی میرونہ نے ریاض کو دیکھکر ہلکے تبسم کے ساتھ کہا۔ کچھ دینا قبول کرو تو آج ایک خوشخبری سناؤں۔

بیچارے ریاض کو اسقدر مایوسی تھی کہ اسکے خیال میں اس سے بڑہ کوئی خوشخبری دنیا میں باقی نہ رہی تھی۔ اس نے متعجبانہ نظروں سے اسکی طرف دیکھا ٹھیک اسی وقت جب ریاض نے میرونہ کو دیکھا لبنیٰ نے میرونہ کے ہلکی سی چٹکی لی۔ میرونہ اچھل پڑی۔

ریاض نے یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ میرونہ نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔ بس صاحب رہنے دیجئے۔ ان کی منشاء نہیں ہے کہ اب آپ کو خوشخبری سناؤں۔

ریاض کو تعجب پر تعجب تھا کہ میرونہ کیا کہنا چاہتی تھی۔ لبنیٰ نے چٹکی لیکر کیوں اسے روک دیا۔ اسے خلفشار ہو گیا۔

اس نے کہا۔ جب آپ نے تذکرہ کیا ہے تو سنا ہی دیجئے ورنہ مجھے پریشانی اور الجھن سی رہے گی۔

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا۔ آپ ان سے دریافت کر لیجئے تب سناؤنگی۔

ریاض نے پوچھا اس میں انکا کیا دخل ہے۔

میرونہ نے ہنس کر کہا۔ انکی ہی تو بات ہے۔

لبنیٰ نے پھر چٹکی لی۔ شہزادی میرونہ پھر اچھل پڑی اس نے پھر سسکی لیتے ہوئے کہا۔ اچھا اب نہ کہوں گی۔

ریاض کی الجھن دمبدم بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے پژمردہ سا چہرہ بنا کر کہا اس طرح کسی کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔

لبنیٰ نے شہزادی میرونہ کے پاس سے سرکتے ہوئے کہا یہ بھی ان سے ہی پوچھئے۔

ریاض لیکن تذکرہ تو تم نے شروع کیا تھا۔

میرونہ۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔

ریاض۔ بس تو اس غلطی کو پورا کر دو۔

میرونہ۔ اور چٹکیوں سے اپنا بدن کون نچوائے۔

ریاض چٹکیاں کون لیتا ہے؟

شہزادی میرونہ نے شوخی سے کہا۔ ذرا یہاں آ بیٹھئے۔ ابھی معلوم ہو جائے گا۔

لبنیٰ بھی زیر لب مسکرا رہی تھی۔ ریاض نے اس عرب کے چاند کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ لبنیٰ کی سحر خیز نگاہیں بھی اٹھ گئیں آنکھیں چار ہوتے ہی ریاض کے بدن میں تھرتھری سی پڑ گئی۔

لبنیٰ نے شرما کر سر جھکا لیا۔ ریاض کی نظریں لڑکھڑا گئیں۔ شہزادی میرونہ نے کن انکھیوں

سے لبنیٰ کو دیکھتے ہوئے فرمایا۔ میرے پیٹ میں تو بات چھپاتے ہوئے درد ہونے لگا ہے میں تو کہے دیتی ہوں۔

ریاض نے کہا۔"کہو بھی"

میرونہ "اب کے جمعہ کو لبنیٰ سے تمہارا عقد ہو جائے گا"

یہ ایک غیر متوقع خوشخبری تھی۔ ریاض کو پہلی بار یقین ہی نہ آیا۔ وہ سمجھا کہ شاید اس کی سماعت نے اسے فریب دیا ہے۔

اس نے مکرر پوچھا۔ اور جب پھر وہی جواب ملا تو اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اب اس نے رشک حور لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ شرم و حیا کی گڑیا بنی ہوئی تھی۔

شرم سے اس کے پھول سے رخسار پسینہ میں بھیگ گئے تھے۔ اور اس وقت وہ کمال حسین معلوم ہونے لگی تھی۔

ابھی ریاض اسے دل بھر کر دیکھنے بھی نہ پایا تھا کہ سعد آگیا ریاض نے سعد کو ایسی نظروں سے دیکھا۔ جن میں تشکر و امتنان کے ہزار جذبے پوشیدہ تھے سعد سمجھ گیا اس نے کہا۔

ریاض! میں نے آج سب معاملے طے کر دیا۔ غالباً تم نے سن لیا ہوگا ریاض نے کہا۔ دوست تم نے مجھ پر وہ احسان کیا۔ کہ کسی طرح میں اس سے سبکدوش نہ ہو سکوں گا۔ حیران ہوں کہ کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں۔

سعد۔ شکریہ کی ضرورت نہیں۔ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ دوست کی خاطر معاشرت کو توڑا جا سکتا ہے۔

ابھی اسی قدر گفتگو ہوئی تھی کہ کھانا آگیا۔ سب مل کر کھانا کھانے میں مشغول ہو گئے۔

لبنیٰ اور ریاض کے عقد کی تاریخ کی خبر اسلامی لشکر میں بہت جلد پھیل گئی تمام عورتوں اور سارے مردوں کو معلوم ہو گیا۔ سب کو بیحد مسرت ہوئی۔

دن گزرتے رہے۔ شادی کی کوئی تیاری نہ ہو رہی تھی۔ وہ لوگ اسلام کے سچے پیرو تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ انکی ہر ایک بات سادگی کے ساتھ ہوتی تھی۔

وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح فضول رسومات، فضول اخراجات، فضول نمود ونمائش کی باتیں نہ کرتے تھے۔ جیسا ان کے خدا نے، رسولؐ نے، رسولؐ کے جانشینوں نے انہیں بتایا تھا۔ ویسا ہی کرتے تھے۔ آخر جمعہ کا دن بھی آہی گیا۔

لبنیٰ اپنا سنوار کر دلہن بنا دی گئی اور شہزادی میرورہ بھی دلہن بنی عصر کے بعد دونوں کا نکاح ہو گیا۔ اسی وقت رخصتی ہو گئی۔ معمولی کپڑے معمولی جہیز دیا گیا۔

ریاض نے سب سے پہلے خدا کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اس نے لبنیٰ کو دیکھا۔ وہ کمال حسین تھی۔ حسن کا جلوہ گر چاند تھی۔ ریاض نے اسکے پھول سے لبوں پر ایک لمبا بوسہ دیا اور کہا۔

خدا نے مجھے دنیا ہی میں حور دے دی تو بے شبہ عرب کا جگمگاتا چاند ہے۔ لبنیٰ شرما گئی۔ ایک ہفتہ اور اسی مقام پر رہ کر لشکر اسلامی نے واپس کوچ کیا۔

ختم شد